



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

کلیاتِ اقبال  
اُردو

۱۹۹۰ء اشاعت اول

۱۹۹۳ء اشاعت دوم

۱۰۰۰ تعداد

ڈاکٹر وحید قریشی ناشر

نقوش پریس، لاہور طابع

قیمت ۱۰۰ روپے

ISBN 969-416-000-6

# کلیاتِ اقبال

اُردو

اقبال

اقبال اکادمی پاکستان، لاہور

# مجلس مشاورت

شید حسن خاں  
ڈاکٹر وحید قریشی  
ڈاکٹر خواجہ محسن زکریا  
مشفق خواجہ  
ڈاکٹر منیر الدین ہاشمی  
صابر کلروی  
ڈاکٹر حسین فراہی  
محمد الرام چغتائی  
محمد سہیل  
ڈاکٹر وحید عشرت

## پیش لفظ

۱۹۸۷ء کا سال اقبال اکادمی کے لیے بڑی اہمیت رکھتا ہے  
اس سال علامہ اقبال کے اردو اور فارسی کلام کو کليات کی صورت میں  
شائع کرنے کا منصوبہ بنایا گیا۔ ڈاکٹر جاوید اقبال صاحب کی خصوصی اجازت  
سے کام کا آغاز ہوا اور ۱۹۹۰ء میں فارسی اور اردو کليات چھپ کر  
مارکیٹ میں آئے۔ یہ خاص ایڈیشن تین برس کی مختصر مدت ہی میں  
ختم ہو گیا۔ پھر ادارے کے ناظم جناب پروفیسر محمد منور صاحب  
نے ایک خاص الحافص ایڈیشن کا ڈول ڈالا۔ یہ طباعت پریس  
میں تھی کہ پروفیسر صاحب ادارے سے الٹ ہو گئے۔ پرنسٹن ایڈیشن  
میرے زمانہ نظامت میں چھپ کر مارکیٹ میں آ رہے ہیں۔

علامہ اقبالؒ کی تاریخ ولادت کی مناسبت سے نومبر ۱۹۹۴ء کو  
کلیات اردو/فارسی کو پیش کیا جا رہا ہے۔ کاغذ، طباعت اور بعض  
دوسرے امور میں یہ ایڈیشن خاص طور پر توجہ طلب ہے۔ اس میں  
سابق ایڈیشن کی بعض غلطیوں کی تصحیح بھی کر دی گئی ہے۔ اب یہ مثنوی  
ہر لحاظ سے مکمل ہیں۔

اقبال اکادمی کی مساعی کہاں تک پچھلے ایڈیشن کے مقابلے  
میں زیادہ اہم ہے اور پیش کش پہلے سے اس لحاظ سے بہتر ہے اس  
کا صحیح اندازہ تو قارئین خود ہی لگالیں گے۔ کلیات اردو و فارسی  
حاضر خدمت ہے و ہونو ہوا۔

دعوتِ اسلامی

(ڈاکٹر جمیل قریشی)

ہاشم

## پشکفت

علاوہ کے اردو اور فارسی کلیات کی اشاعت کا بیڑا اٹھا کر اقبال کا دوسرا نام بھی  
ایک کارنامہ انجام دیا ہے۔ امتیاز ہے ان اشاعتوں کا طباعتی معیار آئندہ کے لیے ایک مثال  
بن جائے گا۔ میں چونکہ خود کلام اقبال کی اشاعت و طباعت کے دشمن مراحل سے گزر  
چکا ہوں اس لیے مجھے اچھی طرح اندازہ ہے کہ یہ کتنا پیچیدہ اور احتیاط طلب کام  
ہے۔ ایک طرف یہ دیکھنا کہ کتابت وغیرہ ملکی نہ رہ جائے دوسری طرف یہ دیکھنا کہ  
صحت من ذرا بھی متاثر نہ ہونے پائے، کوئی آسان بات نہیں ہے۔ تاہم خدا کا شکر  
ہے کہ ہمارے زمانے کے ممتاز اقبال شناس پروفیسر نرمان احمد مدنی صاحب کی  
سرپرستی، مگرانی، محمد سہیل عمر صاحب کے حسن انتظام اور ڈاکٹر وحید اختر صاحب احمد جاوید صاحب  
اور انور جاوید صاحب کے تعاون سے یہ دونوں تعلقہ ضخیم بخوبی پورے ہو گئے۔

میں اس منصوبے میں شریک تمام حضرات کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

جاوید اقبال



لوح بھی تو قلم بھی تو تیرا وجود اللہ کتاب  
گنبدِ آبلینہ رنگ تیرے محیط میں حساب !  
عالم آب و خاک میں تیرے ظہور کے فریخ  
فدہ رنگ کو دیا تو نے طلوع آفتاب !  
سکنتِ شجرِ سلیم تیرے جہدِ دل کی نمود !  
فقرِ جنید، ابیزید، تیرا جہل نے نقاب !  
شوقِ تراگرنہ ہویری ناز کا امام  
میرا قیام بھی حجاب میرا سجد بھی حجاب !  
تیری نگاہِ ناز سے دونوں مراد پا گئے  
عقلِ غیب تو جستجو عشقِ حضورِ افلاک !

۲  
محمد اویس

## مقدمہ

کلیاتِ اقبالؒ (اُردو) کا یہ ایڈیشن دراصل اقبال اکادمی پاکستان کے بنیادی عاصد کی الگ نونہل ہے۔ عجیب بات ہے کہ اکادمی علامہ کے نام پر قائم ہوئی مگر اسے ان کی کسی کتاب کے حقوق اشاعت میسٹر نہ تھے۔ یہ محدود اختیار ہی نہ تھی بلکہ بعض اتفاقات کی عائد کردہ تھی۔ پھر بھی یوں لگتا تھا گویا اقبالؒ اور اقبال اکادمی کے درمیان کوئی پردہ سا رہتا ہے جسے ہٹایا جانا ضروری ہے۔ یہ احساس چند در چند مجبور یوں کی وجہ سے عمل تو نہ بن سکا البتہ ہمارے لیے سامانِ آرزو ضرور پیدا کر لیا۔ وقت گزرتا گیا۔ یہاں تک کہ ایک روز ڈاکٹر جاوید اقبال صاحب کی عنایت سے یہ مژدہ مل ہی لیا کہ اب اقبالؒ کی اُردو اور فارسی کلیاتِ اکادمی سے شائع ہو سکتی ہیں۔ اس طرح ایک طویل انتظار کے بعد

اقبال اکادمی کو اپنے متشخص کا ایک ٹھوس جواز فراہم ہو گیا۔ یہاں سے ایک اور مرحلہ شروع ہوا کہ ظاہر اقبال کی اشاعت کا ہفتخوان کس طرح سر کیا جائے۔ اقبال کے تمام شعری مجموعوں کی لڑتے لڑتے اشاعتوں کا معیار تھوڑے بہت فرق کے باوجود اتنا بلند تھا کہ بار بار سوچنا پڑا کہ اس میدان میں استیاز کے ساتھ داخل ہونے کا جواز کس منصب سے نکالا جائے۔ ایسے حضرات جو اقبال کے وہ مجموعے دیکھ چکے ہیں جو ان کی زندگی میں چھپے تھے، بخوبی اندازہ کر سکتے ہیں کہ دوسری چیزیں تو منہ پر ہوتی ہیں لیکن مگر پرویں رستم کا خوب کتابت کہاں سے لائیں گے! جاننے والے جانتے ہیں کہ عظیم شاعری لفظ کے تمام امکانات کی جستجو کرتی ہے۔ ہر لفظ اپنے اندر کئی جہات رکھتا ہے۔ معنوی، تیشیلی، صوتی اور ضوری۔ لفظ کے پسے تین پہلو تو بہر حال شاعرانہ خدائی کا موضوع ہیں تاہم آہستہ آہستہ نئی نئی حد تک ایک نمبر رقم حقائق کے ہاتھوں اُجالا ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے اقبال نے اپنے مجموعوں کی کتابت میں بھرپور دلچسپی کیونکہ خراب کتابت شاعری کے حسن کو دھندلاتی ہے۔ ہمارے سلسلے میں اہم ترین مسئلہ یہی تھا کہ خوشنویس کا وہ معیار کیونکر برقرار رکھا جائے جو استاہیکانہ مرحوم عبدالحمید پرویں رقم قائم کر گئے ہیں

— ہماری خوش قسمتی کہ نامور خطاط جناب حبیب جلیل احمد قریشی نے تو میرے تمام جو خط مکتوبوں میں اپنا مخصوص اور منفرد اسلوب رکھتے ہیں، اس عظیم کام کا بیڑا اٹھانے پر تیار ہو گئے۔ قارئین دیکھ سکتے ہیں کہ نہ صرف یہ کہ انھوں نے ہماری سبکی نہیں ہونے دی بلکہ اپنی تخلیقی پانچ سے ایک ایسی آرائشی فضا پیدا کر دی ہے جس کی نظیر گلیات کے متداول نسخوں میں نہیں ملتی۔

پھر ایک سیدہ صحت متن کا بھی تھا۔ گلیات اقبالؒ کا جو نسخہ عام طور پر دستیاب ہے، اس میں کئی غلطیاں اور پائسی ہیں۔ اس سلسلے میں بھی مسکن کوشش کی گئی، مختلف ملکی اور غیر ملکی ماہرین اقبالیات کو زحمت دی گئی، اقبال میوزیم میں موجود بیاضوں سے رجوع کیا گیا، غلامہ کی حیات میں شائع ہونے والے ایڈیشنوں سے استفادہ کیا گیا، اہل علم کے پیچیدہ مسائل کو مشاورت سے حل کرنے کی سعی کی گئی۔ غرض جدید تحقیق کے تمام اُصولوں کو بروئے کار لاتے ہوئے نعمت زور بھر جوہر ہو سکتا تھا، کیا۔ اس کے باوجود صحت کا دعویٰ نہیں۔ اسی ضرور

اس نسخے میں سابق ترتیب اور اطلاق میں کہیں کہیں کچھ تبدیلیاں  
نظر آئیں گی جو ہمارے زمانے کے سربراہ اور وہ اقبال شناسوں اور زبان دانوں  
کی باہمی مشاورت کا نتیجہ ہیں۔ اس معاملے میں بنیادی طور پر دو امور  
پیش نظر رہیں۔ اول یہ کہ اطلاق کی اس اس رواج کے بجائے استناؤ  
پر لکھی گئی ہے اور۔ دوم یہ کہ علامہ کے زمانے میں بعض ضروریات کی  
وجہ سے خالی جلد کو دو پتیوں سے بھر دیا جاتا تھا، ہم نے صفحے میں رہ جانے  
والے ایسے خلا کو پُر کرنا ضروری نہیں سمجھا اور دو پتیوں کو مناسب مقامات پر  
منتقل کر دیا۔ یوں کہہ لیں کہ اس باب میں ہم نے معیاری رواج کو ترجیح دی  
ہے۔ اس طرح مختلف حصوں کی اپنی اپنی معنوی اور صنفی وحدت مزید  
نمایاں چوکتی نیز اس کتاب کا ارتشی پہلو مزید اجاگر ہو گیا۔

گلیات میں کئی مقامات تو ضیح طلب ہیں۔ اس ضرورت کو پورا کرنے  
کے لیے حاشی لکھوائے گئے اور ان کی ایک الگ جلد بنا دی گئی۔ علامہ  
کے دستم کردہ حاشی بھی اسی میں آگئے ہیں۔

آخر میں اس منظرہ کے تمام شکر کا یعنی جناب رشید حسن خان،

ڈاکٹر حیدر قریشی، جناب شان الحق قحی، جناب شفیق غوجسر، ڈاکٹر  
تحسین منباتی، ڈاکٹر مسیح الدین ہاشمی، جناب صابر گلوروی، ڈاکٹر خواجہ  
محمد زکریا، جناب ابراہیم چغتائی، جناب محمد سید سل عمر (نائب ناظم اکادمی)،  
ڈاکٹر حیدر شہرت (معاون ناظم ادبیات اکادمی)، جناب احمد جاوید (ریسرچ  
انوسٹی گیشنر، اکادمی)، جناب انور جاوید (نائب ادارت، اکادمی)، جناب  
جمیل احمد قریشی تنویر بیستم، جناب ذوالفقار احمد اور بانخصوس پروفیسر افتخار احمد  
جسٹیتی کا شکریہ ادا کرنے کے بعد چند اذکارِ کریم سے دعا ہے کہ وہ ہماری اس  
سنی کو علامہ اقبالؒ اور محاسبہ علامہ اقبالؒ سے قریب کا ذریعہ بنائے۔  
آمین!

پروفیسر محمد منور

نائب

اقبال اکادمی پاکستان

لاہور

۵ ارجون ۱۹۶۹ء

## ترتیب دواوین

۱۷	بانگِ دوا
۳۲۵	بالِ حبیریل
۵۰۱	ضربِ کلیم
۶۹۳	از معنای حجاز (اُردو)





# بانکِ دِرا

اقبال

18	16
19	17
20	18
21	19
22	20
23	21
24	22
25	23
26	24
27	25
28	26
29	27
30	28
31	29
32	30
33	31
34	32
35	33
36	34
37	35
38	36
39	37
40	38
41	39
42	40
43	41
44	42
45	43
46	44
47	45
48	46
49	47
50	48
51	49
52	50
53	51
54	52
55	53
56	54
57	55
58	56
59	57
60	58
61	59
62	60
63	61
64	62
65	63
66	64
67	65
68	66
69	67
70	68
71	69
72	70
73	71
74	72
75	73
76	74
77	75
78	76
79	77
80	78
81	79
82	80
83	81
84	82
85	83
86	84
87	85
88	86
89	87
90	88
91	89
92	90
93	91
94	92
95	93
96	94
97	95
98	96
99	97
100	98

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

# فہرست

حصہ اول

(..... ۱۹۰۵ء تک)

۵۱/۲۵

۵۲/۲۷

۵۵/۲۹

۵۵/۲۹

۵۷/۳۱

۵۹/۳۲

۶۱/۳۵

۱ سالہ

۲ گل زمینیں

۳ عہدہ طفیلی

۴ مرزا غالب

۵ ابر کو چسار

۶ ایک مکڑا اور مکھی

۷ ایک پہاڑ اور گلہری

۶۲/۴۶	ایک گائے اور بکری	۸
۶۵/۴۹	بچے کی وُعا	۹
۶۶/۵۰	ہمدردی	۱۰
۶۷/۵۱	ماں کا خواب	۱۱
۶۸/۵۲	پرندے کی فریاد	۱۲
۶۹/۵۳	خفتگان خاک کے استفسار	۱۳
۷۱/۵۵	شمع و پروانہ	۱۴
۷۲/۵۶	عقل و دل	۱۵
۷۳/۵۷	صدائے درد	۱۶
۷۴/۵۸	افتاب (ترجمہ کاہنری)	۱۷
۷۵/۵۹	شمع	۱۸
۷۸/۶۲	ایک آرزو	۱۹
۸۰/۶۴	افتاب صبح	۲۰
۸۲/۶۶	درد و عشق	۲۱

۸۳/۶۷	گل پر مژدہ	۲۲
۸۴/۶۸	ستید کی لوح شربت	۲۳
۸۵/۶۹	ماہ نو	۲۴
۸۶/۷۰	انسان اور بزم قدرت	۲۵
۸۸/۷۲	پیام صبح	۲۶
۸۹/۷۳	عشق اور موت	۲۷
۹۱/۷۵	زہد اور زندگی	۲۸
۹۳/۷۷	شاعر	۲۹
۹۳/۷۷	دل	۳۰
۹۴/۷۸	موج دریا	۳۱
۹۵/۷۹	رخصت اے بزم جہاں!	۳۲
۹۷/۸۱	طفل شیرخوار	۳۳
۹۸/۸۲	تصویر درد	۳۴
۱۰۴/۸۸	نارک و سراق	۳۵

۱۰۵/۸۹	چاند	۳۶
۱۰۶/۹۰	بلال	۳۷
۱۰۸/۹۲	سرگزشتِ آدم	۳۸
۱۰۹/۹۳	ترانہ چندی	۳۹
۱۱۰/۹۴	جُکنو	۴۰
۱۱۲/۹۶	صبح کا ستارہ	۴۱
۱۱۳/۹۷	ہندوستانی بچوں کا قومی کیت	۴۲
۱۱۴/۹۸	نیا سوالا	۴۳
۱۱۵/۹۹	واغ	۴۴
۱۱۷/۱۰۱	اُبر	۴۵
۱۱۸/۱۰۲	ایک پرندہ اور جُکنو	۴۶
۱۱۹/۱۰۳	بچہ اور شمع	۴۷
۱۲۱/۱۰۵	کنار راوی	۴۸
۱۲۲/۱۰۶	التجائے مسافر	۴۹

## غزلیات

- ۱ گنزار ہست و بود نہ بیگمانہ وار ویکھ ۱۲۴/۱۰۸
- ۲ نہ آتے، ہمیں اس میں تکرار کیا تھی ۱۲۴/۱۰۸
- ۳ عجب واعظ کی دین واری ہے یار سب! ۱۲۵/۱۰۹
- ۴ لاؤں وہ تنگے کہیں سے اشیانے کے لیے ۱۲۵/۱۰۹
- ۵ کیا کہوں اپنے چمن سے میں جدا کیوں کر ہوا ۱۲۶/۱۱۰
- ۶ انوکھی وضع ہے مسائے زمانے سے نزلے ہیں ۱۲۷/۱۱۱
- ۷ خاطر کی آنکھ سے نہ تماشا کرے کوئی ۱۲۸/۱۱۲
- ۸ کہوں کیا آرزوئے بے ولی مجھ کو کہاں تک ہے ۱۲۸/۱۱۲
- ۹ جنھیں میں ٹھہرنا تھا آسمانوں میں زمینوں میں ۱۲۹/۱۱۳
- ۱۰ ترے عشق کی انتہا چاہتا ہوں ۱۳۱/۱۱۵
- ۱۱ کشادہ دست کرم جب وہ بے نیاز کرے ۱۳۱/۱۱۵
- ۱۲ سختیاں کرتا ہوں دل پر غیر سے غافل چوں میں ۱۳۲/۱۱۶
- ۱۳ مجنوں نے شہر چھوڑا تو صحرا بھی چھوڑے ۱۳۳/۱۱۷

## حصہ دوم

(۱۹۰۵ء سے ۱۹۰۸ء تک)

۱۳۷/۱۲۱	محنت	۱
۱۳۸/۱۲۲	حقیقتِ حسن	۲
۱۳۹/۱۲۳	پیام	۳
۱۳۹/۱۲۳	سوامی رام تیرتھ	۴
۱۴۰/۱۲۴	طلبہ علی گڑھ کالج کے نام	۵
۱۴۱/۱۲۵	آخرِ صبح	۶
۱۴۱/۱۲۵	حسن و عشق	۷
۱۴۲/۱۲۶	..... کی گود میں بی بی دیکھ کر	۸
۱۴۳/۱۲۷	کلی	۹
۱۴۴/۱۲۸	چاند اور تارے	۱۰
۱۴۵/۱۲۹	وصال	۱۱



۱۴۴/۱۳۱	سلیبی	۱۲
۱۴۸/۱۳۲	عاشق چربانی	۱۳
۱۵۰/۱۳۳	کوششِ ناتمام	۱۴
۱۵۱/۱۳۵	نوائے غم	۱۵
۱۵۲/۱۳۶	عشرتِ امروز	۱۶
۱۵۲/۱۳۶	انسان	۱۷
۱۵۳/۱۳۷	جلوچرخ	۱۸
۱۵۳/۱۳۸	ایک شام	۱۹
۱۵۵/۱۳۹	تنہائی	۲۰
۱۵۵/۱۳۹	پیامِ عشق	۲۱
۱۵۷/۱۴۱	فراق	۲۲
۱۵۸/۱۴۲	عبدالعتاد کے نام	۲۳
۱۵۹/۱۴۳	صقلیت	۲۴

## غزلیات

- ۱ زندگی انساں کی اک دم کے سوا کچھ بھی نہیں ۱۶۱/۱۳۵
- ۲ الہی عقلِ خجستہ پے کو ذرا سی دیوانگی سلکھا دے ۱۶۱/۱۳۵
- ۳ زمانہ دیکھے گا جب مرے دل سے شراغے کا نغٹو کا ۱۶۲/۱۳۶
- ۴ چمک تیری عیاں بجلی میں آتش میں شرارے میں ۱۶۳/۱۳۸
- ۵ یوں تو ہے بزمِ جہاں دکھش تھے ہنگامے تے ۱۶۵/۱۳۹
- ۶ مشال پر تو ہے طرفِ جام کرتے ہیں ۱۶۵/۱۳۹
- ۷ زمانہ آیا ہے بے حجابی کا، عام دیدار یارِ جو کا ۱۶۶/۱۵۰

## حصہ سوم

(۱۹۰۸ء سے.....)

- ۱ بلادِ اسلامیہ ۱۷۱/۱۵۵
- ۲ ستارہ ۱۷۳/۱۵۷
- ۳ دو ستارے ۱۷۴/۱۵۸

۱۷۲/۱۵۸	گورستان شاہی	۴
۱۸۰/۱۶۳	نمود صبح	۵
۱۸۱/۱۶۵	تضمین بر شعر انیسویں شاہو	۶
۱۸۲/۱۶۶	فلسفہ عزم	۷
۱۸۵/۱۶۹	پھول کا تحفہ عطا ہونے پر	۸
۱۸۶/۱۷۰	ترانہ بلی	۹
۱۸۷/۱۷۱	وطنیت	۱۰
۱۸۸/۱۷۲	ایک حاجی مدینے کے راستے میں	۱۱
۱۸۹/۱۷۳	قطعہ (کل ایک ریہہ خواب گاہ نبی پر رونے کے کہ رہا تھا)	۱۲
۱۹۰/۱۷۴	شکوہ	۱۳
۱۹۹/۱۸۳	چاند	۱۴
۲۰۰/۱۸۴	رات اور شاعر	۱۵
۲۰۱/۱۸۵	بزم انجم	۱۶
۲۰۲/۱۸۶	سیرِ فلک	۱۷

۲۰۴/۱۸۸	نصیحت	۱۸
۲۰۵/۱۸۹	رام	۱۹
۲۰۶/۱۹۰	موٹر	۲۰
۲۰۶/۱۹۰	انسان	۲۱
۲۰۷/۱۹۱	خطاب بہ جوانان اسلام	۲۲
۲۰۸/۱۹۲	غزوة شوال یا ہلال عید	۲۳
۲۱۰/۱۹۳	شمع اور شاعر - ایضاً فقہر بنی ہاشم	۲۴
۲۲۳/۲۰۷	مسلم	۲۵
۲۲۴/۲۰۸	مختصر رسالت مآب ﷺ میں	۲۶
۲۲۶/۲۱۰	شہنشاہانہ حجاز	۲۷
۲۲۷/۲۱۱	جواب شکوہ	۲۸
۲۳۷/۲۲۱	ساقی	۲۹
۲۳۸/۲۲۲	تعلیم اور اس کے نتائج	۳۰
۲۳۸/۲۲۲	قرب سلطان	۳۱

۲۳۹/۲۳۳	شاعر	۳۲
۲۴۰/۲۳۴	نویید صبح	۳۳
۲۴۱/۲۳۵	وعدا	۳۴
۲۴۲/۲۳۶	عیدِ شعر لکھنے کی فرمائش کے جواب میں	۳۵
۲۴۳/۲۳۷	فاطمہ بنت عبد اللہ	۳۶
۲۴۴/۲۳۸	شبِ نیم اور ستارے	۳۷
۲۴۵/۲۳۹	محاصرہ اور نہ	۳۸
۲۴۶/۲۴۰	غلام تار اور سید	۳۹
۲۴۷/۲۴۱	ایک مکالمہ	۴۰
۲۴۸/۲۴۲	میں اور تو	۴۱
۲۴۹/۲۴۳	تضمین بر شمر ابوطالب کلیم	۴۲
۲۵۰/۲۴۴	شبلی و حسالی	۴۳
۲۵۱/۲۴۵	ارتقا	۴۴
۲۵۲/۲۴۶	صدقہ	۴۵

۲۵۳/۲۳۷	تہذیبِ حاضر	۴۶
۲۵۴/۲۳۸	والدہ مرحومہ کی یاد میں	۴۷
۲۶۶/۲۵۰	شعاعِ آفتاب	۴۸
۲۶۷/۲۵۱	عسٹرنی	۴۹
۲۶۸/۲۵۲	ایک خط کے جواب میں	۵۰
۲۶۹/۲۵۳	نانک	۵۱
۲۷۰/۲۵۴	گُفرو اسلام	۵۲
۲۷۱/۲۵۵	بلالؓ	۵۳
۲۷۲/۲۵۶	مسلمان اور تعلیمِ جدید	۵۴
۲۷۳/۲۵۷	پھولوں کی شہزادی	۵۵
۲۷۳/۲۵۷	تضمین برشمِ صائب	۵۶
۲۷۴/۲۵۸	فردوس میں ایک مکالمہ	۵۷
۲۷۵/۲۵۹	مذہب	۵۸
۲۷۶/۲۶۰	جنگِ یروشک کا ایک واقعہ	۵۹

۲۷۷/۲۶۱	مذہب	۶۰
۲۷۷/۲۶۱	پوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ	۶۱
۲۷۸/۲۶۲	شب معراج	۶۲
۲۷۸/۲۶۲	نچول	۶۳
۲۷۹/۲۶۳	شیکسپیر	۶۴
۲۸۰/۲۶۳	میں اور تو	۶۵
۲۸۱/۲۶۵	اسیری	۶۶
۲۸۱/۲۶۵	دریوزہ حنلافت	۶۷
۲۸۲/۲۶۶	تسایوں	۶۸
۲۸۳/۲۶۷	خضراہ	۶۹
۲۹۷/۲۸۱	طلوع اسلام	۷۰

## غزلیات

۳۰۹/۲۹۳	اے باد صبا! کئی واٹے سے جا کہو پیغام مرا	۱
---------	--	---

- ۲ یہ سرد و قہری و مبسب فریب کوش ہے ۳۱۲/۲۹۲
- ۳ نالہ ہے مبسب شوریدہ تراحم ام بھی ۳۱۲/۲۹۲
- ۴ پردہ چہرے سے اٹھا، نجس آرائی کر ۳۱۱/۲۹۵
- ۵ پھر باوہب آئی، اقبال غزل خواں ہو ۳۱۲/۲۹۶
- ۶ کبھی اے حقیقت منتظر! نظر آبا بس مجاز میں ۳۱۲/۲۹۶
- ۷ تیر دام بھی غزل آشنایہ طائران چسپ تو کیا ۳۱۳/۲۹۷
- ۸ گرچہ تو زندانی اسباب ہے ۳۱۲/۲۹۸

## ظریفانہ

- ۱ مشرق میں اصول دین بن جاتے ہیں ۳۱۵/۲۹۹
- ۲ لڑکیاں پڑھ رہی ہیں انگریزی ۳۱۵/۲۹۹
- ۳ شیخ صاحب بھی تو پردے کے کوئی حامی نہیں ۳۱۵/۲۹۹
- ۴ یہ کوئی دن کی بات ہے اے مرد چوش مندا ۳۱۶/۳۰۰
- ۵ تعلیم سن رہی ہے بہت جنرات آفریں ۳۱۶/۳۰۰



- ۶ کچھ عزم نہیں جو حضرت واعظ ہیں تنگ دست ۳۱۶/۳۰۰
- ۷ تہذیب کے مریض کو گولی سے ممانعت ۳۱۶/۳۰۰
- ۸ راستا بھی اس کی ہے آخر خریدیں کب تک ۳۱۷/۳۰۱
- ۹ ہم مشرق کے سکینوں کا دل مغرب میں جاٹکا ہے ۳۱۷/۳۰۱
- ۱۰ اصل شہود و شاہدہ مشہود ایک ہے ۳۱۷/۳۰۱
- ۱۱ ہاتھوں سے اپنے دامن نسیہ نکل گیا ۳۱۸/۳۰۲
- ۱۲ وہ بس بولی ارادہ خود کوشی کا جب کیا میں نے ۳۱۸/۳۰۲
- ۱۳ نواں تھے اس قدر کہ زبانی عرب کی قدر ۳۱۸/۳۰۲
- ۱۴ چند ہستاں میں بجز حکومت ہیں کونسلیں ۳۱۸/۳۰۲
- ۱۵ ممبری اسپیرنٹل کونسل کی کچھ مشکل نہیں ۳۱۹/۳۰۳
- ۱۶ دلیل مسرود وفا اس سے بڑھ کے لیا چولی ۳۱۹/۳۰۳
- ۱۷ فرما رہے تھے شیخ طریق عمل پر وعظ ۳۱۹/۳۰۳
- ۱۸ دیکھیے چلتی ہے مشرق کی تجارت کب تک ۳۲۰/۳۰۴
- ۱۹ گائے اک روز ہوئی اونٹ سے یوں گرم سخن ۳۲۰/۳۰۴

۳۲۱/۳.۵	راتِ محترمہ نے کہہ دیا مجھ سے	۲۰
۳۲۲/۳.۶	یہ آئیہ نوجہیل سے نازل ہوئی مجھ پر	۲۱
۳۲۲/۳.۶	جان جاتے ہاتھ سے جاتے نہ ست	۲۲
۳۲۲/۳.۶	مخت و سرمایہ دنیا میں صفا آرا سچ گئے	۲۳
۳۲۲/۳.۶	شام کی مسجد کے رخصت ہے وہ رندِ لم یزل	۲۴
۳۲۳/۳.۷	تکرار تھی مزارع و ممالک میں ایک روز	۲۵
۳۲۳/۳.۷	اٹھا کر پھینک دو باہر گلی میں	۲۶
۳۲۴/۳.۸	کارخانے کا ہے مالک مزدکبِ ناکر وہ کار	۲۷
۳۲۴/۳.۸	سنا ہے میں نے کل یہ گفتگو تھی کارخانے میں	۲۸
۳۲۴/۳.۸	مسجد تو بنا دی شب بھر میں ایماں کی حرارت والوں نے	۲۹



# دیباچہ

شیخ عبد العزیز سٹریٹس سابق مدیر "مخزن"

کے تجربتی کہ غالب مرحوم کے بعد ہندوستان میں پھر کوئی ایسا شخص پیدا ہو گا جو اردو شاعری کے جسم میں ایسا نئی روح پھونک سکے گا اور جس کی بدولت غالب کا بے نظیر تخیل اور نرالا انداز بیان پھر جوڑ میں آئیں گے اور ادب اردو کے فروغ کا باعث ہوں گے اور زبان اردو کی خوش اقبالیت بھیجے کہ اس زمانے میں اقبال سا شاعر اسے نصیب ہو جس کے کلام کا سکہ ہندوستان بھر کی اردو ماں دنیا کے دلوں پر بیٹھا ہو اسے اور جس کی شہرت روم و ایران بلکہ فرنگستان تک پہنچ گئی ہے۔

غالب اور اقبال میں بہت سی باتیں مشترک ہیں۔ اگر میں تنازع کا قائل ہوتا تو ضرور کہتا کہ مرزا اسد اللہ خاں غالب کو اردو اور فارسی کی شاعری سے جو عشق تھا، اس نے ان کی روح کو عدم میں جا کر بھی چین نہ لینے دیا اور مجبور کیا کہ وہ پھر کسی جدید خیالی میں جلوہ اسے نہ چھوڑے شاعری کے چین کی بازیاری کرے اور اس نے پنجاب کے ایک گوشے میں جسے سیالکوٹ کہتے ہیں دو بارہ جنم لیا اور متحدہ اقبال نام پایا۔

جب شیخ محمد اقبال کے والد بزرگوار اور ان کی پیاری ماں ان کا نام تجویز کرے ہیں گے تو قبول دونا کا وقت چوکا کہ ان کا ویاہت نام اپنے پورے مضمون میں صحیح ثابت ہوا اور ان کا اقبال سندھیانہ وستان میں تحصیل علم سے فارغ ہو کر پاکستان پہنچا، وہاں کیسبرج میں کاسیالی سے وقت ختم کر کے جسرئی گیا اور علمی دنیا کے اعلیٰ مدارج طے کر کے واپس آیا شیخ محمد اقبال نے یورپ کے قیام کے زمانے میں بہت سی فارسی کتابوں کا مطالعہ کیا اور اس مطالعے کا خلاصہ ایک محققانہ کتاب کی صورت میں شائع کیا جسے فلسفہ ایران کی مختصر تاریخ لکھا گیا ہے۔ اسی کتاب کو ویڈیو جسرئی والوں نے شیخ محمد اقبال کو ڈاکٹر کا علمی درجہ دیا سرکار امریکی گورنمنٹ کے پاس مشرقی زبانوں اور علوم کی نسبت براہ راست اطلاع کے ذریعے کافی نہیں جب ایک غرض سے کے بعد معلوم ہوا ڈاکٹر صاحب کی شاعری نے عالم کی شہرت پیدا کر لی ہے تو اس نے بھی ازراہت روانی سرکار کا مساز خطاب انھیں عطا کیا، اب ڈاکٹر محمد اقبال کے نام سے شہور ہیں لیکن ان کا نام جس میں یطیف حنا داو ہے کہ نام کا نام ہے اور تخصص کا تخصص ان کی ڈاکٹری اور سرئی سے زیادہ مشہور اور مستہول ہے۔

سیالکوٹ میں ایک حاجی ہے جس میں علم کے سلف کی یادگار اور ان کے نقشبند پر چلنے والے ایک بزرگ مولوی سید حیرت خان صاحب علوم مشرقی کا درس دیتے ہیں حال میں انھیں کورنش سے خطاب شمس المسلما بھی بلا ہے۔ ان کی تعظیم کا یہ خاصہ ہے کہ جہ کوئی ان سے فارسی یا عربی سیکھے، اس کی طبیعت میں اس زبان کا صحیح مذاق پیدا کرتے

۲۵ ستمبر ۱۹۲۹ء کو حضرت کا وصال ہو گیا ہے

ہیں۔ اقبال کو بھی اپنی ابتدا کے غم میں مولوی سید میر حسن صاحب اساتذہ بلا طبیعت میں علم و ادب سے مناسبت قدرتی طور پر موجود تھی۔ فارسی اور عربی کی تحصیل مولوی صاحب کو صوفیوں کی سونے پر ہٹا کا چو گیا۔ ابھی اسکول ہی میں پڑھتے تھے کہ کلام مولانا بان سے نکلنے لگا۔ پنجاب میں اردو کا رواج اس قدر چل گیا تھا کہ شہر میں بان مانی اور شعر و شاعری کا چرچا کم و بیش موجود تھا۔ سیالکوٹ میں بھی شیخ محمد اقبال کی طالب علمی کے دنوں میں ایک چھوٹا سا مشاعرہ ہوا تھا۔ اُس کے لیے اقبال نے کبھی غزل لکھنی شروع کر دی۔ شعر کے اردو میں ان دنوں نواب مرزا خان صاحب آغ و ملوی کا بہت شہرہ تھا اور نطنجیوں کے استاد ہونے سے ان کی شہرت اور بھی بڑھتی تھی۔ لولہ جوان کے پاس جانہیں سکتے تھے خط و کتابت کے ذریعے ڈور پی سے ان سے شاعری کی نسبت پیدا کرتے تھے۔ غزلیں ڈال میں ان کے پاس جاتی تھیں اور وہ اصلاح کے بعد واپس بھیجتے تھے۔ پچھلے زمانے میں جب ڈال کا یہ نطنجی نام نہ تھا، کسی شاعر کو اتنے شاعر کیسے مہتر سکتے تھے۔ اس سہولت کی وجہ سے یہ حال تھا کہ سیڈوں آدمی ان سے غائبانہ طرز پر لکھتے تھے اور انہیں اس کلام کے لیے ایک عہد اور سکہ رکھنا پڑتا تھا۔ شیخ محمد اقبال نے بھی انہیں خط لکھا اور چند غزلیں اصلاح کے لیے بھیجیں۔ اس طرح اقبال کو اردو زبان والی کے لیے بھی ایسے استاد سے نسبت پیدا ہوئی جو اپنے وقت میں بان کی خوبی کے لحاظ سے غزل میں کیٹنا سمجھا جاتا تھا۔ او اس ابتدا غزل مولوی میں وہ باتیں تو موجود نہ تھیں جن سے بعد ازاں کلام اقبال نے شہرت پائی، مگر جناب آغ و ملوی پہچان گئے کہ پنجاب کے ایک ڈور افتادہ ضلع کا یہ طالب علم کوئی معمولی غزل گو نہیں۔ انھوں نے جلد کہہ دیا کہ کلام میں اصلاح کی گنجائش بہت کم ہے اور یہ سلسلہ تمدن کا بہت پر قائم

نہیں ہا۔ البتہ اس کی یاد و ذوں طرف وکسی واقع کا نام اردو شاعری میں ایسا پایہ کھتا ہے کہ اقبال کے دل میں واقع سے اس مختصر اور مناسب تعلق کی بھی مستد سے اور اقبال نے واقع کی زندگی ہی میں متبول عام کا وہ درجہ حاصل کر لیا تھا کہ واقع مرحوم اس بات پر فخر کرتے تھے کہ اقبال بھی ان لوگوں میں شامل ہے جن کے کلام کی انھوں نے اصلاح کی۔ مجھے خود وکن میں ان سے ملنے کا اتفاق ہوا اور میں نے خود ایسے فخریہ کلمات ان کی زبان سے سنا لیے۔ سیالکوٹ کے کالج میں ایف اے کے وقت تک تعلیم تھی۔ بی اے کے لیے شیخ مظاہر اقبال کو لاسچہر آنا پڑا۔ انھیں غلام فلسفی تحصیل کاشوق تھا اور انھیں لایو کے ساتھ میں ایک نہایت شفیق استاد ملا جس نے فلسفے کے ساتھ ان کی نسبت دیکھ کر انھیں خاص توجہ سے پڑھانا شروع کیا۔ پروفیسر ارشد صاحب جاب سدرٹاس آرٹس کالج گئے ہیں اور انگلستان میں مقیم ہیں غیر معمولی قابلیت کے شخص ہیں۔ ٹوٹت تحریر ان کی بہت اچھی ہے اور وہ علمی جستجو اور تلاش کے طریق جدید سے خوب واقف ہیں۔ انھوں نے چاہا کہ اپنے شاگردوں اپنے مذاق اور اپنے طرز عمل سے حقیقتیں اور وہ اس بارے میں بہت کچھ کا سیاب بنیں۔ پہلے انھوں نے علی لڑکھ کالج کی پروفیسری کے زمانے میں اپنے دوست مولانا شبلی مرحوم کے مذاق علمی کے پختہ کرنے میں کامیابی حاصل کی تھی اب انھیں یہاں ایک اور چہرہ متقابل نظر آیا جس کے چمکنے کی آرزو ان کے دل میں پیدا ہوئی اور جو دوستی اور محبت استاد اور شاگرد میں پہلے دن سے پیدا ہوئی وہ آخرش شاگردوں کے ساتھ بچھے بچھے انگلستان لے گئی اور وہاں یہ رشتہ اور بھی مضبوط ہوا، اور آج تک قائم ہے۔ آرٹس فوشس ہے کہ میری محنت ٹھکانے لگی اور میرا شاگرد علمی دنیا میں سیرے لیے بھی باعث شہرت افزائی ہوا اور اقبال محترم ہے کہ جس مذاق کی بنیاد ستید میر حسن

نے ڈالی تھی اور جسے درمیان میں واقع کے غالباً نہ تعارف نے بڑھایا تھا، اُس کے آخری مرحلے آزلڈ کی شفیعاً نہ رہی ہے طے ہوئے۔

اقبال کو اپنی علمی منزل طے کرنے میں اچھے اچھے رہبر بڑے اور بڑے بڑے علماء سے سابقہ پڑا۔ ان لوگوں میں کیسبرج یونیورسٹی کے ڈائریکٹ میڈیکل کالج، براؤن، کیمسن اور سارلی قابل ذکر ہیں۔ پروفیسر کیمسن تو پہلے شکر علی کے خاص طور پر مستحق ہیں کیونکہ انھوں نے اقبال کی شہور فارسی نظم ”اسرارِ خوی“ کا انگریزی ترجمہ کر کے اور اُس پر ویساچا اور حاشیہ لکھ کر یورپ اور امریکہ کو اقبال سے روشناس کیا۔ اسی طرح ہندوستان کی علمی ونیسا میں جتنے نامور افسرانے میں موجود تھے مثلاً مولانا شبلی مرحوم، مولانا حالی مرحوم، ابراہیم مرحوم، سب سے اقبال کی ملاقات اور خط و کتابت رہی اور ان کے اثرات اقبال کے کلام پر اور اقبال کا اثر ان کی طبائع پر پڑتا رہا۔ مولانا شبلی نے بہت سے خطوط میں اور حضرت اکبر نے نہ صرف خطوں میں بلکہ بہت سے اشعار میں اقبال کے کمال کا اعتراف کیا ہے اور اقبال نے اپنی نظم میں ان بالمالوں کی جا بجا تعریف کی ہے۔

ابتدائی شوق کے دنوں کو چھوڑ کر اقبال کا اردو کلام بیسویں صدی کے آٹھ نئے کچھ پہلے شروع ہوتا ہے۔ 19۰۷ء سے غالباً دو تین سال پہلے میں نے انھیں پہلی مرتبہ لاچوہ کے ایک مشاعرے میں ملایا۔ اس نرم میں ان کو ان کے چند ہم جماعت کھینچ کر لے آئے اور انھوں نے کہ سن کر ایک غزل بھی پڑھوائی۔ اس وقت تک لاچوہ میں لول اقبال سے واقف نہ تھے۔ چھوٹی غزل سن کر تھی۔ ساوہ سے الفاظ۔ زمین بھی شکل نہ تھی۔ مگر کلام میں شوخی اور بے ساختہ پن موجود تھا بہت پسند کی گئی۔ اس کے بعد دو تین مرتبہ پھر اسی مشاعرے میں انھوں نے غزلیں پڑھیں اور لوگوں کو معلوم ہوا کہ ایک

چونہا شاعر میدان میں آیا ہے۔ مگر یہ شہرت پہلے پہلے لاہور کے کالجوں کے طلبہ اور بعض ایسے لوگوں تک محدود رہی جو تعلیم مشاغل سے متعلق رکھتے تھے۔ اتنے میں ایک ادبی مجلس قائم ہوئی جس میں مشاہیر شریک ہونے لگے اور نظم نثر کے مضامین کی سس میں ٹائم ہوئی۔ شیخ محمد اقبال نے اس کے ایک جلسے میں اپنی وہ نظم جس میں گوہ جمالہ سے خطاب ہے پڑھ کر سنائی۔ اس میں انگریزی خیالات تھے اور فرائی بندشیں اس پر خوبی یہ کہ وطن پرستی کی چاشنی اس میں موجود تھی۔ مذاقی زمانہ اور ضرورت وقت کے موافق ہونے کے سبب بہت مقبول ہوئی اور اسی طرف سے فرمائشیں ہونے لگیں کہ اسے شائع کیا جائے، مگر شیخ صاحب یہ غدر کر کے کہ ابھی شہزادی کی ضرورت ہے اسے اپنے ساتھ لے گئے اور وہ اُس وقت چھپنے نہ پائی۔ اس بات کو تھوڑا ہی صبر لڑا تھا کہ میں نے ادب اور وہ کی ترقی کے لیے رسالہ 'مخزن' جاری کرنے کا ارادہ کیا۔ اس شان میں شیخ محمد اقبال سے میری دوستانہ ملاقات پیدا ہو چکی تھی۔ میں نے ان سے وعدہ لیا کہ اس رسالے کے حصہ نظم کے لیے وہ نئے رنگ کی نظمیں مجھے دیا کریں گے۔ پہلا رسالہ شائع ہونے کو تھا کہ میں ان کے پاس گیا اور میں نے ان سے کوئی نظم مانگی۔ انھوں نے کہا ابھی کوئی نظم تیار نہیں۔ میں نے کہا نہ ہاں والی نظم دے دیجیے اور دوسرے مہینے کے لیے کوئی اور لکھیے۔ انھوں نے اس نظم کے دینے میں پس پیشی کی لیونکہ انھیں یہ خیال تھا کہ اس میں کچھ خامیاں ہیں مگر میں ولیہ چکا تھا کہ وہ بہت مقبول ہوئی، اس لیے میں نے زبردستی وہ نظم ان سے لے لی اور 'مخزن' کی پہلی جلد کے پہلے نمبر میں جو اپریل ۱۹۰۵ء میں نکلا، شائع کر دی۔ یہاں سے گویا اقبال کی اردو شاعری کا سبک طرز پر آغاز ہوا اور ۱۹۰۵ء تک جب وہ ولایت لے کر یہ سلسلہ جاری رہا۔ اس عرصے میں وہ عمدہ



فرمانشوں کی تعمیل سے لکھا چکی کرنا پڑا۔ اسی طرح انجمنوں اور مجالس کو بھی وہ نام و جاواب ہی دیتے رہے۔ فقط لاہور کی انجمن حمایت اسلام کو بعض وجوہ کے سبب یہ موقع ملا کہ اس کے سالانہ جلسوں میں کئی سال متواتر اقبال نے اپنی نظم سنائی جو خاص اسی جلسے کے لیے لکھی جاتی تھی اور جس کی سنکروہ پینے سے لڑتے رہتے تھے۔

اول اول جنظمیں جلسہ عام میں پڑھی جاتی تھیں تحت لفظ پڑھی جاتی تھیں اور اس طرز میں بھی ایک لطف تھا۔ بعض دستوں نے ایک مرتبہ جلسہ عام میں شیخ محمد اقبال سے بلا کر کہا کہ وہ نظم ترنم سے پڑھیں۔ ان کی آواز قدرتا بلند اور عکاش آئندہ ہے۔ طرز ترنم سے بھی خاصہ اہمیت ہے۔ ایسا سا بندہ جاہل سنوت کا عالم حیا لیا اور لوگ چھوٹے لگے اس نے دیکھے بچے! ایک تو یہ کہ ان کے لیے تحت لفظ پڑھنا شکل چو لیا جب بھی پڑھیں لوگ اصرار کرتے ہیں کہ لے لے پڑھا جائے اور دوسرا یہ کہ پینے تو خواہ اس ہی ان کے کلام کے قدر ان تھے اور اس کو سمجھ سکتے تھے اس شش کے سبب عام بھی لکھی گئی۔ لاہور میں جلسہ حمایت اسلام میں جب اقبال کی نظم پڑھی جاتی ہے تو دس دس ہزار آدمی ایک وقت میں جمع ہوتے ہیں اور جب تک نظم پڑھی جائے لوگ دم بخود بیٹھے رہتے ہیں۔ جو سمجھتے ہیں وہ بھی محو اور جو نہیں سمجھتے وہ بھی محو ہوتے ہیں۔

۱۹۰۵ء سے ۱۹۰۶ء تک اقبال کی شاعری کا ایک دوسرا دور شروع ہوا۔ یہ دور زمانہ ہے جو انہوں نے یورپ میں بسر کیا۔ گو وہاں انھیں شاعری کے لیے نسبتاً کم وقت ملا اور ان نظموں کی تعداد جو وہاں کے قیام میں لکھی گئیں تھوڑی ہے۔ مگر ان میں ایک خاص رنگ وہاں کے شادرات کا نظر آتا ہے۔ اس زمانے میں دو بڑے تغیران کے خیالات میں آتے۔ ان تین سالوں میں سے دو سال ایسے تھے جن میں میرا بھی وہیں قیام تھا اور

الشرائط کے موقعے ملتے رہتے تھے۔ ایک دن شیخ محمد اقبال نے نجد سے لہا کر ان کا ارادہ مصحح ہو گیا ہے کہ وہ شاعری کو ترک کر دیں اور قسم لیا لیں کہ شعر نہیں کہیں گے اور جو وقت شاعری میں صرف ہوتا ہے اُسے کسی اور ضمیمہ کا نام میں صرف کریں گے۔ میں نے ان سے کہا کہ ان کی شاعری ایسی شاعری نہیں ہے جسے ترک کرنا چاہیے بلکہ ان کے کلام میں وہ تاثیر ہے جس کے شکن سے کہ ہماری در ماندہ قوم اور ملک کو نصیب ملک کے امراض کا علاج ہو سکتے اس لیے ایسی مفید خدا و اوطاقت کو سیکار کرنا درست نہ ہو گا شیخ صاحب کچھ قائل نہ تھے کچھ نہ ہوئے اور یہ قرار پایا کہ اگر لڑکا صاحب کی رائے پر آخری فیصلہ چھوڑا جائے۔ اگر وہ مجھ سے اتفاق کریں تو شیخ صاحب اپنے ارادہ ترک شعر کو بدل دیں اور اگر وہ شیخ صاحب سے اتفاق کریں تو ترک شعر اختیار کیا جائے۔ میں سمجھتا ہوں کہ علمی و نیکی کی خوش قسمتی تھی کہ اگر لڑکا صاحب نے مجھ سے اتفاق رائے کیا اور فیصلہ یہی ہوا کہ اقبال کے لیے شاعری کو چھوڑنا جائز نہیں اور جو وقت وہ اس شغل کی نذر کرتے ہیں وہ ان کے لیے بھی مفید ہے اور ان کے ملک قوم کے لیے بھی مفید ہے۔ ایک تفسیر جو ہر شاعر کی طبیعت میں آتا تھا اس کا تو یوں حنا تمہ ہوا اگر وہ سب افسوز ایک چھوٹے سے آغاز سے ایک بڑے انجام تک پہنچا یعنی اقبال کی شاعری نے فارسی زبان کو اردو زبان کی جگہ اپنا زریعہ اظہار خیال بنالیا۔ فارسی میں شعر کہنے کی رغبت اقبال کی طبیعت میں تھی اسباب سے پیدا ہوئی ہوئی اور میں سمجھتا ہوں کہ انھوں نے اپنی کتاب حالات تصوف کے متعلق لکھنے کے لیے جو کتاب میں کی، اس کو بھی ضرور اس کیفیت میں داخل ہو گا۔ اس کے علاوہ جو ن بول ان کا مطالعہ علیٰ غلظت کے متعلق لہرا چکا گیا اور دوستی خیالات کے اظہار کو بھی چاہا تو انھوں نے ویجاہل فارسی کے مقابلے میں اردو کا سب سے زیادہ بہت کم ہے اور فارسی میں

کئی فقرے اور جملے سانچے میں ڈھلے پھلے ایسے ملتے ہیں جن کے مطابق اردو میں فقرے  
ڈھلنے آسان نہیں، اس لیے دو فارسی کی طرف مائل ہونے لگے۔ مگر بظاہر جس چھوٹے  
سے اقلے سے ان کی فارسی گوئی کی بہت مانجوتی ہے، اور یہ ہے کہ ایک قرینے و ایک ہوت  
کے ہاں مدعو تھے جہاں ان سے فارسی شاعرانہ نمونے کی فرمائش نہ آتی اور پوچھا گیا کہ وہ  
فارسی شعر بھی کہتے ہیں یا نہیں۔ انھیں اعتراف کرنا پڑا انھوں نے سولے کے ایک آدھ  
شعر لکھی کتنے کے فارسی لکھنے کی کوشش نہیں کی۔ مگر لکھ ایسا وقت تھا اور اس فرمائش نے  
ایسی تحریک ان کے دل میں پیدا کی کہ دعوت سے واپس گزرتے پڑے پڑے باقی وقت وہ  
شاید فارسی شاعرانہ نمونے اور صبح اٹھتے ہی جو مجھ سے ملے تو وہ آواز غسنہ زین فارسی میں  
تیار تھیں جو انھوں نے زبانی مجھے سنائیں۔ ان غسنہ زین کے کہنے سے انھیں پتہ چلا کہ فارسی  
کی قوت کا حال مسلم پڑھا جس کا پہلے انھوں نے اس طرح استحسان نہیں کیا تھا۔ اس لیے  
بعد ولایت سے واپس آنے پر لکھی لکھی اردو کی نظمیں بھی کہتے تھے مگر طبیعت کا رخ فارسی  
طرف چل گیا۔ یہ ان کی شاعری کا تیسرا دور ہے جو مشنڈ کے بعد سے شروع ہوا اور جو  
اب تک چل رہا ہے۔ اس عرصے میں اردو نظمیں بھی بہت سی نپوتیں اور اچھی اچھی جن کی  
نہم مچ گئی۔ مگر اصل کام جس کی طرف دو متوجہ ہو گئے، وہ ان کی فارسی شہنہ می نسرار خوی  
تھی۔ اس کا خیال وزیر کسان کے دماغ میں آیا اور فتنہ فتنہ دماغ سے صفحہ قرطی سوج  
آئے لگا، اور آخر ایک مستقل کتاب کی صورت میں ظہور پذیر ہوا جس سے اقبال کا نام  
چند دوستان سے باہر بھی مشہور ہو گیا۔

فارسی میں اقبال کے قلم سے تین کتابیں اس وقت تک نکلی ہیں: نسرار خوی،  
روز بے خوی، اور پیام مشرق، ایک سے ایک بہتر! پہلی کتاب سے دوسری میں بظاہر

زیادہ ساوہ اور عام فہم ہو گئی ہے اور تیسری وہ سری سے زیادہ سلیس ہے۔ جو لوگ اقبال کے اردو کلام کے ولدا وہ ہیں وہ فارسی لفظوں کو ویلڈ لریا یوں چوتے ہیں گے مگر نہیں یا دیکھنا چاہیے کہ فارسی نے وہ کام کیا جو اردو سے نہیں چوسکتا تھا۔ تمام اسلامی دنیا میں جہاں فارسی کم و بیش متداول ہے، اقبال کا کلام اس ذریعے سے پہنچ گیا اور کہا میں ایسے خیالات تھے جن کی ایسی وسیع اشاعت ضروری تھی اور اسی وسیع سے یورپ اور امریکہ والوں کو ہمارے ایسے قابل قدر مصنف کا حال معلوم ہوا۔ یہ پیام مشرق میں ہمارے مصنف نے یورپ کے ایک نہایت بلند پایہ شاعر لوٹے کے 'سلاہ مغرب' کا جواب لکھا ہے اور اس میں نہایت حکیمانہ خیالات کا اظہار بہت خوب صورتی سے کیا گیا ہے۔ اس کے اشعار میں بعض بڑے بڑے عقائد حل ہوئے ہیں جو پہلے اسان طریق سے بیان نہیں ہوتے تھے۔ مدت سے بعض رسائل اور اخبارات میں ڈاکٹر محمد اقبال کو ترجمان حقیقت کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے اور ان کتابوں کے خاص خاص اشعار سے ثابت ہے کہ وہ اس لقب سے عقب ہونے کے مستحق ہیں اور جس کسی نے یہ لقب ان کے لیے پہلے وضع کیا ہے اس نے کوئی مبالغہ نہیں کیا۔ فارسی گوئی کا ایک اثر اقبال کے اردو کلام پر یہ ہے کہ جہٹن میں اردو میں وہ رسم میں لکھی گئی ہیں ان میں سے اکثر میں فارسی ترکیبیں اور فارسی بندشیں پہلے سے بھی زیادہ ہیں اور بعض جگہ فارسی اشعار پر تفسیریں لی گئی ہیں۔ گویا یہ معلوم ہوتا ہے کہ شہب شلم جو فارسی کے میدان میں کامزن ہے اس کی بال کسی قدر تکلف کے ساتھ اردو کی طرف موڑی جا رہی ہے۔

اقبال کا اردو کلام جو وقتاً فوقتاً 1919ء سے لے کر آج تک سالوں اور اخباروں

میں شائع ہوا اور انجمنوں میں پڑھایا، اُس کے مجموعے کی اشاعت کے بہت اول  
خدا ہاں تھے۔ ڈاکٹر صاحب کے احباب بارہا تقاضا کرتے تھے کہ اردو کلام کا مجموعہ شائع  
کیا جاتے مگر اسی وجہات سے آج تک مجموعہ اردو شائع نہیں ہو سکا تھا۔ خدا کا شکر  
ہے کہ آخر اب شائقین کلام اردو کی یہ دیر سینہ آرزو برآئی اور اقبال کی اردو نظموں کا  
مجموعہ شائع ہوا ہے جو دو سو بانو کے صفحوں پر مشتمل ہے اور تین حصوں پر تقسیم ہے۔  
حصہ اول میں ۱۹۰۵ء تک کی نظمیں ہیں، حصہ دوم میں ۱۹۰۵ء سے ۱۹۰۷ء تک کی  
اور حصہ سوم میں ۱۹۰۷ء سے لے کر آج تک کا اردو کلام ہے۔ یہ مجموعے سے لیا جا  
سکتا ہے کہ اردو میں آج تک کوئی ایسی کتاب شمار کی ہو جو نہیں ہے جس میں خیالات  
کی پندرہ اسی چار اور اس قدر مطالبہ معانی کیجا ہوں۔ اور کیوں نہ ہو ایک صدی کے  
چہارم حصے کے مطالعے اور تجربے اور شاہدے کا نچوڑ اور سیر و سیاحت کا نتیجہ ہے بعض  
نظموں میں ایک ایک شعر اور ایک ایک مصرع ایسا ہے کہ اُس پر ایک مستقل مضمون  
لکھا جاسکتا ہے۔ یہ مختصر مضمونوں جو بطور ویساچہ لکھا گیا ہے اس میں مختلف نظموں کی  
تفسیر یا مختلف اوقات کی نظموں کے باہم تبدیلی کی بجائش نہیں اس کے لیے اگر  
چہرے کا تو نہیں کوئی اور موقع تلاش کروں گا۔ بہر دست میں صاحبان ذوق کو مبارک باد دیتا  
ہوں کہ اردو کفایت اقبال ان کے سامنے رسالوں اور کلموں کے اوراق پر شایاں  
سے نکل کر ایک مجموعہ و غنڈل پذیر کی شکل میں جلو گر ہے اور اُسید ہے کہ جو لول مدت  
سے اس کلام کو بجا دینے کے شائق تھے وہ اس مجموعے کو شوق کی نگاہوں سے  
دیکھیں گے اور دل سے اس کی ستار کریں گے۔

آخر میں اردو شائقوں کی طرف سے یہ درخواست قابل مصلحت سے کرتا ہوں کہ

وہ اپنے دل و دماغ سے اُردو کو دو حصہ دیں جس کی وہ سستی اور محتاج ہے۔ نعو انھوں نے غالب کی تعریف میں چند بند لکھے ہیں جن میں ایک شعر میں اُردو کی حالت کا صحیح نقشہ کھینچا ہے۔

کیسے اُردو ابھی سنت پذیر شان ہے

شع یہ سودا بی ولسوزی پروا نہ ہے

ہم ان کا یہ شعر پڑھ کر ان سے یہ لیتے ہیں کہ جس احساس نے یہ شعر ان سے نکال دیا تھا، اُس سے کام لے کر اب وہ پھر کچھ عرصے کے لیے کیسے اُردو کے سنوارنے کی طرف متوجہ ہوں اور یہیں موقع دیں کہ ہم اسی مجلسِ مؤعدہ اُردو کو جو اس قدر دیر کے بعد چھپا ہے، ایک دوسرے کی قیامت اُردو کا پیش خیر سمجھیں۔



# حصہ اول

(..... ۱۹۰۵ء تک)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سَمَّالہ

اے فیصل کشور ہندوستان چومتے تیری پیشانی کو جھک کر اسماں  
مجھ سے پیدا نہیں دیرینہ وزہی کئے نساں تو جواں ہے کر دیش نام و سحر کے دریاں

ایک جلوہ تھا کلیم طوہر سنا کے لیے

تو تجلی ہے سر اچشم مینا کے لیے

یہ ظاہر میں کوہستان ہے تو پاسبان اپنا ہے تو دیوار ہندوستان ہے تو  
لنک جب کا ہو وہ دیوار ہے تو سوتے خلوت کا دل دیکھش انساں ہے تو



سہ کی اک آن ہے عمدہ نین      واویوں میں ہیں تمہی کالی لھٹائیں خیر نین  
سری شریا سے ہیں سرگرم سخن      تو زمیں پر او پرہنا تے فلک تیرا وطن

چشتہ دامن ترا آیت نہ تیاں ہے

دامن موج جو جس کے لیے ڈمال ہے

میں سپور ہوا کے واسطے      تازیانہ نے یارب تو کسار نے  
بازی گاہ ہے تو بھی جسے      دست قدرت بنایا ہے عناصر کے لیے

ہائے کیا فطرت میں جھومتا جاتا ہے بار

فیل بے زنجیر کی صورت اڑا جاتا ہے بار

موج نسیم سج کھوارہ بنی      جھومتی ہے نشہ ہستی میں سرگل کی کلکی  
سے گویا ہے اس کی خاشی      دست گلچیں کی جھبک میں نے زلفیں دکھی کہیں

کہہ رہی ہے سیری خاموشی ہی افسانہ مرا

چھینتی جا اس عراقِ دل نشین کے ساڑھو

اے مسندِ دل سمجھتا ہے تری آواز کو

بکھولتی ہے آکے جب نلفِ سا      وہیں دل کھینچتی ہے آہٹاڑوں کی صدا

شام کی جس پر تکم ہو فدا      وہ درختوں پر سنکر کاسماں صپایا ہوا

کانپتا پھرتا ہے کیا رنگِ شفق کھسار پر

خوشنما لگتا ہے عین ازہ تے رخسار پر

مالِ داستانِ اُس وقت کی کوئی سنا      مسکنِ اہلئے انساں جب بنا وہن ترا

اُس سیدھی ساوی زندگی کا ماہرا      داغ جس پر غازہ زنگِ تکلف کا زہرا

ہاں لکھا ہے اے تصویر پھر وہ صبحِ شام تو

وہڑ پیچھے کی طرف اے گریہیں ایام تو

گلِ زندیں

اس چین میں میں سر اپا سوزو سا از رزو  
اور تیری زندگی بے گداز رزو

خ سے تجھ کو برا آہیں نہیں یہ نظر غیر از نگاہ چشم صہوت میں نہیں  
تجھ جو بے گل زنجیں نہیں کس طرح تجھ کو یہ سجھاؤں کہ میں گلچین نہیں  
کام مجھ کو دیدہ حکمت کے انجھیروں سے کیا  
دیدہ بسل سے میں کرتا ہوں نظارہ ترا

پر بھی خاموشی تجھے منلو ہے راز وہ کیا ہے ترے سینے میں جو ستو ہے  
تو بھی الگ الگ ریاض طو ہے میں چین سے تو رہوں تو بھی چین سے تو ہے

مطلبن ہے تو پریشان مثل بو رہتا ہوں میں

زخمی ششیر فوق تجھ رہتا ہوں میں

میری سامان جمعیت نہ ہو یہ جگر سوزی چراغ خانہ حکمت نہ ہو

میری سڑیہ قوت نہ ہو

## عہدِ طفلی

تھے دیارِ نوز میں آسماں میرے لیے وسعتِ آخوشیں اور اک جہاں میرے لیے

تھی ہر اک جنبشِ نشانِ بطنِ جان میرے لیے حرفِ بے طلبِ تھی نو و میری بان میرے لیے

دردِ طفلی میں اگر کوئی رلاتا تھا مجھے

شورشِ زنجیر میں نطفِ آما تھا مجھے

تکتے رہنا ہائے او پہر میں تک سوتے تھے وہ پختے بادل میں بے آواز یا اس کا مضر

پوچھنا رہ رہ کے اُس کے کوہِ صحرائی خبر اور وہ حیرتِ دروغِ مصلحتِ آئینِ پر

آنکھِ وقفِ دید تھی لبِ مائلِ نفاذ تھا

دل نہ تھا میرا سر اپا ووقِ افسانہ تھا

## مرزا غالب

فکرِ انساں پر تری ہستی سے یہ روشن ہوا ہے پر مرغِ تخیل کی رسائی تاکھی

تھا سرِ پار میں تو، بزمِ سخنِ پیکرِ ترا زبجینل بھی رہا، مہنسل کے پھل بھی ہا

وید تیری سدا کلمہ کو اس حسن کی منگلو ہے

بن کے سوز زندگی ہر شے میں جو توست ہے

مخمل ہستی تری بر بلط سے ہے سرمایہ دار جس طرح مذی کے نمونوں سے کھوت کو ہمار

تیرے فردوں کی نیل سے ہے قدرت کی برنا تیری کشت فکر سے آگے ہیں عالم سبز و آ

زندگی مضمون ہے تیری شوخی محسوس میں

تاب کو یابی مجھے بخش ہے تبصیر میں

نطق کو سونا ہر تیرے کلمے پر مجھیرت ہے شریا فہست پر آد پر

شاہ مضمون تصدیق ہے تیرے انداز پر خندانہ غنچہ پستی گل شیراز پر

آہ! تو ابھری ہوئی دلی میں آہیڈ ہے

گلشن ویر تیرے لہجہ نغمہ خواہیڈ ہے

لطف کو یابی تیرے سیرے ہر سیرے میں نہیں چھنیل کا نہ جب تک فکر کامل نہیں

ہائے اب کیا ہو گئی ہندوستان کی نہیں آہ! نطفہ آہ! سوز کا پتھر ہیں

◉ ویر : جرمنی کا مشہور شاعر گوتھے اس جگہ مضمون ہے

گیسے تار و دھبہ تپت پند پریشا ہے

شمع یہ سودا آبی دسوزی پروا ہے

اے جہاں آباد اے گوارا ہے علم و ہنر  
ہیں سہرا پانا لہ خاکوش تھیے بام و در

قترے قترے میں ترنخ ہے شمس و قمر  
یوں تو پوشیدہ ہیں نیکی کس میں لاکھوں

دفعن تجھ میں کوئی غنیمت زکار ایسا بھی ہے؟

تجھ میں کیا کھائی ہوئی آج ایسا بھی ہے؟

## ابر کو سہارا

ہے بندی سے نکل بس نشیمن سہارا  
ابر کوسہارا ہوں گل پاش ہے امن سہارا

کبھی صحیح سہارا بھی گلزار ہے سکن سہارا  
شہر ویرانہ مرا، بجز مرا، بن سہارا

کسی آدمی میں جو غنیمت ہے سو نا مجھ کو

سبز کو لہے منجھے کس کا بچھو نا مجھ کو

مجھ کو قدرت نے رکھا یاجے افشاں سہارا  
ناقد شاعرِ حیرت کا خدی خواجہ سہارا

عنم دلتے دل افسردہ ہوتا سہارا  
روزِ بزمِ جہانانِ گلستانِ سہارا

بن کے کیسوخ ہستی پر بھجرتا ہوں

شانہ جو بصرہ سے سنو جاتا ہوں

دور سے میں تیرا کون سا ہوں کسی بستی سے جو خاموش گزرتا ہوں

نیر کرتا ہوں جس ملبے سے آتا ہوں بالیاں نہ کہ لڑا ب کی پینا ہوں

سبزہ مزاج فوجی سز کی آیتوں میں

زاد بھٹن پروردہ خورشیدوں میں

چہرہ کوہ کو دی شورش قلزم میں نے اور پرندوں کو گیس تھوڑم میں نے

سر پہ سب سے کھٹے ہو گئے گناہم میں نے غنچہ گل کو دیا ذوق تبسم میں نے

فیض سے کیے نونے ہیں شبتانوں کے

جھوٹے ہیں کہسار میں سبتانوں کے



# ایک مکڑا اور مکھی

(ماخوذ)

بچوں کے لیے

اک دن کسی مکھی سے یہ کہنے لگا مکڑا  
لیکن مری لٹنیا کی نہ جاگی کبھی قسمت  
خیروں سے نہیں تو کوئی بات نہیں ہے  
او جو مے گھر میں عزت ہے یہ میری  
مکھی نے سنی بات جو مکڑے کی تو بولی  
اس سے اس سیر می ہے جو منظور ہو آنا  
حضرت! کسی نادان کو ویسے کھجے ٹایہ صوکا

اس حال میں مکھی کبھی آنے کی نہیں ہے

جو آپ کی سیر می یہ چڑھا پھر نہیں اُترا

مکڑے نے کہا واہ! فریبی مجھے بھجے  
منظور تمہاری مجھے خاطر تھی وگرنہ  
اڑتی ہوئی آئی پو خدا جانے کہاں سے  
تم سا کوئی نادان زمانے میں ہوگا  
کچھ فائدہ اپنا تو مرا اس میں نہیں تھا  
شہر و جو مے گھر میں تو ہے اس میں بُرائیا



اس گھر میں کتنی تم کو دکھانے کی ہیں چیزیں  
باہر سے نظر آتا ہے چھوٹی سی کیسی سیا  
لٹکے ہوئے درازوں پر باریکہ ہیں پردے  
دیواروں کو آئینوں کے ہیں نے سجایا  
سمانوں کے آرام کو خاصہ ہیں بچھوئے  
پھر شخص کو سماں یہ تیر نہیں ہوتا  
کتنی نے کہا خیر یہ بچھیک ہے لیکن  
میں آپ کے گھر آؤں یہ تیر نہ رکھنا

ان نرم بچھونوں سے خدا مجھ کو بچاتے

سو جائے کوئی ان پر تو پھر اٹھ نہیں سکتا

کڑے نے کہا دل میں سنی بات جو اُس کی  
پھانوں کے کس طرح کی بچت ہو دانا  
تو کا غم شام سے نکلتے ہیں جہاں میں  
دیکھو جسے نیا میں خوشامد کا ہے بند  
یہ سوچ کے کتنی سے کہا اُس نے بڑی بی  
اللہ نے بخشا ہے بڑا آپ کو رتبا  
ہوتی ہے اُسے آپ کی صورت کے محبت  
آکھیں ہیں کہ جیسے کی حکمتی ہوئی کنیاں  
چو جس نے بھی ایک نظر آپ کو دیکھا  
سر آپ کا اللہ نے کتنی سے سجایا  
یہ حسن یہ پوشاک یہ خوبی یہ صفائی  
پھر اس پر قیامت ہے یہ اڑتے ہوئے گانا  
کتنی نے سنی جب یہ خوشامد تو پس بھی  
بولی کہ نہیں آپ کے مجھ کو کوئی لٹکا  
انکار کی عادت کو سمجھتی ہوں نہیں  
سچ یہ ہے کہ دل توڑنا اچھا نہیں ہے

یہ بات کہی اور اڑھی اپنی جگہ سے پاس آئی تو مکڑے نے چپکل کر اُسے پکڑا  
بھوکا تھا کئی دن سے اب ہاتھ جو آئی  
آرام سے گھر بیٹھے کے مکتھی کو اڑایا

## ایک پیاز اور گلہری

(ماخوذ از ایرسن)

بچوں کے لیے

کوئی پہاڑ یہ کہتا تھا گل گلہری سے تجھے پو شرم تو پانی میں جا کے ڈوب کر  
ذرا سی چیز ہے اس غمگین کو کیا کہنا عیقل اور یہ سمجھو یہ شور کیا کہنا  
خدا کی شان ہے نا چیز چیز بن مٹھیں جو بے شور ہوں یوں باتمیز بن مٹھیں  
تری بساط ہے کیا میری شان کے لے لے زمیں ہے پست مری آن بان کے لے لے

جو بات مجھ میں سمجھو کہ وہ ہے نصیب کہاں

بھلا پیاز کہاں جانور غریب کہاں

کہا یہ سن کے گلہری نے زُمنہ سنبھال لرا یہ کبھی باتیں ہیں دل سے انھیں نکال لرا

جو نہیں تھی نہیں سیری طرح تو کیا پڑا  
نہیں ہے تو بھی تو آخر ٹھی سوج چھوٹا  
ہر ایک چیز سے پیدا خدا کی قدرت سے  
کوئی بڑا کوئی چھوٹا یہ اس کی حکمت سے  
بڑا جہان میں تجھ کو بنا دیا اس نے  
مجھے درخت پر چڑھنا سکھا دیا اس نے  
قدم اٹھانے کی طاقت نہیں اتجھ میں  
بڑی بڑائی ہے خوبی ہے اور کیا تجھ میں  
جو تو بڑا ہے تو مجھ سے ہنر دکھا مجھ کو  
یہ چھپا لیا ہی ذرا تو ڈر لکھا مجھ کو

نہیں ہے چیز بہی کوئی زمانے میں

کوئی بڑا نہیں قدرت کے کا رخنے میں

## ایک گائے اور بکری

(ماخوذ)

بچوں کے لیے

اگل چرگا لہ چری بھری تھی کہیں  
تھی سراپا ہمار جس کی زمیں  
کیا سماں اس ہمار کا ہو بیاں  
ہر طرف صاف نتیاں تھیں بواں  
تھے اناروں کے بے شمار درخت  
اوپر یہ کسے سید دار درخت

ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا میں آتی تھیں  
کسی ندی کے پاس اک بکری  
جب ٹھنڈہ کر اودھرا دھڑکیا  
پہلے جھجک کر اے سلام کیا  
طاہروں کی صدائیں آتی تھیں  
چرتے چرتے تر کہیں سے آنکلی  
پس اک گائے کو کھڑے پایا  
پھر سبتے سے یوں کلام کیا  
گاتے بولی کو خیر لپتھے ہیں  
ہے نصیبت میں زندگی اپنی  
اپنی قسمت بڑی ہے کیا کیسے  
رو رہی ہوں بُروں کی جان کن میں  
پیش آیا بلکہ نصیبوں کا  
اس سے پلا پڑے خدا نہ کرے  
ہوں جو ڈوبلی تو بیچ کھاتا ہے  
کن مندریوں سے رام کرتا ہے  
دودھ سے جان ڈالتی ہوں میں  
میرے اعتد! تری ڈالتی ہے  
کیوں بڑی بی! مزاج کیسے ہیں  
کٹ رہی ہے بڑی بھلی اپنی  
جان پر آہنی بٹے کیا کیسے  
دیکھتی ہوں خدا کی شان کج نہیں  
زور چلتا نہیں عنبر ہوں کا  
اسی سے کوئی بھلا نہ کرے  
دودھ کم دوں تو بڑھاتا ہے  
ہتھ کتھوں سے غلام کرتا ہے  
اس کے بچوں کو پالتی ہوں میں  
بلے نیکی کے یہ بُراتی ہے

سُن کے بکری یہ ماجرا سارا  
بات سچتی ہے بے مزا لگتی  
یہ چپراگ، ٹینٹنڈی ٹھنڈی ہوا  
ایسی خوشیاں ہیں نصیبیہاں  
بولی، ایسا جگہ نہیں اچھا  
میں کہوں گی مگر حسد لگتی  
یہ پرری گھاس اور یہ سیا  
یہ کہاں بے زبان عزیز کہاں  
نطفہ سارے لے س کے دم سے ہیں  
یہ مزے آدمی کے دم سے ہیں  
قید ہم کو بھلی کہ از آدمی  
اس کے دم سے ہے اپنی آبادی  
داں کی گزراں سے بچائے خدا  
سوطرح کا بنوں میں ہے کھٹکا  
ہم پہ احسان ہے بڑا اس کا  
قدر آرام کی اگر سبھو  
ہم کو زیب نہیں گلا اس کا  
گائے سُن کر یہ بات شرمائی  
ادھی کے بگھے سے پھٹائی  
دل میں پرکھا بھلا بُرا اُس نے  
اور کچھ سوچ کر کہا اُس نے

یوں تو چھوٹی ہے ذات بکری کی

دل کو لگتی ہے بات بکری کی



# بچے کی دُعا

(ماخوذ)

بچوں کے لیے

بہا پہ آتی ہے دُعا بن کے تمنا میری  
زندگی شمع کی صورت ہو خدا یا میری  
رُذنیہ کا مرے دُم سے اندھیرا ہو جاتے  
ہر جگہ میرے چمکنے سے اُجالا ہو جاتے  
ہو مرے دُم سے یونہی میرے وطن کی زینت  
جس طرح پھول سے ہوتی ہے چمن کی زینت  
مہ کی ہو مری پروانے کی صورت یا رب  
علم کی شمع سے ہو مجھ کو محنت یا رب!

مرے اللہ! بُرائی سے بچانا مجھ کو  
نیک جو راہ ہو اُس رو پہ چلانا مجھ کو

ہمدردی  
(ماخوذ از ولیم شوپر)  
بچوں کے لیے

کبھی شجر کی تنہا  
تھا کوئی اور اس بیٹھا  
اُڑنے چگنے میں دن گزارا  
چرچیز چھپا گیا اندھیرا  
جنگلو کوئی پاس ہی سے بولا  
کیسٹرا ہوں اگرچہ نہیں ذرا سا  
میں راہ میں روشنی کروں گا  
نے دی ہے مجھ کو مشعل

# ماں کا خواب

(ماخوذ)

بچوں کے لیے

جو اک شب تو دیکھا یہ خواب  
میں جا رہی ہوں کہیں  
بڑھا اور جس سے مرا اضطراب  
اندھیرا ہے اور راہ ہستی نہیں  
سٹار سے مرا بال بال  
قدم کا تھا دستے اٹھنا محال  
تو دیکھیا قطار ایک لڑکوں کی تھی  
سدا پاکے آگے بڑھی  
دیے سبے ہاتھوں میں جلتے ہوئے  
خدا جانے جانا تھا ان کو کہاں  
پشاک پہنے ہوئے  
مجھے اُس جماعت میں آیا نظر  
میں تھی کہ میرا پیر  
ہا اور سبز چلتا نہ تھا  
کے ہاتھوں میں چلتا نہ تھا



ساری ذرا تم نے کی گئے چھوڑ، اچھی دفاتم نے کی!  
نے دکھیا مرا بیچ و تاب دیا اس نے نمٹہ پھیر کر یوں جواب  
ہے تجھ کو جُدائی مری نہیں اس میں کچھ بھی بھلائی مری  
وہ کچھ دیر تک چُپ رہا دیا پھر دکھا کر یہ کہنے لگا

سمجھتی ہے تو سب کو کیا اسے؟

ترے آنسوؤں نے بھجایا اسے!

پرندے کی فریاد  
بچوں کے لیے

ہے یاد مجھ کو گزرا سوا زمانا وہ باغ کی بہاریں وہ سب کا چھپانا  
کہاں وہ اب اپنے کھونسے کی اپنی خوشی سے آنا اپنی خوشی سے جانا  
ہے چوٹ دل پر آتا ہے یاد جس دم شبنم کے آنسوؤں پر کلیوں کا شکر آنا  
پیار سی صورت وہ کاشی ہی ہوتی یاد جس کے دم سے تھا میرا ایشیا نا

بجوں میں گھر کو ترس رہا ہوں      ساتھ ہی تو ہیں وطن میں نہیں قید میں بیٹا ہوں  
کلیاں چھپولوں کی ہنس رہی ہیں      میں اس اندھیرے گھر میں قسمت کو بولا ہوں

اس قید کا الہی ڈکھڑا کے سناؤں

ڈرے یہیں قفس میں میں غم سے مر نہ جاؤں

حس چھپا ہے یہ حال ہو گیا ہے      دل غم کو کھار رہا ہے غم دل کو کھار رہا ہے  
مجھ کو خوش ہوں نہ سننے والے      دکھے ہوئے دلوں کی فیروزہ صدائے

آزاد مجھ کو کر دے او قید کرنے والے!

میں بے زبان ہوں قیدی تو چھوڑ کر دے

خُفتگانِ خاک سے استفسار

چھپ گیا اٹھی نقابِ رُوشم      شانہ ستی سے بکھرا ہوا کیسے شام  
شہ کی ہتھاری کسی کے غم سے      منہ چھپا کر شہ کے ماتم سے



واں بھی کیا سیر و سبیل پر چرچر تو نہیں؟

اس جہاں کی طرح اں بھی ڈول ہوتا نہیں؟

سناں اں سنسزل آرام ہے؟

صیت سوزی کی اں ترکیب ہے؟

غنائے اُس میں پرواز ہے؟

اں کا سماں یوں کی ہست ہو دے؟

سکین پائے دل مجھ پر بھی؟

ہے ہاں بھی رُوح کو آرام کیا؟

رہی تارِ مٹی سے کیا سمور ہے؟

یا رُخ بے پردہ حسنِ ازل کا نام ہے؟

آگ کے شعلوں میں نہاں مقصدِ تابدی ہے؟

موت کہتے ہیں جسے ازل میں کیا راز ہے؟

علمِ انساں اُس ولایت میں بھی کیا محدوس ہے؟

دلنِ تجرانی کدے ہے ہرٹ وہاں کے طو بھی؟

واں بھی انساں ہے قسطنقِ فوقِ استفہام کیا؟

یا محبت کی تجبلی سے سراپا نور ہے؟

تم بتا دو راز جو اس گنبدِ گرواں میں ہے

موت اں چھبٹا چھو کا نسا دلِ انساں میں ہے

اور رکھتی ہے تیری ادا سے  
یہ ریٹواف تری جسدہ کا دکا  
ت میں اسے آرام جاں ہے کیا؟  
سانہ جہاں میں جو تیری ضیاء ہو  
ہے حضور میں اس کی نماز ہے  
میں جو شِ عاشقِ حُسنِ قدیم ہے

ادابِ عشق تو نے نہ کھائے ہیں کیا سے؟  
چھوٹکا ہوا ہے کیا تری برقی نگاہ کا؟  
شعلے میں تیرے زندگی جاوواں ہے کیا؟  
اس تفتہ دل کا نخلِ تنہا پرانہ ہو  
نتھے سے دل میں لذتِ سوز و گداز ہے  
چھوٹا سا طور تو، یہ ذرا سا حکیم ہے

پروانہ اور ذوقِ تماشا سے روشنی

بکیرا ذرا اور تماشا سے روشنی!

## عقل و دل

دل نے ایک دن یہ دل سے کہا  
بھوٹے بھٹکے کی رہنما ہوں میں

میر، گزرفلاک  
میں، [www.Paksociety.com](http://www.Paksociety.com)

بوند اک خون کی ہے تو لیکن      غیرتِ لعل بے بہا ہوں میں  
دل نے سن کر کہا یہ سب سچ ہے      پر مجھے بھی تو دیکھ لیا ہوں میں  
رازِ ہستی کو تو سمجھتی ہے      اور آنکھوں سے دیکھتا ہوں میں  
ہے تجھے واسطہ مظاہر سے      اور باطن سے آشنا ہوں میں  
علمِ تجھ سے تو معرفتِ مجھ سے      تو خدا جو خدا نما ہوں میں  
علم کی انتہا ہے بے تابی      اس مرض کی مگر وہا ہوں میں  
شعشع تو محسنِ صداقت کی      حُسن کی بزم کا دیا ہوں میں  
تو زمان و مکاں سے رشتہ بیا      طائرِ بدردہ آشنا ہوں میں

کس بند ہی پہ ہے مہم مرا  
عرشِ پبیل کا ہوں میں

## صدائے درد

جل لہوں گل نہیں پڑتی کسی پہلو مجھے      ہاں بوٹے لے عیدِ آب گنگا تو مجھے  
سڑیں اپنی قیامت کی نفاقِ انجمن ہے      وصل کیسے تان اک شربِ فراقِ امیر ہے

نہ کی ہے تو لیکن  
نہ کر کہا یہ سب سچ ہے  
نہ کو تو سب جھتی ہے  
مجھے واسطہ مظاہر سے  
سے تو معرفت مجھ سے  
سے بے تابی  
تو محض صداقت کی  
و مکاں سے رشتہ پیا

غیرتِ لعلِ بے بہا ہوں میں  
پر مجھے بھی تو دکھ لہیا ہوں میں  
اور آنکھوں سے دیکھتا ہوں میں  
اور باطن سے آشنا ہوں میں  
تو حندِ اجو حندانہ ہوں میں  
اس مرض کی مگر وہا ہوں میں  
حُسن کی بزم کا رویا ہوں میں  
طاہرِ سدرہ آشنا ہوں میں

کس بند ہی پہ ہے ہمتِ مرا  
عرشِ پتلیوں کا ہوں میں!

صدائے درد

انگلی کے نیا آشنائی ہے غضب ایک فریمن کے دانوں میں عداوتی ہے غضب  
میں انخوت کی ہوا آئی نہیں افسوس میں کوئی لطفِ نغمہ یہ آئی نہیں

لذتِ قربِ مستیقی پر مٹا جاتا ہوں میں

اختلاطِ موجبہ ساحل کے گھبراتا ہوں میں

سہا ہے شاعری معجزیاں ہونہ فرمن ہی تو اس دانے کی پستی پھر کہاں  
خودِ ماجب کوئی مائل ہی نہ ہو شمع کو جلنے سے کیا مطلب جو محفل ہی نہ ہو  
خسبہ شہی سے بدلتا کیوں نہیں میرے آئینے سے یہ جو نہ نکلتا کیوں نہیں

کب زباں لکھولی ہماری لذتِ گفتار نے!

چھوٹا ٹالاجب کچھ تپش سکار نے

آفتاب



ہر شے میں زندگی کا تقاضا تجھی سے ہے

تیرا یہ سوز و ساز سہرا چھایا ہے

دل بے خرد بے روح رُواں بے شعور ہے

چشمِ خرد کو اپنی تھیلی سے نور دے

یہ روان ساکنِ نشتِ وندِ از تو

تیرا یہ نمود سدا کو ہمار میں

ز آئیدگانِ نور کا ہے تاجِ دار تو

از اذقیہ اول و آخر ضیاء تری

میں کا تماشا تجھی ہے

تیری جلوہ گری سے شبائے

جس سے زمانے میں نور ہے

بنا ہم کو ضیاءِ شعور دے

دل وجود کا سماں طرز تو

سال ہستی ہر جاندار میں

رکھی حیات کا پروردگار تو

بند کوئی نہ کوئی آستاری

شمع

فریادِ درگاہِ صفتِ دانہ سپند

اور گلِ فروشِ اشکِ شفقِ لوں کیا مجھے

ہیں میں بھیجوں شمعِ درد مند

نہ حرارتِ سوزِ دروں تجھے

جیسے میں نے کچیاں تری ضیا میں استیازِ دیرِ جسم میں چھپنا ہوا

ہے شانِ آؤ کی ترے ڈوسیا میں

پوشیدہ کوئی دل ہے تری جلوہ گاہ میں؟

تو کہ برقِ تجلی سے دور ہے بے درو تیرے روز کو سمجھے کہ نور ہے

ہے اور تجھے کچھ خبر نہیں بیابانِ اور سوزِ دروں پر نظر نہیں

میں اضطراب کے سیلابِ اربھی آگاہِ خطرِ اپنی بے قرار بھی

تھا یہ بھی کوئی ناز کسی بے نیاز کا

احساس نے یا مجھے اپنے کداز کا

ری مجھے رکھتی ہے بے قرارِ خوابیدہ اس شرم میں ہیں آتش کدے ہزار

یا زرفعتِ پستی اسی سے گل میں مہکِ شراب میں تھی اسی سے

بستانِ مہلِ گل و بوے یہ آگہی

سے خبر نہ پوچھ جا بے جو کی  
شام سراق صبح تھی میری نو کی  
لئے کہ قید سے میں آشنا نہ تھا  
زیب درختِ طور مرا آشیانہ تھا  
ہوں اور قفس کو چسپاں جانتا ہوں میں  
غربت کے غم لکے کو وطن جانتا ہوں میں

یا وطن فسر دگی بے سبب بنی

شوقِ نطنز کبھی کبھی ذوقِ طلب بنی

میں! انتہائے فریبِ خیال دیکھ  
مسجدِ ساکنانِ فلک کا مال دیکھ  
فراق کا ہوں شریا نشان چوں میں  
اہنگِ طبعِ ہائیم کون مکان چوں میں  
مجھے جو اُس نے تو چاہی مری نو  
تحریر کر دیا سب کو انہی ہست بود  
شبِ خاک میں رہنا پسند ہے  
بندش اگرچہ ہست ہے ہضموں بلند ہے  
میں غلط فکر کا یہ سارا تصورم  
عالمِ ظہورِ جلوتِ ذوقِ شعور ہے  
سندہ زمان و مکان کا ہند ہے  
اشفاق ہے گم کردہ اور ہوا

ہاں آشنا تے لب جو نہ راز کس کہیں  
پھر چھڑ نہ جلتے قصہ دار و رسن کہیں

## ایک آرزو

ملوں سے اکتا گیا چوں یار بنا  
بھگتا ہوں دل ڈھونڈتا ہے میرا  
کیا نطفہ انجمن کا جب دل ہی سمجھ گیا ہو  
ایسا سکوت جس پر تیرے بھی بند ہو  
دہن میں کوہ کے اک چھوٹا سا جھنوپڑا ہو  
دنیا کے عنعم کا دل کے کٹا نکل گیا ہو  
چشمے کی شو شوں میں باجا سا بج رہا ہو  
ساعندر ذرا سا لویا مجھ کو جہاں نما ہو  
شرابے جس سے جلوت خلوت میں وہ ادلی ہو  
نہنھے سے دل مدائیں کر دکھانا نہ کچھ مرا ہو  
سے ہونے سے سیریں بس

آنکھوں میں میں کی سویا چہا سو سبزہ  
پانی کو ٹھوہر چہی جھک جھک کے گل کی کشنی  
منہ می لگائے سو ج جب شام کی دلہن کو  
راتوں کو چٹنے والے رچا تیں تھک کے جنم  
بجلی چمک کے ان کو کشیا میری دکھائے  
پھیلے پھر کی کوتل، وہ صبح کی سوؤن  
کانوں پہ ہونہ میسے ویر و جسم کا اسل  
پنہولوں کو اسے جس دم شبنم وضو کرنے  
اس خاشی میں جائیں اتنے بلند نالے

پھر پھر کے جھاڑیوں میں پانی چمک ہوا  
جیسے حسین کوئی آسینہ دیکھتا ہوا  
سرخمی لیے سنہری ہر پھول کی قبلا  
انیدان کی سید انوٹا جوا دیا  
جب آسماں پہ چڑھو بادل ٹھہرا ہوا  
نیں اس کا ہم نہا ہوں وہ یہ سیری ہم نوا  
روزن ہی جنہو سپہری کا مجھ کو سحر نوا  
رو نامرا وضو ہو، نالہ مری جھکا  
تاروں کے قافلے کو سیری صدا وراثا

ہر در ہندل کو رونا مارا رلا دے

بے ہوش جوڑے ہیں شاید انھیں جگا دے



## افتتاحِ صبح

شورِ شمسِ خانہِ انساں سے بلا تہ ہے تو      زینتِ بزمِ فنِ کلاں جس کو وہ غمِ سر ہے تو  
ہو ڈر کو شبِ راسِ صبح وہ گوہر ہے تو      جس پہ مائے افقِ نازاں ہو وہ زیور ہے تو

صفحہِ آیام سے ذراعِ مداشبِ میثا

اسماں سے نقشِ باطل کی طرح کوکبِ میثا

حُسنِ میراجِ بجا پارِ فنِ کلاں کے جلوہ گر      آنکھ سے اُٹتا ہے یک دمِ غمِ اب کی مے کا اثر

نور سے سورجِ چو جاتا ہے و اماں نظر      کھولتی ہے چشمِ ظاہر کو ضیاءِ تیری مگر

دُسو مڈتی ہیں جس کو آنکھیں وہ تماشا چاہیے

چشمِ باطن جس کے کھل جاتے وہ جلو چاہیے

شوقِ آزادی کے دنیا میں نہ نیکے وصلے      زندگی بھر قیدِ زنجیرِ عشق میں ہے

زیرِ وبالِ ایک ہیں تیری نگاہوں کے لیے      آرزو ہے کچھ اسی چشمِ تماشا کی بجھے

انگِ بیری اور کے غم میں سرشکِ آباد ہے

ہمیا بختِ اُمیں سے دلِ آزاد ہے

بستہ رنگِ جھوہیت نہ ہو سیری بہا  
نوعِ انسان قوم ہو سیری وطن میرا جہاں  
ویدہ باطن پر رازِ بظہم قدرت ہو عیاں  
ہر شناساتے فلک شمعِ تخیل کا دھواں  
عقدہٴ خندا کی کاوش نہ تو پاتے مجھے

حُسنِ عشق آگینہ ہر شے میں نظر آتے مجھے  
صدہ آجاتے ہوا سے گل کی پتی کو اگر  
اشک بن کر میری آنکھوں سے چپک جاتے اثر  
دل میں جو سوزِ محبت کا وہ چھوٹا سا شہر  
شاہِ قدرت کا آئینہ جو دل میرا نہ ہو

سر میں خبرِ ہمہ دردی انسان کی سزاوار ہے  
تو اگر رحمتِ کبش ہنگامہ عالم نہیں  
پسے خبرِ عالم آرا سے جو تو محترم نہیں  
نورِ سجاوہ فلکِ گرم تماشا ہی رہا  
فیضیت کا نشان لے غیر اعظم نہیں  
پہرے ایک فترۃ خاکِ برآوم نہیں

اور تو نوشتہٴ پیڑ صبحِ منہ را ہی رہا  
آرزوِ نورِ حقیقت کی ہمارے دل میں ہے  
کس قدر لذت کشو و عقدہٴ شکل میں ہے  
یہی ذوقِ طلب کا گھر اسی محل میں ہے  
لطفِ حاصلِ تباری سب سے بے حاصل میں ہے

دردِ استفہام نے افسہ ترا پہلو نہیں  
جستجوئے از قدرت کا شکر ساتھ نہیں

## دردِ عشق

اے دردِ عشق! ہے گھرِ بے دار تو  
پہناں تیرے نقاب تیری جلوہ گاہ ہے  
آئی تھی ہوا چہرہ بہت بود میں  
ہاں ہنود نائیتوں کی تجھے جستجو نہ ہو  
نامحرموں میں دیکھ نہ ہو آتش کار تو  
ظاہر پرست محسنِ نوکی لگا ہے  
اے دردِ عشق! اب نہیں لذت نمود میں  
منت پذیر نازِ بے بس کا تو نہ ہو  
پانی کی بوند گریہ شبِ بنم کا نام جو  
اشکِ جگر گدازِ غمت از جو ترا  
آواز نے میں شکوہِ فرقت نہماں نہ ہو

یہ دوز نکمہ ہیں ہے کہیں چپکے بیٹھ رہ

جس دل میں تو لگیں ہے نہیں چپکے بیٹھ رہ

عافل ہے تجھ سے حیرتِ علم آفریدہ دیکھ! جو یا نہیں تیری نگہ نارسیدہ دیکھ



رہنے جسے جستجو میں خیال بلند کو  
حیرت میں چھوڑ دیدہ چلکت پسند کو  
جس کی جبار شوہر یہ ایسا چمن نہیں  
قابل تری نمود کے یہ انجمن نہیں  
یہ انجمن ہے کشتہ نظارہ مجاز  
مقصد تری نگاہ کا خلوت سرائے از

ہر دل سے خیال کی کستی سے چھڑ ہے  
کچھ اور اس جھل کے حکیموں کا طور ہے

## گل پڑ مردہ

کس زبان سے گل پڑ مردہ تجھ کو گل کہوں  
کس طرح تجھ کو تنہائے دل بل کہوں  
تمہی کبھی سوچ صبا کو ارہ نے بنباں ترا  
نام تھا صحن گلستاں میں گل خنداں ترا  
تیرے احسان کا نسیم بوج کو ہستہ ترا  
باغ تیرے دم سے گویا طبع عطف ترا

تجھ پر بساتا ہے شبنم دیدہ گریاں مرا  
سیر سی بڑوی کی ہے چھوٹی سی اک تصویر تو  
ہے نہاں تیری آواسی میں دل بیاں مرا  
خواب سیرنی ندکی تھی جس کی ہے تعبیر تو  
بچھوئے از نیستانِ حو حکایت می کنم  
بشنوئے گلن از جہاں تہا شکایت می کنم

# سید کی لوحِ ثبوت

اے کہ تیرا مرغِ جانِ تانِ نفس میں ہے آیا      اے کہ تیری نوح کا طائرِ نفس میں ہے آیا  
اس چین کے نغمہ چیداروں کی آواز ہی تو مجھ      شہرِ جواہرِ اسرارِ اسرارِ اس کی آبادی تو مجھ  
فکر رہی تھی مجھے جس کی وہ محسن ہے یہی      صبر و استقامت کی گھنٹی کا حاصل ہے یہی

سنگِ تربت ہے مرا کرویدہ تختِ تیرا دیکھ

چشمِ باطن سے فرا اس لوح کی تحریر دیکھ

دعا عتیرا اگر نسیب میں تیرے سیم میں      ترکِ نسیب تو کم کو اپنی نہ سکتا نہ کہیں  
وانہ کرنا فرست بندگی کے لیے اپنی زبان      چھپ کے ہے مینا ہوا اسنگ کا نہ عشرت میں  
دھل کے اسباب پیدا ہوں تری تحریر سے      دیکھ لو توئی دل نہ دکھ جائے تری تحریر سے

محفلِ نو میں پرانی دستاؤں کو چھیڑ

رنگِ پر جواب نہ آئیں ان فسانوں کو چھیڑ

تو اگر کوئی مدثر ہے تو سن میری صدا      ہے دلیر مئی ستارِ بایات کا عصا  
عرضِ طلب سے بھجک جانا نہیں زیبا تجھے      نیک ہے نیت اگر تیری تو کیا پرہا تجھے

بندہ مومن کا دل بیم و ریا سے پاک ہے

قوتِ فرماں روا کے سامنے بے باک ہے

ہوا اگر ہاتھوں میں تیرے خانہٴ معجزِ مستم      شیشہٴ دل ہوا اگر تیرا مثالِ جامِ جسم

پاک رکھ اپنی زبانِ تلمیذِ حسانی ہے تو      ہونے چاہئے کھینٹا تیری صدابے آواز

سونے والوں کو جگانے شعر کے اعجاز سے

خضرینِ باطل جلائے شعلہٴ آواز سے

## ماہِ نو

ٹوٹ کر خرید کی گشتی ہوئی غرقابِ نیل      ایک ٹکڑا تیرا پتھر ہے روئے آبِ نیل

طشتِ لڑوں میں کھلتا ہے شوق کا خرنِ ناب      نشترِ قدرت کے لیا کھول ہے نصدِ آفتاب

چرخ نے بالِ چراغی ہے عرشِ شام کی

نیل کے پانی میں یا مچھلی ہے غمِ غم کی

فائدہ تیرا وہاں ہے رتبتِ بانگِ درا      گوشِ انساں سن نہیں سکتا تری آوازِ پا

گھٹنے بڑھنے کا سماں آنکھوں دکھلائے ہے تو      ہے وطن تیرا کہ خضر سن ویس کو جاتا ہے تو

ساتھ لے زیادہ ثابت ناملے چل مجھے      خابِ حسرت کی غلش دکھتی ہے ایسے کل مجھے  
نور کا طالبِ جن گھبرا تاہوں اس رستی میں یہ  
طفکبِ سیاب پاہوں کتبِ رستی میں یہ

## انسان اور برہنہ قدرت

صبحِ خورشیدِ خشاں کو جو دکھیا میں نے      برہنہ مسمومہ رستی سے یہ پوچھا میں نے  
پر تو ہمر کے دم سے ہر جب لاتیرا      یہ سیمِ سیال ہے پانی تھے دریاؤں کا  
مہرنے نور کا زبور تجھے پھنایا ہے      تیری محفل کو اسی شمع نے چمکایا ہے  
گل و گلزار تھے جسد کی تصویریں ہیں      یہ سبھی سورۃ و آیتیں کی تفسیریں ہیں  
سُرخ پریشاں ہے چھپولوں کی دختوں کی پری      تیری محفل میں کوئی سبز کوئی لال پری  
ہے ترخے یہ گڑوں کی طبعی جہاں      بدلیاں لال سی آتی ہیں اُنھی پر بظنہ  
کیا جھلی لاتی ہے آنکھوں کو شفق کی لال      مئے گلزارِ خمِ شام میں تو نے ڈالی  
رتبہ تیرا ہے بڑا نشان بڑی تپے سیری      پردہ نور میں ستور ہے ہر شے تیری  
صبحِ ال گیت سراپا ہے تری سلوت کا      زریہ خورشیدِ نشان تک بھی نہیں ظلمت کا

نیں بھی آباو چوں اس نور کی بستی میں نہ  
جل گیا پھر مری تفتیر کا اختر کونو کونو؟  
نور سے نور چوں ظلمت میں گرفتار ہوں میں  
کیوں سنیہ روز سنیہ سخت سنیہ کار ہوں میں؟

نیں یہ کہتا تھا کہ آواز کسیں سے آئی  
بام گروں سے وہ یا صحن میں سے آئی  
ہے تے نور سے بستہ مری بود و نبود  
باغبان ہے تری ہستی پے گلزار چو  
انجمن حسن کی ہے تری تصویر ہوں میں  
عشق کا تو ہے جھینسہ تری تفسیر ہوں میں  
میرے گلے سے چنے کاموں کو بنایا ٹونے  
بارجہ مجھ سے اٹھا وہ اٹھا یا ٹونے  
نورِ خورشید کی محتج ہے ہستی میری  
اور بے منت خورشید چمک ہے تیری  
ہو نہ خورشید تو ویراں چو گلستاں میرا  
منزلِ عیش کی جانا نام چو زنداں میرا  
اے اے از عیاں کے نہ سمجھنے والا  
حلفتِ مہرِ امت میں اُلجھنے والا  
ہائے رغبت کہ تری اسکھ ہے پائید مجاز  
ماز زیب تھا تجھے تو ہے گلگرم نیاز

تو اگر اپنی حقیقت سے خبردار ہے

نہ سیرِ روز ہے پھر نہ سینہ کار ہے



# پیام صبح

(ماخوذ از لائٹ فیلو)

اجالاجبے ارضت جبین شب کی افشاں کا  
جگیا بیل رنگیں نوا کو آشیانی میں  
ظلمت شب سورہہ واٹھور سے توڑا  
پڑھا خوابی گن بریر افسون بیداری  
چوٹی باہم حرم پر آکے یوں گویا توں سے  
پنکاری اس طرح یوں پھٹن پر کھٹے ہو کر  
ویا یہ کم صحر میں چلوئے قانسے لڑوا  
سوئے کو زخیریاں جب تہی نڈوں کی ہستی

نہیں نہ کی سپ لائی صبح خنداں کا  
کنک رکھتے کر شانہ پلایا اس دھماکا  
اندھیرے میں اٹایا تاج زرش شہستان کا  
برہن کو ویاسین مخر شہید خشاں کا  
نہیں کھٹکا ترے دل میں نہ وہ مہر تاباں کا  
چٹک انچ پگڈنڈوں تو توں سے کھٹاں کا  
چھٹنے کو ہے جہنم بن کے پروردہ سیاہاں کا  
تو یوں بولی لطف ارہ و عیہ کر شہ خشاں کا

ابھی آرام سے لیٹے رہو نہیں بھر سچی آؤں کی  
سلاووں کی جہاں خواب سے تم کو جگاؤں کی



## عشق اور موت

(ماخوذ از مثنوی سن)

سُہانی مہو جو جہاں کی گھڑی تھی      تبسمِ فشاں زندگی کی کھی تھی  
کس میں سہ کو تاج زر بل رہا تھا      عطا چاند کو چاندنی چوہی تھی  
بیہ پیرہن شام کو دے رہے تھے      ستاروں کو تعلیم تابندگی تھی  
کس میں شیخ ہستی کو لگتے تھے پتے      کس میں زندگی کی کھی چٹوٹی تھی  
فرشتے رکھتے تھے شبنم کو رونا      ہنسی گل کو پہلے پہل آرہی تھی  
عطا دروہو تھا شاعر کے دل کو      خودی تشنہ کام سے بے خودی تھی  
آئیں اول اول گھٹا کالی کالی      کوئی حور چوٹی کو کھولے گھڑی تھی

زمین کو تھا دعویٰ کہ میں آسماں ہوں

مکان کہہ رہا تھا کہ میں لا مکان ہوں

غرض اس قدر نطفہ تھا سیارا      کو نطفہ لگی جو سہرا نطفہ را  
نک آزماتے تھے پرواز اپنی      جبینوں سے نورازل آشکارا

فرشتہ تھا ال، عشق تھا نام جس کا  
فرشتہ کہ پتلا تھا بے تابوں کا  
پے سیر فروس کو جا رہا تھا  
یہ پوچھا ترا نام کیا، کام کیا ہے  
جو اسن کے گویا قضا کا فرشتہ  
اڑاتی ہوں میں خبت ہستی کے پرزے  
مری آنکھ میں جاوے نیستی ہے  
مگر ایک ہستی ہے دنیا میں ایسی  
شر بن کے رہتی ہے انسان کچل میں  
نیکتی ہے آنکھوں سے بن کے آنسو  
سنی عشق نے گفتگو جب قضا کی  
گری اسن تبسم کی بجلی ابل پر

کہ تھی رہ سیری اس کی سب کا سہارا  
نگاہ کا ٹک اور پارے کا پارا  
قضا سے بلا راہ میں وہ قضا را  
نہیں آنکھ کو دید تیری گوارا  
اجل ہوں، مرا کام ہے آشکارا  
بجھاتی ہوں میں زندگی کا شرارا  
پیام فنا ہے اسی کا اشرا  
وہ آتش ہے میں سانسے اس کے پارا  
وہ ہے نور مطلق کی آنکھوں کا تارا  
وہ آنسو کہ جو جن کی تلخی گوارا  
ہنسی اس کے لب پر چولی آشکارا  
اندھیرے کا چہ نور میں کیا گزارا

بستا کو جو دیکھا فنا ہو گئی وہ  
قضا تھی سکا قضا ہو گئی وہ



## زُہد اور زندگی

اک مولوی صاحب کی سنا ہے کہ سنانی  
شہرہ تھا بہت آپ کی صوفی نشی کا  
کہتے تھے کہ یہاں ہے تصوف میں شریعت  
لبریزے زُہد سے تھی دل کی صراحی  
کہتے تھے بیان آپ کلمات کا اپنی  
مذت سے ہا کہتے تھے ہر سہ سے  
حضرت مرے ایک شناسا سے یہ پوچھا  
پابندی احکام شریعت میں ہے کیسا  
سنا ہے کہ کافر نہیں ہندو کو سمجھتا  
ہے اس کی طبیعت میں تشیع بھی فرسا  
سمجھا ہے کہ ہے راک عبادت میں دخل  
کچھ عار اسے جس فروشوں سے نہیں ہے

تیزی نہیں منظور طبیعت کی دکھانی  
کہتے تھے ادب ان کا اعلیٰ و ادالی  
جس طرح کہ الفاظ میں مضمر ہوں سنانی  
تھی تہ میں کہیں زور خیال ہر سنانی  
منظور تھی تسدا و مریدوں کی بھانی  
تھی زندگی سے زاپہ کی ملاقات پرانی  
اقبال کہ ہے شمری شش و معانی  
گو شعر میں ہے رشک کچھ ہمدانی  
ہے ایسا عقیدہ اثر فلسفہ دانی  
تفخیر علی ہم نے سنی اس کی بانی  
مقصود ہے مذہب کی مگر خاک اڑانی  
عادت یہ سہلے شعر ان کی ہے پرانی

گناہ جو ہے شب کو تو سحر کو ہے تلاوت  
لیکن یہ سنا اپنے مریدوں کے ہے میں نے  
مجموعہ اَضداد ہے اقبال نہیں ہے  
زندگی ہے سچی آگاہ شریعت سے بھی واقف  
اس شخص کی ہم پر توقیت نہیں کھاتی  
العقیدہ بہت طول دیا وعظ کو اپنے  
اس شہر میں جو بات پڑا جاتی ہے شب  
اک دن جو سربراہ ملے حضرت اہد  
فرمایا، شکایت وہ محبت کے سبب تھی  
میں نے یہ کہا کوئی گلہ مجھ کو نہیں ہے  
ختم ہے تسلیم مرا آپ کے آگے  
گر آپ کو معلوم نہیں میری حقیقت  
نیں خود بھی نہیں اپنی حقیقت کا شناسا  
مجھ کو بھی متا ہے کہ اقبال کو دیکھوں

اس منزل کے اب تک نہ کھلے ہم پر یہ جانی  
بلاغ ہے مانند حسد اس کی جوانی  
دل و فکر حکمت ہے طبیعت خفقتانی  
پوچھو جو تصوف کی تو منصور کا شانی  
ہو گا یہ کسی اور ہی اسلام کمانی  
تا دیر رہی آپ کی یہ نغز بیانی  
میں نے بھی سنی اپنے اجنبی بنانی  
پھر چھڑ گئی باتوں میں وہی بات پُرانی  
تھا فرض مرارہ شریعت کی دکھانی  
یہ آپ کا حق تھا زور و قریب مکانی  
پہری ہے تو ضلع کے سبب میری جانی  
پیدا نہیں کچھ اس سے تصور ہرمانی  
گہرا ہے سرے بجز خیالات کا پانی  
کی اس کی جذباتی میں نسبت اشک نشانی

اقبال بھی اقبال سے گاہ نہیں ہے  
کچھ اس میں سخن نہیں اللہ نہیں ہے

## شاعر

قوم کو یا جسم ہے افراد ہیں اعضائے قوم  
منزلِ صنت کے رہے پیا ہیں دستِ دہانے قوم  
محفلِ نظمِ حکومت، چہرے زیبائے قوم  
شاعرِ رنگین نوا ہے دیدہ بیسائے قوم

بتلائے درگواہی عضو بیڑوتی ہے اکلمہ

کس قدر دوسرے جسم کی پرتی ہے اکلمہ

## دل

قصتہ دار و رسن باز بھی طعن لائے دل  
یا رب اس ساغرِ لبریزی کے کیا چوگی  
اجبائے ابرنی سخنِ افسانہ دل  
جاوہرِ ملکِ بہت ہے خطِ پیانہ دل  
ابرِ رحمت تھا کہ تھی عشق کی بجلی یا رب!  
جل گئی مزیعِ ہستی تو آگ کا دائرہ دل  
حُسن کا بیج گراں مایہ تجھے مل جاتا  
تو نے فسرِ گدا دیا نہ لھو اہمی دیرانہ دل  
عرش کا بیج کبھی کعبے کا ہے دھوکا اس پر  
کس کی منزل ہے الہی امر کا نشتِ منزل

اس کو اپنا ہے جنوں اور مجھے سو اپنا  
دل کسی اور کا دیوانہ ، میں دیوانہ نکل  
تو سمجھتا نہیں لے زاہد ناداں اس کو  
رشتکِ صدمہ سجدہ ہے اک لغزشِ ستانہ دل  
خاک کے ڈھیر کو اکسیر بنا دیتی ہے  
وہ اثر رکھتی ہے خاکِ تبر پر اذہ دل  
عشق کے ام میں مچھنس کر سیر ہا ہوتا ہے  
برق لگتی ہے تو یہ نخل چہ اسو تلی ہے

## موج دریا

مضطرب کھتا ہے سیر اول بے تاب بگے  
عین ہستی ہے تڑپ صورتِ سیما بگے  
موج ہے نام مرا ، بھر ہے پایا بگے  
جو نہ زنجیر کسبج سلتہ گرداب بگے

اب میں شل ہوا جاتا ہے ٹوسن میرا

خار ماہی سے نہ اشکا کبھی دامن میرا

نہیں اھلتی ہوں کبھی جذبِ سیرِ کمال سے  
جوش میں سر کو شکستی ہوں کبھی ساحل سے  
ہوں وہ رہز کہ محبت ہے مجھے منزل سے  
کیوں تڑپتی ہوں یہ تو چھے کوئی میرے دل سے

زحمت تنگی دریا سے گریزاں ہوں میں

وسعتِ بحر کی فرقت میں پیشاں ہوں میں

# نصرت اے بزمِ حباں!

(ماخوذ از ایمرن)

نصرت اے بزمِ حباں، سونے وطنِ جانا ہے کیا  
آہ اس آبادی کے میں گھس لیا ہوں میں  
بکد میں افسردہ دل ہوں درجہٴ نعل نہیں  
تو سرے قابل نہیں ہے میں تھے قابل نہیں  
قید ہے دربارِ سلطانِ شہستانِ نیر  
تو کر نکلے گا زنجیرِ طلائع کا اسیر  
گو بڑی لذت ہی ہر سنگِ آرائی میں ہے  
اجنبیت سی مگر تیری شناسائی میں ہے  
مدتوں تیرے رخ و آراؤں سے ہم صحبت ہا  
مدتوں بے تاب موجِ بحر کی صورت ہا  
مدتوں بیخا ترے ہر سنگِ آرائی میں  
روشنی کی جستجو کرتا رہا ظلمت میں میں  
مدتوں ٹھونڈا کیا نطفہٴ گلِ خناریں  
آہ وہ یوسف نہ ہا تو آیا ترے بازار میں  
چشمِ حیرانِ حوٹھنڈی اب درنظر ہے کو ہے  
آرزو سال کی مجھ کو خان کے مائے کو ہے

چھوڑ کر مانند بوبتیرا چسپ جاتا ہوں میں

نصرت اے بزمِ حباں، سونے وطنِ جانا ہے کیا

گھر نیا ہے سکوت ہے امن کہار میں  
آہ یہ لذت کہاں ہو سیتی گرفتار میں

بزمِ شین بگوشِ سلا، رستِ بگلِ ہوں میں      ہے چمنِ سیرِ وطنِ ہمسایہٴ سبیلِ ہوں نہیں  
شامِ کو آوازِ چشموں کی سلاتی ہے مجھے      صبحِ فرشِ سبز کے کھل جگاتی ہے مجھے

بزمِ سستی میں ہے سب کو نخلِ آرائی پسند

ہے دلِ شاعر کو لیکن کتنی تنہائی پسند

ہے جنوں مجھ کو لہجہ آتا ہے ابوی میں      ڈھونڈتا پھر آتا ہے کس کو کوئی داوی میں؟  
شوقِ کس کا سبزِ ناروں میں پھرتا ہے مجھے      اور چشموں کے کناروں پر سلاتا ہے مجھے؟

طلعتِ نون ہے تو کشید کتنی عورت کا ہے میں      دیکھ لے غافلِ پاسیامی بزمِ قدرت کا ہے میں  
بزمِ وطنِ ششاد کا قمری کا میں ہم آرزویں      اس چمن کی غاشی میں گوشِ برآواز ہوں

کچھ جو سنتا ہوں تو اور دن کو سنانے کے لیے      دیکھتا ہوں کچھ تو اور دن کو دکھانے کے لیے  
عاشقِ عورت ہے دلِ نازاں میں اپنے گھر پیٹیا      خند زن ہوں سنہارا او اسکند پیٹیا

لیٹنا زیرِ شجر رکھتا ہے جب او کا اثر      شام کے تارے پہ جب تاتی ہو وہ کہہ کر غنہ  
علم کے حیرت کدے میں ہے کہاں کہاں بس کی نونہ

گل کی تپی میں غنہ آتا ہے از بہت بڑ



## فضل شیرخوار

میں نے چا تو تجھ سے چھینا ہے تو چھلاتا ہے تو  
مہراں ہوں میں مجھے نامہراں سمجھا ہے تو  
پھر بڑا ہونے کا اے نو وارہو مستی غم  
چھب نہ جائے دیکھنا بار کیا ہے تو کسٹم  
آؤ! کیوں کھوینے الی شے سے تجھ کو پیا ہے

کھیل اس کاغذ کے ٹکڑے سے تیرے لڑا ہے

گیند تیرے یہ کہاں پھینکی جاتی ہے کد  
وہ ذرا سا جانور تو ٹاٹھا ہے جس کا سر  
تیرا آستین تھا آزاد و غمبار آرزو  
آنکھ کھلتے ہی چپک اٹھا شہ آرزو  
ہاتھ کی جنبش میں تیرے بویہ میں پوشیدہ ہے  
تیری صورت آرزو بھی تیری نوزائیدہ ہے

زندگانی ہے تری آزاد و قید استیا

تیری آنکھوں پر چویدار ہے مگر قدرت کار

جب کسی شے پر بڑا کر مجھ سے چھلاتا ہے تو  
کیا تاش ہے زدی کاغذ سے من جاتا ہے تو  
آؤ! اس عادت میں ہم اپننگ ہوں میں بھی آ  
تو تلون آشنا میں بھی تلون آشنا  
عارضی لذت کا شیدائی ہوں چھلاتا ہوں میں  
جلد آجاتا ہے غصہ جلد من جاتا ہوں میں

سیری آنکھوں کو بھالیتا ہے حُرنِ بھاری  
کم نہیں کچھ تیری نادانی سے نادانی مری  
تیری صورت گاہ گریاں گاہ خندان میں بھی ہر  
دیکھنے کو نوجواں ہوں طفیلِ نادان میں بھی ہر

## تصویر درد

نہیں تکت کش تابشِ نیندِ آستانِ سیری  
خوشیِ غمت گونے بے بانی ہے بانِ سیری  
یہاں تو بات کرنے کو ترسی ہے بانِ سیری  
چمن ہر طرف بکھری ہوئی ہے آستانِ سیری  
چمنِ لالوں کے گل لڑکھائی طرزِ فنِ سیری  
ازدالی قمریوں کے جلوہ گویوں جہنمِ سبوں نے  
سرِ یادِ جوں حشرِ بھری ہے آستانِ سیری  
شکِ شمعِ آسمان کے پڑنے کی آنکھوں سے  
حیاتِ جاوداں مہربانی نہ مرگے ناگہاں سیری  
وہ گل ہوں میں گل کی ہے یاغراں سیری  
مرا و نا نہیں رونا ہے یہ گلستانِ سیری

”دردیں حسرتِ سرا عمرتِ افسونِ جبرِ رام“

”رفیضِ دلِ پیدہ زماغروشِ بے نفسِ رام“



خوشی روتی ہے جس کو ہمیں محروم مسرت پر  
میں فربہ شرمندہ گوش ساعت پر  
سکندر ہوں کہ آئینہ ہوں لکڑی و لوت پر  
سراپا نور جس کی حقیقت میں عظمت پر  
کسی کو کیا خبرے کہ میں تاج کس کی دولت پر  
میں دھچھوٹی سی دنیا ہوں کہ اپنی لایت پر  
میں اس خانہ ہستی میں ہر شے کی حقیقت پر

نیا آشنا ہے بزم عشرت پر  
ہوتی تھی یہ کوروتی ہے گویائی  
میں شہتِ خال لیکن کچھ نہیں کھتا  
ہے مگر ہستی مری مقصد قدرت کا  
پھسایا مجھ کو شہتِ خالِ صحرانے  
میں ممنون سیرِ عرصہ ہستی  
ساقی ہوں نہ ہستی ہوں نہ پیمانہ

مجھے لارز و عا الم دل کا آئینہ دکھاتا ہے  
وہی کہتا ہوں جو کچھ سامنے آنکھوں کے آتا ہے

کہ بامِ عرش کے طائر میں سے ہم بانوں میں  
مرا آئینہ دل ہے قصاکے رازدانوں میں

ہاں مجھ کو پورا تجس بیانوں میں  
ہے اک میرے جنونِ فتنہ سامان کا

چُسا کر استیں میں نکلیاں رکھی ہیں گروں نے  
 عسادلِ باغ کے غافل بیٹھیں آستانوں میں  
 سُن اے غافل صد امیری یہ سچی جینے جس کفر  
 وطن کی فکر کرنا وہاں نصیبت آنے والی ہے  
 ذرا دیکھ اس کو جو کچھ چور ہاتے ہوئے اٹھے  
 یہ خاموشی کہاں تک؟ لذتِ فرماوید اگر  
 نہ بھگو گے تو رٹ جاؤ گے اے ہندستانِ دلوا  
 دھر اکیسے بھلا کھد کُن کی آستانوں میں  
 زمیں چٹو ہوا دوسری صد ہوا آستانوں میں  
 تمھاری آستان تک بھی ہو گی آستانوں میں

یہی آئینِ قدرت ہے یہی اسلوبِ فطرت ہے

جو ہے اہل میں گامِ زنِ محبوبِ فطرت ہے

ہو یاد آج اپنے حسنِ نہاں کر کے چھوڑ دوں گا  
 لہو روئے نعل کو گلستاں کر کے چھوڑ دوں گا  
 جانا ہے مجھے ہر شمعِ دل کو سوزِ نہاں سے  
 تری تاریک اتوں میں چراغاں کر کے چھوڑ دوں گا  
 مگر غنچوں کی صورتِ ہوں دلِ دردِ آشنا پیدا  
 چمن میں شبتِ خاک اپنی پریشان کر کے چھوڑ دوں گا  
 پڑنا ایک ہی سیرج میں ان بکھرے دنوں کو  
 جو شکل ہے تو اس شکل کو آسان کر کے چھوڑ دوں گا  
 مجھے اے ہم نشین ہنسنے دشمنِ بلِ سینہ کا وہی ہے  
 کہ میں باغِ حبت کو نیاں کر کے چھوڑ دوں گا  
 دلخادوں کا جہاں جو مری آکھوں نے کیلئے ہے  
 تجھے بھی صورتِ آئینہ حیراں کر کے چھوڑ دوں گا

جو ہے پڑوں میں سہاں چشم بنیادیکھ لیتی ہے

زنانے کی طبیعت کا تقاضا دیکھ لیتی ہے

کیا رفت کی لذت کے دل کو آتا تو نے گزارے عمر سستی میں مثالِ نقشبِ طائونے

رہا دل بستہ محفلِ عمر اپنی نگاہوں کو کیا بیرونِ محفل سے نہ حیرت آتا تو نے

فخرا تارِ دل کو حسینوں کی داؤجِ گمرد بھی نہ اس آئینے میں اپنی ادا تو نے

تعصب چھوڑنا وہاں دوسرے آئینے خانے میں یہ تصویریں ہیں تیری جن کو مجھ سے بڑا تو نے

سر اپنا لہریں سدا و سوزِ زندگی جو جا سندا ساگرہ میں بند کئی ہے صدا تو نے

صفائے دل کو کیا آرائشِ رنگِ تعلق سے کتب آئینہ پر باندھی ہے او ناداں جنا تو نے

زنجیر کیا آسمان بھی تیری کج پہنی یہ و نامِ غصے سے سطر قرآن کو چسپ پاریا تو نے!

زبان سے لڑکیا توحید و عولی تو کیا حاصل بنایا ہے بت پندار کو اپنا حنا تو نے

گنوں میں تو نے یوسف کو دکھا جس کو کیا دکھا اے غافل جو طوقِ تقاضا سے کڑیا تو نے

ہوسِ بالے منبر ہے تجھے گھمینی کی

نصیحت بھی ترس سے ہاں افسانہ خوانی کی

دکھا وہ جس میں عالم سوز اپنی چشم پر نرم کو جوڑ پائے پرانے کو لڑو آتا ہے شبنم کو

زرا نظارہ ہی اے بوالہوس مقصد نہیں رکھ  
 اگر دیکھا بھی جس نے سائے عالم کو تو کیا کھیا  
 شجر ہے فرقہ آرائی، تھکتے شمس کا  
 نہ تھا جذبہ خوشی کے اک بل گل تک بھی  
 بنایا ہے کسی نے کچھ کچھ کر چشم آدم کو  
 نظر آئی نہ کچھ اپنی حقیقت جام سے جم کو  
 یہ وہ مہل ہے کہ جنت تک نکلو آتا ہے آدم کو  
 یہ رفت کی تباہ ہے کہ لڑائی ہے شبنم کو  
 یہ زخمی آپ کر لیتے ہیں پیدا اپنے مرہم کو  
 یہ زخمی آپ کر لیتے ہیں پیدا اپنے مرہم کو

محبت کے شہرے دل سپر پانورہ جانا ہے

ذرا سے بیج سے پیدا ریاض طور جانا ہے

دو اہر ڈلھ کی ہے مجسہ روح تین از رو رہنا  
 شراب کے خوی سے تانکھک پاز ہے میری  
 علاج زخم ہے آزاہو احسان فور رہنا  
 شکست رنگ کے گلے میں بن کے بور رہنا  
 عبات چشم شاعر کی ہے ہر دم باہو رہنا  
 چمن میں آہ کیا رہنا جو بے آبرو رہنا  
 غلامی ہے اسیر استیاز ماو تو رہنا  
 تجھے بھی چلیے شل جاب آجو رہنا  
 اگر منظور ہے وہی میں او بیگانہ غار رہنا  
 ندرہ اپنوں سے بے پڑا، اسی میں خیمے تری

شرابِ پُوحِ پڑھے محبتِ نوریٰ انساں کی  
بلکھایا اس نے مجھ کو سٹیک جام و سبور سنا

محبت ہے کاپی سے شفا بیمار قوموں نے

ریلے سے اپنے بختِ نختہ کو بیدار قوموں نے

بیابانِ محبتِ دشتِ غربت بھی وطن بھی ہے  
یہ دریا نہ تفس بھی آستینہ بھی چمن بھی ہے

محبت ہے ہونزل ہے کہ منزل بھی ہے صحرا بھی  
عزس بھی کا دریا بھی راہِ بربری راہِ پرن بھی ہے

مرض کہتے ہیں سب کو یہ ہے کہ میں مرضِ اسیا  
چھپا جس میں علاجِ کروشنِ جرن کن بھی ہے

خانا اول کلمہ کو یا سہرا پانور جو جانا  
یہ پروانہ جو سہرا ہوا شمعِ انجمن بھی ہے

وہی الٰہِ حسن ہے لیکن نظر آتا ہے ہر شے میں  
یہ شیریں بھی ہے گویا بیستوں بھی، گویا کون بھی ہے

اجازا ہے تیر بختِ آہیں نے قوموں کو  
سے اہل وطن کے دل میں کچھ غلبہ وطن بھی ہے

سکوتِ آموز طولِ استکانِ رو ہے وز  
زبان بھی ہے سارے نمونہ میں اربابِ سخن بھی ہے

”نیکر دید کو تہ رشہ میر معنی رہا کروم“

حکایت ہو بے پایاں سخاوشی ادا کروم“



## نالہ فراق

(آرنلڈ کی یاد میں)

جا بسا مغرب میں آفرائے تکیاں تیرے اکھیں      اوہ بشرق کی پسند آئی نہ اس کو سہ نہیں  
آگیا آج اس صداقت کا مے دل کو یقین      غلط شب خیالے اور فرقت کم نہیں

”تازا توشن و عشن داغ حیرت چنیدہت“

ہچو ہچو کشتہ چہ چشم گنہ خبیہت“

گشتہ عزت ہوں آبادی میں گہرا ہوں میں      شہرے سو دلی شدت میں نکل جاتا ہوں میں  
یاد ایام سلف سے دل کو تڑپاتا ہوں میں      بھر تکیں تیری جانب ڈرتا آتا ہوں میں

آگے گو مانوس ہے تیرے رز و دیوار سے

جنبت ہے مگر پیہ دامری فقاہت سے

وزہ سے دل کا خورشید آشتا ہونے کو تھا      آستہ ٹوٹا چوہا سلم نما ہونے کو تھا  
نخل میری آرزوؤں کا ہر ہونے کو تھا      اوہ کیا جانے کوئی میں کیا سے کیا ہونے کو تھا

اہر جرت و اس از طرز اہن بر چیدہ و رفت

اندکے بچسپ ہلے آرزو بارید و رفت

تو کہاں ہے اے کلیم فرودہ رہیناے علم      تھی تری موج نفس بادشاہ افزائے علم  
اب کہاں وہ شوق رہ پیمانے صحرائے علم      تیرے دم سے تھا چلنے سر میں بھی سوائے علم  
شورِ سیلی کو کہ باز آرایشِ دو اکند

خاکِ محبتوں اغبارِ خاطرِ صحرائے علم

کھول دے گا دشتِ دشتِ حقدہ تقدیر کو      توڑ کر پنچوں کا نہیں پنجاب کی زنجیر کو  
وہ کہتا ہے دیدہ حیران تری تصویر کو      کیا تسی ہو ملگر وہ یہ نصیر کو  
تساہ گویا آئی نہیں دکھتا اور پن تصویر کا  
خاموشی کہتے ہیں جس کو کہ ہے سخنِ تصویر کا

## چاند

میرے زمانے سے کوسوں دور ہے تیرا وطن      ہے مگر دیرانے دل تیری کشش سے مجھن  
قصہ کس محفل کا ہے آتا ہے کس محفل سے؟      زور و دشاہ ہوا رنجِ زہن سزل سے  
افرنیش میں سرِ پانور تو ٹھکتے ہو میں      اس سچ و ذمی سپکین تیرا تم قسمت میں  
آہ نہیں جلتا چوں سوزِ اشتیاقِ امی سے      تو سرِ اپا سوزِ داغ منتِ خورشید سے

ایک حلقے پر اگست تم تری فغا ہے  
سیری گردش بھی مثال گردش کا ہے  
زندگی کی ہمیں گراں ہے تو حیران ہوں میں  
تو فروزناں محفل مستی میں ہے سوانح ہوں میں  
میں منزل میں جان تو بھی بے منزل میں ہے  
تیر جی محفل میں غاموشی ہے کیسے دل میں ہے  
تو طلب غم ہے تو میرا بھی یہی دستور ہے  
جاننی ہے تو تیرا عشق میرا نور ہے  
انجمن ہے ایک سیری بھی جہاں سہا ہوں میں  
مگر کا پرتو ترے حق میں ہے پیغامِ اہل  
پھر بھی لے ماہ بسین تیرا چوں تو ہے  
گرچہ میں غلٹت سراپا ہوں سراپا تو  
چاندنی ہے تو تیرا عشق میرا نور ہے  
بزم میں اپنی اگر ملتا ہے تو تنہا ہوں میں  
محو کر دیتا ہے مجھ کو جب وہ حسنِ ازل  
دور جس پہلو میں اٹھتا ہوں وہ پہلو ہے  
سیکڑوں منزل ہے فوق آگہی کے رُو تو

جو مری سستی کا مقصد مجھے معلوم ہے

یہ چکھنے ہے جس سستی مراد ہے

## بلالؓ

چمکاٹھا جوتاہ ترے تہتر کا  
جس سے تجھ کو اٹھا کر حجاز میں لایا  
تیرے غم لکے کی آبادی  
تیری غلامی کے صدمے تیرا آزادی



وہ آستان چھٹا تجھ سے ایک دم کے لیے کسی کے شوق میں تو نے نئے ستم کے لیے

جنا جو عشق تیرا آتی ہے وہ جنت ہی نہیں

ستم نہ تو تو محبت میں کچھ مزا ہی نہیں

نظر تھی صورتِ سلمانِ دوا شناس تری شرابِ بیہوش سے بڑھتی تھی اور پیاس تری

تجھے نظارے کا شہلِ کلیم سووا بھتا اویس طاقت دیدار کو ترستا تھا

مدینہ تیری نگاہوں کا نور تھا گویا ترے لیے تو یہ صحرا ہی طور تھا گویا

ترمی نظر کو دہی دید میں بھی حسرت دید ٹھنکے لے کہ سپید دے نیا سائید

گری وہ برق تری جانِ ناشکیبار کہ خندہ زن تری غلٹ تھی دستِ موٹی پڑ

پیشِ رشعلہ گرفتند بزل تو زوند

چہ برقِ صبودہ بخاشاکِ حاصل تو زوند

اواسے دید سے اپانیا ز تھی تیری کسی کو دیکھتے رہنا نماز تھی تیری

اواں ازل سے ترے عشق کا ترانہ بنی نماز اس کے نفاکے کا اک بہانہ بنی

خوشا وہ وقت کہ شربِ بھام تھا اس کا

خوشا وہ دور کہ دیدِ اجم تھا اس کا

# سرگزشتِ آدم

نہنے کوئی جری غربت کی آستان مجھ سے  
نجدایا قصۂ پیمان اولیں میں نے  
لگی نہ سیری طبیعت ریاضِ جنت میں  
پیشہ شور کا جب جامِ آتشیں میں نے  
رہی حقیقتِ عالم کی جستجو مجھ کو  
دکھایا اوجِ خیالِ فلکِ آتشیں میں نے  
بلا مزاجِ تفتیرِ پسند کچھ ایسا  
کیا ترار نہ زیرِ فلکِ کہیں میں نے  
نکالا کبے سے پتھر کی مورتوں کو کبھی  
کبھی بتوں کو بنایا حرمِ نشیں میں نے  
کبھی میں ذوقِ نظم میں طور پر پھنپ  
چھپایا نورِ ازلِ زیرِ آستیں میں نے  
کبھی صلیب پہ اپنوں نے مجھ کو لٹکایا  
کیا فلک کو سفرِ چھوڑ کر زمیں میں نے  
کبھی میں غارِ حسم میں چھپا ہا برسوں  
دیا جہاں کو کبھی جب ہمِ آخریں میں نے  
سنایا ہند میں آکر سردِ ربانی  
پسند کی کبھی یونان کی سرزمین میں نے  
دیارِ ہند نے جس دم مری صدا نہ سنی  
بسیا نطفہِ جاپانِ ملکِ چس میں نے  
بنایا ذروں کی ترکیب سے کبھی عالم  
خلافِ سبھی تسلیمِ اہلِ دین میں نے  
لوہ سے لال کیا سیکڑوں زمینوں کو  
جہاں میں چھری کے یہ کھارِ عقلِ دین میں نے

سمجھ میں آئی حقیقت نہ جب ستاروں کی  
 ڈرا سکیں نہ کیسا کی مجھ کو تمہاریں  
 انھی سال میں اتنی گزار دیں میں نے  
 بسکھایا ستارے گردش زمیں میں نے  
 کشش کا راز ہو یا کیا زمانے پر  
 لگا کے آتے عقل و ہور میں میں نے  
 کیا اسیر شعاعوں کو برقِ مُضطرب کو  
 بنا دئی عیتِ جنت یہ سرزمیں میں نے  
 مگر خبر نہ ملی آہ! بارِ ہستی کی  
 کیا خبر ہے جہاں کو تہ نگیں میں نے

چوٹی جو چشمِ ظاہر پرست و آخر  
 تو پایا خانہ دل میں اُسے مکین میں نے

## ترانہ ہندی

سائے جہاں سے اچھا بند توں ہمارا  
 غربت میں جوں اگر ہم رہتا ہے دل وطن میں  
 ہم بلبلیں ہیں اس کی یہ ہستیاں ہمارا  
 پرت وہ سب اونچا آسماں کا  
 سمجھو وہیں ہمیں بھی دل ہو جہاں ہمارا  
 گووی میں ٹھلتی ہیں اس کی ہزاروں کیا  
 وہ سنتری ہمارا وہ پاسباں ہمارا  
 اتر اتر سے کنا سے جب کاراں ہمارا  
 لے آئے وہ لنگھا! وہ دن ہیں یاد تجھ کو؟

مذہب نہیں بکھاتا آپس میں کھینچنا  
ہندی ہیں ہم وطن ہے ہندوستان ہمارا  
یونان مصر روم اسبٹ گئے جہاں سے  
اب تک گھر ہے باقی نام و نشان ہمارا  
کچھ بات ہے کہ ہستی مٹی نہیں ہماری  
صدیوں ہے اسے دشمن ہو رہا ہمارا

اقبال کوئی محرم اپنا نہیں جہاں میں  
سلام کیب کسی کو درپوش ہمارا

## جگنو

جگنو کی روشنی ہے کاشانی چمن میں  
یا شمع جل رہی ہے پھولوں کی انجمن میں  
آیا ہے آسمان سے ڈگر کوئی ستارہ  
یا جان پڑ گئی ہے ہستاب کی کرن میں  
یا شب کی سلطنت میں ن کا سفیر آیا  
غربت میں آگے چمکا گناہ تھا وطن میں  
تکمرہ کوئی گرا ہے ہستاب کی قبا کا  
وزہ سے یا نایاں سورج کے پیرہن میں  
خُسرِ قدیم کی یہ پوشیدہ اک جھلک تھی  
لے آتی جس کو شدتِ خلوت سے انجمن میں  
چھوٹے سے چاند میں سے نخلت بھی تھی بھی  
نکلا کبھی گھن سے آیا کبھی گھن میں

پروانہ اک چمکا جب گھن بھی اک چمکا

وہ روشنی کا طالب یہ روشنی سرا

ہر چیز کو جہاں میں قدرت نے البرہمی  
پروانے کو تپش ہی جگنو کو روشنی  
زنجیں نو بسا یا مرعنا بن زبان کو  
گل کو زبان کے تر تعسیم خاشی وی  
نظارہ شفقت کی خوبی زوال میں تھی  
چمکا کے اس پر ہی کو تھوڑی سی ندگی ہی  
زنجیں کیا حسرت کو باہلی دلہن کی صورت  
پہنا کے لال جوڑا شبنم کی آرزوی ہی  
سایہ و یا شجر کو، پرواز وی ہو لو  
پانی کو وی، وانی، سو جوں کو بے کلی ہی

یہ امتیاز لیکن ال بات ہے ہماری

جگنو کا ون ہی ہے جو رات ہے ہماری

حُسنِ ازل کی پیدا ہر چیز میں جھکتا ہے  
انسان میں وہ سخن ہے غنیمت میں چمکتا ہے  
یہ چاند آسمان کا شاعر کا دل ہے لویا  
واں جانندی ہے جو کچھ یوں وردگی کستا ہے  
انداز گفتگو نے دھوکے ویے ہیں رند  
نغمہ ہے نونے بل، بُو پھول کی چمکتا ہے  
کثرت میں ہو گیا ہے وحدت کا راز مخفی  
جگنو میں جو چمکتا ہے وہ پھول میں دھکتا ہے

یہ اختلاف پھر کیوں تنگاموں کا محل ہو

ہر شے میں جبکہ پہناں حسرت ہی ازل ہو



## صبح کا ستارہ

لطفِ مسابلی شمسِ قمر کو چھوڑوں اور اس خدمتِ پیغامِ سحر کو چھوڑوں  
میرے حق میں تو نہیں تاروں کی بستی اچھی اس بندی زمین و لوں کی بستی اچھی  
آسماں کیا عدمِ آبا و وطن ہے میرا صبح کا وہ امنِ صہد چاکِ کفن ہے میرا  
میری قسمت میں ہے ہر روز کا مرنا جینا ساقی موت کے ہاتھوں سے صنوی مینا  
نہ یہ خدمت نہ یہ عزت نہ یہ رافت اچھی اس لٹری بھر کے چلنے سے تو غفلت اچھی

میری شہرت میں جو ہوتا تو نہ خدمت بنتا

قہرِ دریا میں حکمتِ آئو کو نہ بنتا

واں بھی موجوں کی کشاکش سے جھلکھراتا چھو کر جب کہ نہیں زیبِ گلہو ہوجاتا  
چھپکنے میں مرزا حسن کا زیور بن کر زینتِ تاجِ سہرا بنوئے قیصر بن کر  
ایک پتھر کے جوگنڈے کا نصیباً جاگا خاتمِ دستِ سلیمان کا نگین بن کر رہا  
ایسی چیزوں کا ملکہ ہر مہر میں ہوا کامِ شکست ہے گھر بنائے گراں مایہ کا انجامِ شکست  
زندگی وہ ہے کہ جو ہونہ شناسائے اجل کیا وہ جینا ہے کہ جو جس میں تقاضائے اجل

ہے یہ انجسامِ الرزیتِ عالم ہو کر  
کیوں نہ گر جاؤں کسی بھولے شبنم ہو کر!

کسی پیشانی کے افشاں کے تاروں میں ہے  
کسی غلامِ کی آہوں کے شراروں میں ہیں  
اشکِ بن کر مٹاؤں گاں کے آنکھ جلاؤں میں  
کیوں اُن ہی کی آنکھوں کے ٹپک جلاؤں میں  
جس کا شوہر ہو زراں ہو کے زرد ہیں ستور  
شعور میدانِ عنایتِ وطن سے مجبور  
یاسِ اُتید کا نظارہ جو دکھلاتی ہے  
جس کی خاموشی سے تھر تھر بھی شرماتی ہے  
جس کو شوہر کی خیریتا پٹ شکیبائی ہے  
اور نگاہوں کو حیا طاقست گویا ہے  
زرد و خست کی بھرنی عارضِ ظلموں سے  
کششِ حُسنِ حرمِ حرم سے افزوں ہو جائے  
لاکھ وہ ضبطِ کلمے پر میں ٹپک ہی جاؤں  
سُغیر میں زُپم سے چھٹاک ہی جاؤں

خاک میں بل کے حیاتِ ابدی پا جاؤں  
عشق کا سوز زبانی کو دکھاتا جاؤں

## ہندوستانی بچوں کا قومی گیت

چستی ہے جن زمیں میں پیغامِ حق سنایا  
تاک نے جس چین میں وحدت کا گیت گایا

تا آریوں نے جس کو اپنا وطن بنایا جس نے حجازیوں سے شہت عرب بھڑپڑا

میرا وطن وہی ہے میرا وطن وہی ہے

یونانیوں کو جس نے یہ لرن کر دیا تھا ساسے جہاں کو جس نے علم و ہنر دیا تھا

مشی کو جس کی حق نے زر کا اثر دیا تھا ترکوں کا جس نے اہن سیریں سے بھر دیا تھا

میرا وطن وہی ہے میرا وطن وہی ہے

ٹوٹے تھے جوتارے فارس کے آسمان سے پھر تابوے کے جس نے چمکائے لکھنؤ سے

دھند کی نے سنی تھی دنیا نے جس مکان سے میرے عرب کے اسی شہنشاہی ہوا جہاں سے

میرا وطن وہی ہے میرا وطن وہی ہے

ہند کے ظلم جس کے پربت جہاں کھینا فوج نبی کا اگر شہر جہاں سفینا

رفت ہے جس زمیں کی نام فلک کا زینا جنت کی ندگی ہے جس کی فضا میں سینا

میرا وطن وہی ہے میرا وطن وہی ہے

## نیا سوال

سچ کہ دوں لے برہن لگو تو برا نہ منے تیرے صنم کہوں کہتے ہو گئے پرانے



اپنوں سے سیر رکھنا تو نے بتوں کے کھیا  
جنگل جہاں سلکھایا و اعظ کو بھی خدانے  
تنگ آگے میں نے سہر ذریہ جسم کو چھوٹا  
واعظ کا و اعظ چھوڑا چھوٹے ترے فسانے

پتھر کی ٹورتوں میں سمجھاپے تو خدا ہے

خاکِ وطن کا مجھ کو ہر ذرہ دیوتا ہے

ابغیر سیکے پونے اگل بار پھر اٹھادیں  
بچھڑوں کو پھر بلا دینے تبتبتن و آئی سدا دین

سوں پڑی ہوئی ہے مدت کے دل کی بستی  
آ، اگل نیاتھو الا اس ویس میں بنا دین

دنیا کے تیر تھوں سے اونچا پروا اپنا تیر  
دما بن آسمان سے اس ککلس بلا دین

ہر صبح اٹھ کے گائیں ستر وہ میٹھے میٹھے  
سائے پجاریوں کو مے پیت کی پلا دین

شکستی بھی شانتی بھی بھکتوں کے گیت میں ہے

دھرتی کے باسیوں کی لگتی پریت میں ہے

## داغ

عظمتِ غالب ہے اگل مدت کے پونہ زمیں  
مہدی مجروح ہے شہرِ خورشید کا مگن

توڑ ڈالی ہوئے غربت میں سینا کے آہ  
چشمِ محفل میں اب تک کے غیب ہے آہ

آج لیکن سناؤ اسرارِ حقیقہ میں ہے شمع روشن گنجلی بزمِ سخنِ ماتم میں ہے  
بیل وانی نے باندھا اس چمن میں شایا ہم نوا ہیں عیبِ دل باغِ ہستی کے جہاں  
چل بسا آغ آہِ بہت اس کی زینے میں ہے

آخری شاعرِ جہانِ باؤ کا خاموش ہے

اب کہاں دبا گپن وہ شوخی طرزِ بیاں آگ تھی کانو پرسی میں چرائی کی نساں  
تھی زبانِ آغ پر جو آرزو ہر دل میں ہے لیلِ سنی ہاں بے پروا یانِ محسوس میں ہے  
اب سب کے کفنِ نوحے کا سکوتِ گلِ کارا کون سمجھے گا چمن میں نازِ بسلِ کارا  
تھی حقیقت سے یہ غفلتِ فکر کی پڑاڑی

اسکے طے سار کی نشین پر ہی پرواز میں

اور دکھلائیں گے مضمون کی جہین بلکیاں اپنے فکرِ نکستہ آرا کی نکاسے پیاپیاں  
تلخیِ دوراں کے نقشے کھینچ کر لو آئیں گے یا تختیل کی نئی دنیا میں دکھلائیں گے  
اس چمن میں جوں گے پیدا بسلِ شیراز بھی سیکڑوں ساغر بھی ہوں گے صاحبِ اعجاز بھی  
انھیں گے آرزو چراغوں شمع کے بت خانے سے پلائیں گے تے ساتی تے پیمانے سے  
بکھی جانیں گی کتابِ دل کی تفسیر بہت ہوں گی لے آئے اب بانی اتیری تعمیر بہت

ہو ہو کھینچنے کا یہ سن عشق کی تصویر کون

اٹھ لیا ناول سنگن مائے کا دل پر پیر کون؟

اشک کے دانے زمیں شہر میں ہوتا ہیں میں تو بھی رولے خاکِ فی و باغ کو دتا ہوں میں

لے جہان آبا، لے سرمایہ بزم سخن! ہو گیا پھر آج پامالِ سزاں تیرا ہیں

وہ گل رنگیں ترا رخصت مثال ہو جاو او بس جالی باغ سے کاشت نہاؤ دو جاو

تھی نہ شاید کچھ کشش ایسی وطن کی خال میں دوسرے کال ہو اپنا سن کن کی خال میں

اٹھ گئے ساقی جو تھے سے خانہ عالی دلیا

یادو کار بزمِ وطنی ایک سال رو گیا

ارزو کو خون رولواتی ہے بید او اجل مارتا ہے تیرا کئی میں صیت او اجل

گھس نہیں کسی شکایت کیے لیکن زبان بے سزاں کا رنگ بھی جیر قیامِ قہستان

ایک ہی قانونِ عالم کے ہیں سب باثر

ہوتے گل کا باغ سے گلچیں کا دنیا سے سفر

ابر

اتھنی پھر آج وہ پورے کالی کالی گھٹا سیاہ پوش ہو پھر پناہ سر بن کا

نہاں ہوا جو رخ ہم سر زردا من ابر  
ہوتے سرو بھی آئی سواہ تو سن ابر  
گرچ کا شور نہیں ہے خموش ہے گھٹنا  
عجیب کے کد قبہ خروش ہے گھٹنا  
چمن میں حکم شاہد ام لائی ہے  
قبائے گل میں گنہ گار نے لائی ہے  
جو چنول مہر کی لڑی سے سو چلے تھے اٹھے  
زمیں کی گوویں جو پکے سو ہے تھے اٹھے  
ہوائے زور سے بھرا بھرا اڈا بادل  
اٹھی وہ اڈھٹا نو برس ٹپا بادل

عجیب سید ہے اُسا کے نہالوں کا

یہیں قیام ہو واہی میں پھرنے والوں کا

## ایک پرندہ اور جنگنو

سیر شام ایک مرغِ نغمہ پیرا  
کسی ٹہنی پہ بیٹھا گار ہاتھا  
چمکتی چیزاں دیکھی زمیں پر  
اڈا طائر اُسے جنگنو سمجھا  
کہا جنگنو نے او مرغِ نواریزا  
نہ کہہ کیس پہ منقاہ پرستیز  
تجھے جس نے چمک لک لکھادی  
اسی اللہ نے مجھ کو چمکادی  
بہا سیر میں ستورہ چوں ہیں  
چنگلوں کے جہاں کا ٹورہ چوں ہیں

چمک تیری بہشت گوشِ اُچھے      چمک میری بھی فردوسِ نظر ہے  
پڑن کو کیسے قدر سے ضیاء دی      تجھے اُس نے صدائے اُل بادی  
ترسی منت ارکو گانا سکھایا      مجھے گزار کی شکل بنایا  
چمک بخشی مجھے آوازِ تجھ کو      دیا ہے سوز مجھ کو سازِ تجھ کو  
مخالف ساز کا تو تانسین سوز      جہاں میں ساز کا ہے زم شین سوز  
قیامِ بزمِ مستی ہے انھی سے      فلہوِ راج و پستی ہے انھی سے

ہم آہنگی کے مفضل جہاں کی  
اسی کے بہار اس بستاں کی

## بچے اور شمع

کیسی حیرانی ہے یہ اے طفلِ کب پروازِ خواہا      شمع کے شعلوں کو گھڑوین کی تیار ہے تو  
یہ میری آغوش میں بیٹھے ہوئے بخشش ہے کیا      روشنی سے کیا بغلِ میری ہے تیرا نہ عا

اس نظارے سے ترانہ ساول حیران ہے

یہ کیسی دلہیمی ہوتی ہے کی بکر چھپان ہے

شعاعِ الٰہی ہے لیکن تو سر پا ہو ہے      آو! اس محفل میں بیٹریاں ہے تو مستور ہے  
دستِ قدرت نے اسے کیا جانے کیوں غریاں کیا!      شجہ کو خاکِ تیرے کفنوں میں پہنا لیا  
نورِ میرا چمپا لیا زینتِ بگایا      غے غبارِ دیدہ بنیا حجابِ الٰہی

زندگانی جس کو کہتے ہیں فراہوشی ہے یہ

خوابِ بے ہفتا ہے ہر سستی کے ہوشی ہے یہ

محفلِ قدرت کے اک دریائے بے پایاں حسن      اک ٹکڑے الٰہیے تو ہر قطرے سے سینا کا وہاں حسن  
حسنِ کوہستان کی اسپتالِ خاشی میرے      بہر کی خوں ستری شب کی بس پویشی ہے  
اس صبح کی آئینہ پوشی میں ہے      شام کی عظمت شفق کی گلِ فروشی میں ہے  
عظمتِ دہرین کے بیٹے ہوئے تار میں      طغلبا نا آشنائی کو شش گشتار میں  
سائنس و صحیح کشش کی ہم آوازی میں ہے      نکتے نکتے طائر کی آئینا سازی میں ہے  
چشتہ نو سار میں دریا کی آوازی میں حسن      شہر میں صحرا میں دریا میں آباوی میں حسن  
زور کو لیکن کسی لم گشتہ شے کی ہے ہر      ورنہ اس صحرا میں کونیاں ہے یہی مثلِ جبر!

حسن کے علمِ حلوے میں بھی ہے تاج ہے

زندگی اس کی مثالِ اچھی ہے آج ہے

## کنارِ راوی

سکوتِ شام میں مجوسو ہے راوی  
نہ پوچھ مجھے جسے جو کیفیت سے دل کی  
پیامِ حسد سے کا یہ زیرِ وبم نہوا مجھ کو  
جہاں تمام سوا جسم نہوا مجھ کو  
سرفرازِ آبِ رواں کھڑا ہوں میں  
خبر نہیں مجھے لیکن کہاں کھڑا ہوں میں  
شرابِ سُرخ سے بچیں مچھڑے ہیں شام  
لیے ہے یہ فلکِ ستِ عرشہ وار میں جام  
عذمِ اوقاتِ روزِ تیزِ نگامِ چلا  
شفق نہیں ہے یہ سورج کے مچھول ہیں گویا  
کھڑے ہیں فروغِ غمستِ خزانے تہائی  
منابرِ خوابِ گوشوارِ چغتائی  
فسانہ ستمِ انقلاب ہے محفل  
کہاں زبانِ لفظ کی کتاب ہے محفل  
مقام لیا ہے سرِ جو شس ہے گویا  
شجرِ یہاں سخنِ بنِ خروش ہے گویا  
رواں ہے سینہ دریا پر اکِ غیبتِ تیز  
پول ہے موج سے طغ جہاں کرمِ ستیز  
سبک دوشی میں ہے مشنِ نگاہِ شیشی  
بیکل کے حلقہ حہ نظر سے درستی  
جہاں زندگی آدمی رواں ہے یونہی  
اندکے بھر میں پیدا یونہی نہاں ہے یونہی

شکستے کی یہ بھی آشنا نہیں ہوتا

نظر سے چھپتا ہے لیکن فنا نہیں ہوتا

## الْحَجَّاتُ مُسَافِرٌ

(بردرگاہِ حضرت محبوبِ الہیؑ، دہلی)

فرشتے پڑھتے ہیں جس کو وہ نام ہے تیرا  
بڑی جناب تھی فیضِ عام ہے تیرا  
سائے عشق کے تیری شش پھیر قائم  
نظامِ سرکری صورتِ نظام ہے تیرا  
ترسی لحد کی یار سے زندگِ دل کی  
یسع و خضر سے اونچا مقام ہے تیرا  
نہاں ہے تیری محبت میں نگاہِ محبوبی  
بڑی ہے شانِ بڑا احترام ہے تیرا

اگر سیاہ و لم، دلخ لالہ زارِ توام

وگرنہ چہینیم بگلِ بارِ توام

چمن کو چھوڑنے نہ جھلا ہوں مثلِ نسبتِ گل  
چلو ہے صبر کا منظر اور امتحانِ مجھ کو  
چلی ہے لے لے وطن کے نگار خانے سے  
شرابِ علم کی لذت کشاں کشاں مجھ کو  
نظر ہے پارِ برم پر زخستِ صحرا ہوں  
کیا خدانے مجھ تاجِ باغبانِ مجھ کو  
فنائنِ شمسِ صفتِ مہرِ مہرِ زمانے میں  
ترسی و عسل سے عطا ہوئے زبانِ مجھ کو  
مقام ہے سفروں سے جو اس قدر آگے  
کہ سمجھے منزلِ مقصود کا ڈاں مجھ کو



مری زبان تم سے کسی کا دل نہ دکھے  
کسی سے شکوہ نہ ہو پھر آسماں مجھ کو  
دلوں کو چال کر سے مثل شانہ جس کا اثر  
تری جناب کے ایسی نائے غماں مجھ کو  
بنایا تھا جسے چن چن کے خار غم سے  
چمن میں پھر نظر سے وہ آشیاں مجھ کو  
پھر آنکھوں میں دم مارو پھر چہرے میں  
کیا جنہوں نے محبت کا راز وہاں مجھ کو  
وہ شمع بارگاہِ حنا ندانِ ترنہوی  
رہے کاشلِ حرم جس کا آستان مجھ کو  
نفس سے جس کے لکھی سیری انزو کی گل  
بنایا جس کی مروت نے نکتہ داں مجھ کو  
دعا یہ کر کہ خداوند آسماں ہر  
کے پھر اس کی یار سے شاداں مجھ کو  
وہ میرا یوسف ثانی وہ شمعِ مثلِ عشق  
چوئی ہے جس کی اخوتِ قرار جاں مجھ کو  
جلا کے جس کی محبت نے فقر میں تو  
ہوائے عیش میں پانا کیسا جو ان مجھ کو  
ریاضِ ہر میں منہ بگل ہے خنداں  
کہ ہے عزیز تر از جاں وہ بان جاں مجھ کو

شگفتہ ہو کے کھنڈل کی بچپول ہو جائے  
یہ تہمت سے منہ قبول ہو جائے



# غزلیات



گنزار ہست بود نہ بگانہ وار دیکھ  
ہے دیکھنے کی چیز اسے بار بار دیکھ  
آیسے تُو جہاں میں شال شہار دیکھ  
ذمہ نہ جانے ہستی ناپا تار دیکھ  
مانا کہ تیری دیکھنے قابل نہیں ہیں  
تو میرا شوق دیکھ مرا منتظر دیکھ  
کھولی ہیں تیرے آنکھیں تیری لڑ  
ہرگز لہز نہیں نشتر کھپائے یار دیکھ



نہ اتنے پھیں اس میں تکرار کیا تھی  
مگر وعدہ کرتے ہوئے عار کیا تھی  
تھکے پیامی نے سب باز گھولا  
خطا اس میں سنبے کی سرکار کیا تھی  
بھری بزم میں اپنے عاشق کو تاڑا  
ترسی آنکھ سستی میں شہار کیا تھی

تامل تو تھان کو آنے میں قاصد مگر یہ بتا کر انکار کیا تھی  
کھینچے خود بخود جانب طور موٹی کشش تیری نے شوق بیکار کیا تھی  
کہیں ذکر رہتے ہیں تیرا  
فسوں تھاکوئی تیری گفتار کیا تھی



عجب اعظم کی دین داری ہے یارب! عداوت ہے اسے سارے جہاں سے  
کوئی اب تک نہ یہ سمجھا کہ انسان کہاں جاتا ہے آتا ہے کہاں سے  
وہیں سے رات کو ظلمت ملی ہے چمکتے نے پائی ہے جہاں سے  
ہم اپنی درد مندی کا فسانہ سنا کرتے ہیں اپنے راز داں سے  
بڑی باریک ہیں اعظم کی چالیں  
لرز جاتا ہے آواز اداں سے



لاؤں دہشتے کہیں سے آشیانے کے لیے  
وہ ناکامی نکالنے کے مال کو توڑا ہے  
بجیاں ہے تاجوں کو جہن کو خلانے کے لیے  
میں نے جس ڈالی کو تارا آشیانے کے لیے

آنکھ مل جاتی ہے ہفتادو دوست سے تری  
 ایک پیاز ترا سائے زمانے کے لیے  
 دل میں کوئی اس طرح کی آرزو پیدا کروں  
 لوٹ جائے آسمان سے مٹانے کے لیے  
 جمع کر عرض من تو پہلے اندہ اندہ چن کے تو  
 اسی ننگے کی لونی بجلی جلانے کے لیے  
 پاس تنہا نا کامی صیاد کا ہے ہم صوفیہ  
 ورنہ میں اور راز کے آتا ایک دانے کے لیے!

اس چین میں مرغ دل تھے نازاوی ظلیت  
 آوا بگوشن نہیں ایسے ترانے کے لیے



کیا ہوں اپنے چمن میں خدا کیونکر ہوا  
 اور اس حیرت و اہم ہوا کیونکر ہوا  
 جاتے حیرت پر اس کے زمانے کا ہوں میں  
 مجھ کو یہ خلعت شرافت کا عطا کیونکر ہوا  
 کچھ دکھانے دیکھنے کا تھا تقاضا طور پر  
 کیا خبر ہے تجھ کو اسے دل فیصلہ کیونکر ہوا  
 ہے طلب بے دعا ہونے کی بھی الٰہی دعا  
 دیکھنے والے یہاں بھی کچھ لیتے ہیں تجھے  
 مگر کمال پہنچا ہوا اس بے حجابی کا سبب  
 پھر یہ وعدہ و حشر کا صبر سہا کیونکر ہوا  
 وہ جو تمھارے ذہن میں نہاں خود نما کیونکر ہوا  
 موت کا نسخہ ابھی باقی ہے اے رفیق!

تو نے دیکھا ہے کبھی لے یہ ذہنِ عبرتِ رُگل  
 ہو کے پیدا خاک سے رنگیں قبائلوں کو  
 پریشانیوں سے مقصدِ تھاروئی ہری  
 وز نہ ظاہر تھا سبھی کچھ کیا ہوا کونو کمر ہوا

سیرے بننے کا تماشہ دیکھنے کی چیز تھی  
 کیا باتوں ان کا میرا سنا کیا ہو ہوا



انوکھی وضع ہے سارے مانے سے نزلے ہیں  
 عاشق کون ہی بستی کے یار ہے ہنسے ہاتھیں  
 علیحدہ درو میں بھی مڑکی لذت پہ مڑتا ہوں  
 جو تھے چھالوں میں کانٹے نولے نون سے نکالے  
 پھلا پھولا رہے یار بچن میری امیڈیں کا  
 جگر کا خون ڈے ڈے کرے ٹوٹے نہیں پہلے تیں  
 زلا عشق ہے میرا نزلے میرے نزلے میں  
 نہ تو چھو مجھ سے لذتِ خانمانِ بباد رہنے کی  
 نشین سبزوں میں بنا کر چھونٹ ڈالے ہیں  
 نہیں گیانی اتھی منسوقِ اہ نزل سے  
 ٹھہر جا لے شہزادہم بھی تو آخر ٹھنڈے والے ہیں  
 امید جو رہے سب کچھ کھار کھانے کا  
 یہ حضرت دیکھتے ہیں سیدھے سادے بھول جاتے ہیں

مے لے لے شعار لے باقبال ان کیوں سارے چوں کہ  
 مے ٹوٹے ٹوٹے دل کے یار ڈاگمیز نالے ہیں



غیاہر کی آنکھ سے نہ تماشا کرے کوئی  
سہو دیکھنا تو دیدہ دل وا کرے کوئی  
منصور کو نوح الہیٰ گویا پیام موت  
اب کیا کسی کے عشق کا دعویٰ کھمے کوئی  
سہو دیدہ کا جو شوق تو آنکھوں کو بند کر  
سے دیکھنا یہی کہ نہ دیکھا کرے کوئی  
نہیں انتہائے عشق ہوں تو انتہائے شہن  
دیکھے مجھے کہ تجھ کو تماشا کرے کوئی  
عذرا فرین جہرِ مجتہبے ہے خشن دوست  
محشر میں عذرا تازہ نہ پیدا کرے کوئی  
چھپتی نہیں ہے یہ نگہ شوق نہم شہین  
پھر اور کس طرح انھیں دیکھا کرے کوئی  
از بیٹھے کیا سجدے کے کعبہ لا طور پر حکیم  
طاقت ہو دید کی تو تصاخرے کوئی  
نظائے کوئیہ صنہبش شراکھ بھی ہے  
زرگس کی آنکھ سے تجھے دیکھا کرے کوئی

کھل جائیں کیا مئے ہیں تنائے شوق میں  
دو چار دن جو سہری تشارکے کوئی



کہوں کیا آئے تہ بے لیلیٰ مجھ کو کہاں تک ہے  
بے بازار کی رونق ہی سوائے نیاں تک ہے  
وہ کس جہن فریغ سے ہے غمگن زارین جاؤں  
ہوئے گل فراق ساقی نامہ رباں تک ہے

چمن افروز ہے صیاد میری خوشنوائی تک  
 وہی بجلی کی بے آبی ہو میرے کشیاں تک ہے  
 دُشبت خال ہوں فرض پریشانی سے صحر اہوں  
 نہ پوچھو میری سعت کی ریز سے آسماں تک ہے  
 جزم حق بنالہ خوابیدہ ہے میرے ہر گم پے میں  
 یہ خاموشی مری وقتِ حیل کو داں تک ہے  
 سکون دل سے سماں کشوہ کار پیدا کر  
 کہ عقدہ خاطر کو رو کا بک آب و داں تک ہے  
 چمن بزمِ حبت میں خمشی موت ہے بس  
 یہاں کی زندگی پابند ہی بہم فغان تک ہے  
 جوانی ہے تو ذوق دید بھی لطفِ تما بھی  
 ہمارے گھر کی آبادی قیام یہاں تک ہے

زبانے بھرمیں واہوں گرائے اتنے نادانی!

سمجھتا ہوں کہ میرا عشق میرے ازاں تک ہے



جنہیں میں قصو نہ تھا آسمانوں میں بیخون  
 وہ نکلے میرے طلعتِ خانہ دل کے مکینوں میں  
 حقیقت اپنی آنکھوں کی نایاں حبت کی اپنی  
 مسکن نکلا تھامے خانہ دل کے مکینوں میں  
 اگر کچھ آستنا ہو مذاقِ حبتِ سلٹی سے  
 تو گناب آستان کو بدجا بدجا حبتینوں میں  
 کبھی اپنا بظنظارہ لیا ہے تو نے اے محبوب  
 کہ لیلیٰ کی طرح تو جو بھی ہے محل نشینوں میں  
 میں نے وصل کے لظروں کی صوت اڑتے جاتے رہا  
 مگر لظروں کی لڑائی میں مسینوں میں

مجھے روکنے کا ٹولے ناخدا کیا غرق ہونے سے  
کرجن کھڑو بنا پڑو ڈوب جاتے ہیں سینوں میں  
پھٹیا یا حسن کو اپنے کلیم اللہ سے جس نے  
وہی ناز آفریں ہے جلوہ پیر ناز سینوں میں  
جدا کستی ہے شیک شاک سے کومرغ نفس ان کی  
الہی کیا چھپا ہوتا ہے اہل دل کے سینوں میں  
تتا درو دل کی پوت کو رخصت فقیروں کی  
نہ پوچھ ان ضرورت پوشوں ارادت کو تو دیکھ ان کو  
ترستی ہے نگاہ ہندس جس کنگھارے کو  
نہیں مٹا یہ اوپر بادشاہوں کے فخر نون میں  
یہ بیضیا لے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں  
وہ رونق آنکھوں کی ہے انھی غصوت لڑنیوں میں  
کہ خورشید قیامت بھی ہو میرے غمہ چینیوں میں  
یہ وہ ہے جسے رکھتے ہیں نازک اکہمینیوں میں  
بھلائے دل حسین ایسا بھی ہے کوئی حسینیوں میں  
تراز تہہ ہاڑ بھڑ چڑھ کے سب ناز آفرینوں میں  
بہت مدت سے چھپے ہیں تہ کے باریک بینیوں میں  
ادب پہلا تقریب سے محبت کے قرینوں میں

برا بھصوں انھیں مجھ سے تو ایسا ہونہیں سکتا

کہ میں وہ بھی ہوں اقبال اپنے نغمہ چینیوں میں





ترے عشق کی انتہا چاہتا ہوں      مری ساڈی دلچہ کیا چاہتا ہوں  
ستم جو کہ جو وعدہ بے حجابی      کوئی بات صبر آزما چاہتا ہوں  
یہ حبت مبارک ہے زرا پروں کو      کہ میں آپ کا سامنا چاہتا ہوں  
ذرا سا تو دل ہوں مگر شوخ آہن      وہی سن ترانی سنا چاہتا ہوں  
کوئی دم کا مہماں ہوں لے اہل محفل      چیراغِ خسروں بھجا چاہتا ہوں  
بھری بزم میں از کی بات کہہ وی  
بڑا بے ادب ہوں سزا چاہتا ہوں



گشاہ دست کرم جب بے نیاز کرے      نیاز مند نہ کیوں عاجزی پر نیاز کرے  
پشما کے عرش سج رکھا ہے تو نے اے عظیم      خدا وہ کیا ہے جو بندوں کے حقرا کرے  
مری نگاہ میں وورندہ ہی نہیں ساتھی      جو پریشیاری ہستی میں امتیاز کرے  
مدام گوشِ بل ہا یہ ساز ہے ایسا      جو ہوشکتہ تو پیدا نوائے راز کرے  
کوئی یہ تو ہے کہ واعظ کا کیا بڑا ہے      جبے عمل پر بھی حمت وہ بے نیاز کرے

سخن میں سوزِ الہی کہاں سے آتا ہے      یہ چیز وہ ہے کہ پتھر کو بھی گداز کرے  
تیز لالہ و گل سے ہے نالہِ مُبسل      جہاں میں انا کوئی چشم امتیاز کرے  
غروبِ زہد نے بکھلا دیا ہے واعظ کو      کہ بندگانِ جن اپر زبانِ راز کرے

نہوا سو ایسی کہ ہندوستان سے لے لے قبائل  
اڑا کے مجھ کو غبارِ حجب اڑ کرے



سختیاں کرتا ہوں دلِ بڑھئیے غافلِ چہ میں      ٹٹے کیا اچھی اسی ظالم ہوں میں عاملِ چہ میں  
میں جی تک تھا کہ تیری جلوہ پیرا لئی تھی      جنو و حق سے سٹ جاتا ہے وہ باطلِ چہ میں  
علم کے ریلے نہ کھلے غولِ نون کو ہر بدست      دائرِ محرومیٰ خرف چہ میں لبِ ساحلِ چہ میں  
چہ ہر قلت ہی کچھ میری شرافت کی دلیل      جس کی اغفلت کو نکالتے تیرے غافلِ چہ میں  
بزمِ ہستی اپنی آرائش پہ ٹونا زانِ چہ ہو      تو تو اک تصویر ہے محفل کی اور محفلِ چہ میں

دھونڈتا پھر تا ہوں لے لے قبائل اپنے آپ کو

آپ ہی کو یا سا فر آپ ہی منزلِ چہ میں





مجنوں نے شہر چھوڑا تو صحرا بھی چھوڑ دے  
 نکلے کی بپوس ہو تو سیلی بھی چھوڑ دے  
 واعظ اہل اہل ترک کے بلتی ہے یاں مراد  
 دنیا جو چھوڑ دی ہے تو عقبن بھی چھوڑ دے  
 تقلید کی روش سے تو ہتر ہے خود کشی  
 رستہ بھی ڈھونڈنا جنفر کا سو ابھی چھوڑ دے  
 مانند خانہ تیری باں پر ہے حرفِ نغیر  
 بیگانہ شے پہ نازش بے جا بھی چھوڑ دے  
 لطفِ کلام لیا جو نہ ہر دل میں دردِ عشق  
 ہسل نہیں ہے تو تو تر پین بھی چھوڑ دے  
 شہنم کی طرح چھو لوں پہ او چمن سے چل  
 اس باغ میں قیام کا سو ابھی چھوڑ دے  
 ہے عاشقی میں رسمِ لاک سے بیٹھنا  
 بت خانہ بھی جسم بھی کلیسا بھی چھوڑ دے  
 سو اگر ہی نہیں یہ عبادتِ خدا کی ہے  
 اے بے خبر جزاں تمنا بھی چھوڑ دے  
 اچھا ہے ال کے ساتھ ہے پاسبانِ عقل  
 لیکن کبھی کبھی ائے تنہا بھی چھوڑ دے  
 جینا وہ کیا جو پونفس نہیں پر دہا  
 شہرت کی زندگی کا بھر سا بھی چھوڑ دے  
 شوخی سی ہے سوالِ گلزار میں اے کلیم  
 شہرِ رضا سے کہ تقاضا بھی چھوڑ دے

واعظ شہوت لائے جو مے کے جاز میں

اقبال کو یہ ضد ہے کہ دنیا بھی چھوڑ دے



# حصہ دوم

(۱۹۰۵ء سے ۱۹۰۸ء تک)

حاضر  
رئیس مدرسہ اسلامیہ (الامام)  
۱۱ اکتوبر  
۳۱

آج جس زمانہ میں کہ آپ رہے۔ تو مجھ کو کئی باتیں یاد آ رہی ہیں  
پہلے سے جو تیرے لیے لکھی تھیں۔ مگر اب تو کئی اور باتیں یاد آ رہی ہیں  
جو تیرے لیے لکھی تھیں۔ مگر اب تو کئی اور باتیں یاد آ رہی ہیں

انسان کا جسم  
جو تیرے لیے لکھی تھیں۔ مگر اب تو کئی اور باتیں یاد آ رہی ہیں

تو ذہن پر تیرا ہے جس کو تیرے خیالوں کی شکل  
پہلے سے لکھی تھیں۔ مگر اب تو کئی اور باتیں یاد آ رہی ہیں  
جو تیرے لیے لکھی تھیں۔ مگر اب تو کئی اور باتیں یاد آ رہی ہیں  
جو تیرے لیے لکھی تھیں۔ مگر اب تو کئی اور باتیں یاد آ رہی ہیں  
جو تیرے لیے لکھی تھیں۔ مگر اب تو کئی اور باتیں یاد آ رہی ہیں

## محبت

عروسِ شب کی زلفیں تھیں انجمنِ آستانِ خم سے  
قرآنِ لباس میں تو میں بگایا بگاتا تھا  
ابھی امریکان کے ظلمت خانے سے بھجری ہے توجیہ  
کابلِ نظمِ ہستی کی ابھی تھی بہت دلایا  
سنا ہے عالمِ بالا میں کوئی کیسیا کرتا  
لکھا تھا عرش کے پاتے پہ پال بکلیا کسند  
نگاہوںِ مال میں رہتی تھیں کسین کیسیا لری  
بڑھتے ہیں خوانی کے بہانے عرش کی جناب  
پھر ایسا کجاہر نے اُسے میدانِ امکان میں  
چلتے سے مانگی پانڈے بُراغ جب گمانگا  
تزیینِ بجلی سے پائی عور سے پسینگی پائی  
ذرا سی پھر پو پتے سے شان بنے یازلی

تسکے آسمان کے بجز تھے لذتِ رم سے  
نہ تھا واقف ابھی کر دوش کے آئینِ تم سے  
مذاقِ زندگی پوشیدہ تھا پہلے عالم سے  
پرویدہ تھی ٹینے کی تنہا چشمِ حاتم سے  
صفا تھی جس کی خال پاپین ٹھکر سا عجم سے  
چھپتے تھے فرشتے جس کو چشمِ روحِ آدم سے  
وہ اس نئے کو بڑھ کر جانتا تھا اہمِ علم سے  
تسکے ڈی آخر برائی سمی پیسم سے  
چھپے لیا کوئی شے بارگاہِ حق کے حرم سے  
اڑائی تیری گئی تو ہی شب کی اُغلبِ برم سے  
حرارت لی نیشکے سے مسیحِ ابنِ بریم سے  
ملک سے بجز مئی اُفتادگی تعدیرِ شبنم سے

پسران اجزا کو کھولا چشمہ حیوان کے پانی میں      مرگب نے محبت نام پایا عرشِ عظیم سے  
موتوس نے یہ پانی پستی نوخیز پر چھڑکا      گرہ کھولی نہرنے اُس کے گویا کاہِ عالم سے  
پرہی جنبش عیاں قوتوں نے لطفِ خواب کو چھوڑا      گلے ملنے لگے اڑٹ اٹھ کے اپنے اپنے پرہوم سے

خوارم نازیایا آفتابوں نے ستاروں نے  
چمکے ٹخنوں نے پائی داغ پائے لالہ زاروں نے

## حقیقتِ حُسن

خدا سے حُسن نے اک بوزیہ سوال کیا      جہاں میں کیوں نہ مجھے تو نے لازوال کیا  
بلا جواب کہ تصویرِ حُسن ہے دنیا      شبِ بزمِ عدم کا فسانہ ہے دنیا  
ہوتی ہے گنگا تغیر سے جب نمونہ اس کی      وہی جس ہے حقیقتِ زوال ہے جس کی  
کہیں قریب تھا، کیفیت گو قمر نے سنی      فلک چم سہم ہوئی اخیر سحر نے سنی  
سحر نے مارے سے سُن کر سائی شبنم کو      فلک کی بات بتا دی زمیں کے محرم کو  
بھرتے پھول کے آنسو پیاہم شبنم سے      گلے کا نتخا سادل خون ہو گیا غنم سے  
چمن سے و اما چو اوسم بہار گیا      شبِ سیر کو آیا تھا سو گوار گیا



## پیام

عشق نے کر دیا تجھے ذوقِ مہش سے آشنا  
بزمِ گوشِ شبنمِ شبنمِ حاصلِ سُو سوارِ د  
شہینِ کرمِ پیرِ ہے مدارِ عشقِ کرہ کشائے کا  
ذریعہ جسم کی قید لیا جس کو بے نیاز ہے  
صوتِ شمعِ نور کی ملتی نہیں قبائے  
جس کو خدانہ وہم میں گریہ جساں لہاز  
تاکے میں وہ قمر میں وہ جہلو کہ سحر میں وہ  
چشمِ نظارہ میں نہ شو سرہ امتیاز نے  
عشقِ بندِ بال ہے رسمِ وہ نیاز سے  
حسن ہے سب نماز اگر تو بھی جواب دے

پیرِ مغانِ فرنگ کی مے کا نشا ہے اثر  
اس میں وہ کیفِ غم نہیں مجھ کو تو خازن ہے  
تجھ کو خبر نہیں ہے کیا! بزمِ کُن بل لہی  
ابنِ خدا کے واسطے ان کوئے مجاز ہے

## سوامی امیرتھ

سوم نعلِ دریا سے ہے قطرِ قہرِ تاب تو  
پیلے گوہرِ تھابن اب گوہرِ نایاب تو  
آہ لہو لاس ادا سے تو نے رازِ رنگِ بو  
میں ابھی تک چوں سیرِ استیازِ رنگِ بو

ہٹ کے غوغا زندگی کا شور سن مشربنا  
 یہ شمارہ بوجھ کے آتش خانہ آزر بنا  
 نفی ہستی ال کر شمر ہے دل آکاہ کا  
 لائے دیس میں نہاں آتی ہے اَلَا اللہ کا  
 چشم نابینا سے معنی معنی انبام ہے  
 تھم گئی جس دم تڑپ سیا سیا بی غم ہے  
 توڑ دیتا ہے ہستی کو ابرہہ عیش  
 پویشن کا وار ہے گویا تہ تیغ عیش

## طلبہ علی لڑھ کا لج کے نام

اوروں کے پیہ پیام اور میسر پیام اور  
 عشق کے درد مند کا کلمہ زکلام اور  
 طاہر زبیر ام کے نلے تو سن کچھ ہر دم  
 یہ بھی سنو کہ مالہ طلبا بام اور  
 اپنی تھی کوٹ سے صد ابر حیات ہے کول  
 کہتا تھا مور با تو ان نطفہ خرام اور  
 جذبِ حرم سے فروغِ انجمن حج جذا  
 اس کا مقام اور ہے اس کا نظام اور  
 مہر سے عیش جا وہاں فوق طلب الرنہ  
 گرو شہر آئی ہے اور گرو شہر عالم اور  
 شمع سحر یہ کہ لہی سوز ہے زندگی کا  
 علم کدہ نمود میں شہرہ دوام اور

باہ سے نیم برس ابھی شوق ہے نساہی

ہے نہ چشم کے سر پر تہ نشیب کلیسا ابھی

## خستِ صبح

ستارہ صبح کا روتا تھا اور یہ کہتا تھا      اہلی نگاہ مگر فرصتِ نظر نہ ملی

چوٹی ہے زندہ دم آفتاب کے پرشے      اماں مجھ کو تیرا ابنِ حسرت نہ ملی

بسا کیا ہے بھلا صبح کے ستارے کی

نفسِ جناب کا تابندگیِ شرارے کی

کہا یہ میں نے کہ اے زیورِ حسینِ حجاز      غمِ فنا ہے تجھے گنبدِ فلک سے اتر

ٹپکِ بند ہی گڑوں سے پرشہِ بنم      مرے ریاضِ سخن کی فضا ہے جہاں پڑ

میں باغباں ہوں محبتِ بسا ہے اس کی

پناشِ بلِ ابدِ پادار ہے اس کی

## حُسن و عشق

جس طرح ڈوبتی ہے کشتیِ سیرینِ ستر      نوبہِ خورشید کے لہوِ فان میں سچا کج ستر

جیسے جو جالی ہے گم نورِ گلے کے لڑکھیل      چاندنی راست میں سنا ہے ہم رنگِ کنول

بسوہ ٹور میں جیسے یہ بھینائے کلیم      سوجہ کہتے گلزار میں غنچے کی شمیم

ہے ترے سبب محبت میں یونہی دل میرا

تو جو محفل ہے تو چہ گناہ محفل ہوں میں      حُسن کی برق ہے تو عشق کا حاصل ہوں میں

تو نہ تھرے تو مرے اشک میں شبنم تیری      شامِ غربت ہوں اگر زین تو شفق تو میری

مرے دل میں تھی زلفوں کی پریشانی ہے      تری تصویر سے پیہامری حیرانی ہے

حُسنِ کامل ہے ترا، عشق ہے کامل میرا

ہے مرے باغِ سخن کے لیے تو باہر بسا      میرے بے تاب تخیل کو دیا تونے ستار

جب سے آباد ترا عشق ہوا سینے میں      نتے جو ہر سوئے پیدا کئے آئینے میں

حُسن سے عشق کی فطرت کو ہے تحریر کیا لیل      تجھ سے سر سبز ہوئے میری امیدوں کے زماں

قاف یہ چوگب آسوہ ہنسندل میرا

..... لی لو د میں پتی دلیکھ لہ

تجھ کو زودیدہ نگاہی یہ رکھا وہی کس نے      رمزِ آغازِ محبت کی بت وہی کس نے

ہر ادا سے تری پیہا ہے محبت کیسی      نیلی آنکھوں سے چمکتی ہے کاوا کیسی

دیکھتی ہے کبھی ان کو کبھی شہرتی ہے  
کبھی اٹھتی ہے کبھی لیٹ کے سوجاتی ہے  
اکلہ تیری صحبت آتے حیران ہے کیا  
نورا کا پی سے روشن می پہچان ہے کیا  
ماری ہے انھیں پونہچوں، عجب ناز ہے یہ  
چھڑے ہفتہ ہے یا پیار کا انداز ہے یہ؟  
شوخی تو ہوگی تو کوہی سے اُماریں گے تجھے  
رگڑ لیا پھول جو سینے کا تو ماریں گے تجھے  
کیا تجس ہے تجھے کس کی مثال ہے  
اے! کیا تو بھی اسی چہیز کی سوادنی ہے  
خاص انسان سے پختہ کا احساس نہیں  
صورتِ دل ہے یہ چیز کے باطن میں سکھیں  
شیشہ وہر میں مٹنڈے تاب عے عشق  
زُوجِ عور شید ہے خونِ گلِ متاب ہے عشق  
دل پر وزہ میں پوشیدہ کسک ہے اس کی  
نورِ زہ ہے کہ پشے میں جھک ہے اس کی

کہیں سامانِ سترت کہیں سازِ غم ہے  
کہیں لہر ہے کہیں اشک کہیں شبنم ہے

کلی

جب کھاتی ہے سہ عارضِ رنگیں اپنا  
کھول دیتی ہے کل سینہ زریں اپنا  
جلوہ آشم ہے یہ صبح کے خانے میں  
زندگی اس کی ہے عور شید کے پیمانے میں

سائے مہر کے دل جیسے کھلتی ہے

کس قدر سینہ شکنان کے لئے لیتی ہے

مے نور شید کبھی تو بھی اٹھا اپنی نقاب

بہر نظر وہ تڑپتی ہے نگاہ بے تاب

تیرے جلوے کا نشیمن ہو مے سینے میں

عکس آباہ تو سیرا مے آئینے میں

زندگی ہو ترا نظارہ مے دل کے لیے

روشنی ہو تیریں گوارا مے دل کے لیے

ذرا ذرا ہو مرا پھر طرب لہندہ زحیات

ہو عیاں جو ہر اندیشہ میں پھر سو زحیات

اپنے نور شید کا نظارہ کروں دور سے میں

صوفت چغچھچھم آئینہ شس ہوں نور سے میں

جان مضطر کی حقیقت کو نیاں کروں

دل کے پوشیدہ خیالوں کو بھی جان کروں

## چاند اور تارے

تارے کہنے لگتے تیرے

ڈرتے ڈرتے دمِ حیر سے

ہم تک بھی گئے چمک چمک

نقائے ہے وہی خاک پر

چلنا، چلنا، سدا م چلنا

کام اپنا ہے صبح و شام چلنا

بے تاجک اس جہاں کی ہمشے کہتے ہیں جسے سکون نہیں ہے  
رہتے ہیں ستم کش سرب تلکے انسان شجہ جبر سب

ہوگا کبھی ستم یہ ستم کیا

منزل کبھی آئے گی نظر کیا

کینے لگا چاند، نیم نشینو اسے مزے شب کے خوش چمنیا  
بُخشب سے ہے زندگی جہاں کی یہ رسم قدیم ہے جیساں کی  
ہے دور تا اس سب زمانہ کھا کھا کے طلب کا تازیانہ

اس وہ میں صتام بے محل ہے پوشیدہ قرار میں اجل ہے  
چلنے والے نکل گئے ہیں جو ٹھہرے ذرا، نکل گئے ہیں  
انجام ہے اس غرام کا حُسن آغا نے عشق، نتا حُسن

## وصال

بجستہ جس گل کی تڑپاں تھی ابے نعل مجھے خوبی قسمت سے آخر مل گیا وہ گل مجھے  
خود تڑپاتا تھا، چمن الوں کو تڑپاتا تھا میں تجھ کو جب رنگیں نوا پاتا تھا، شرماتا تھا میں

میرے پہلو میں دل مضطر نہ تھا سہا تبتا      ارتکابِ جرمِ الفت کے لیے بے تاب تھا  
نامرادی محسنِ گل میں مری شہور تھی      صبح میری آسنہ ڈاڑھ شبِ بھجور تھی  
از نفسِ در سینه زخاں گشتہ ز شترِ دِشتم

زیرِ خاموشی نہاں غوغا کے مشرِ دِشتم

اب تاثر کے جہاں میں وہ پریشانی نہیں      اہلِ طُشَن پر گراں سیری غزلِ غانی نہیں  
عشق کی لڑی سے شعلے بن گئے چھالے سے      کھیلنے ہیں بھلیوں کھاتا اب نالے سے  
غازہٴ الفت سے یہ خالِ سیاہ آئینہ ہے      اور آئینے میں کس ہمدومِ دیرینہ ہے  
قبیہ میں آیا تو حاصلِ مجھ کو آزادی ہوئی      دل کے لٹ جانے سے سیئے کھر کی آبادی ہوئی  
ضو سے اس نورِ شید کی اختر مر تابندہ ہے      چاندنی جس کے غبارِ راہ سے شرمندہ ہے

یک لفظ نہ کر دی آدابِ فنا آخوتی

اے جنکِ روزے کرنا شاکِ مرادِ اسخوتی





# سلیسی

جس کی نمود و نگین چشم ستارہ ہیں نے  
خورشید میں، قمر میں تاروں کی انجمن میں  
ضمونی نے جس کو دل کے غلّت کلمے میں پلایا  
شاعر نے جس کو دیجھا قدرت کے باطن میں  
جس کی چمک ہے پیدا، جس کی مہک ہویدا  
شبنم کے موتیوں میں مٹھولوں کے پیرہن میں  
صحرا کو ہے بسایا جس نے سکوت بن کر  
ہنکا مرہ جس کے دم سے کاشانہ چسپن میں  
ہر شے میں ہے نمایاں ہیں تو جمال اس کا  
انگھوں میں ہے سلیسی تیر کی حال اس کا



## عاشق ہر جانی



ہے عجب مجموعہ اعضاء اور اے قبیل تو  
تیسے ہنگاموں سے لے دیوانہ رنگیں نوا  
ہم شیش تاروں کا ہے نورِ فست پرانے  
عینِ شغل سے میں پیشانی ہے تیری بجز دراز  
شہل بونے گل لباسِ گناہ کے عریان ہے تو  
جانبِ منزلِ واں بے نقوش پاماند موج  
خُشنوئی ہے جسلی تیری فطرت کے لیے  
تیری ہستی کا ہے آئینِ حسن پر مدأ  
ہے حسینوں میں فانا آشنا تیرا خطاب  
روقی ہنگامہ محفل بھی ہے تنہا بھی ہے  
زینتِ گلشن بھی ہے آرائشِ صحرای بھی ہے  
لے زمین فرسا، قدم تیرا فلک پہنیا بھی ہے  
کچھ تیرے سسک میں نکتِ شربِ دنیا بھی ہے  
ہے تو حکمتِ آفرین لیکن تجھے نوا بھی ہے  
اور پھر اُفتاد و شہلِ حسبل دریا بھی ہے  
پھر غیب سے کتیرا عشق بے پروا بھی ہے  
تو کبھی ایک آستانے پر چہیں فرسا بھی ہے  
اے تو کون کیش! تو مشہور بھی نہوا بھی ہے

لے کے آیا ہے جہاں میں عادتِ سیاب تو

تیری بے تابی کے صدمے ہے عجب بے تاب تو



عشق کی ہر شے فکری نے کر دیا صحرا ہے  
 ہر جن اڑوں اس کے پہلو، زندہ چہر پہ لوگا  
 دل نہیں شاعرا کے لیے کیفیتوں کی دستخیز  
 ارز و ہر کیفیت میں اس کے جملے کی ہے  
 گو حسین بازہ ہے ہر لحظہ مقصود و نظر  
 بے نیازی کے ہے پیدا میری فطرت کا نیا  
 ہر تپ کس تپا شے شہرا چہ تپا  
 ہر تعاضا عشق کی فطرت کا چہرے کے غموش  
 جنت جو گل لے لیے پھرتی ہے ہر جزا میں مجھے  
 زندگی انفت کی درواجا میں کے ہے مری  
 سچا لڑو چھ تو افلاس تنہا ہے وفا  
 فیض ساقی شہنشاہ ساطرف دل دریا طلب  
 مجھ کو پید کر کے اپنا کتہہ چیس پید کیا

مشتِ خاک ایسی نہاں بریبا رکھتا ہوں میں  
 سینے میں سیاہ لونی تر شاہوار رکھتا ہوں میں  
 کیا خبر تجھ کو تو ذوقِ سینہ کیا رکھتا ہوں میں  
 مضطرب جن دل کون سا اشنا رکھتا ہوں میں  
 حُسن سے مضبوط سپیانِ وفا رکھتا ہوں میں  
 سوزِ سبازِ جستجو شل جبار رکھتا ہوں میں  
 ہر نہیں سکتا کہ دل ہی اشنا رکھتا ہوں میں  
 آہِ ابدہ کامل تجھ ہی مدعا رکھتا ہوں میں  
 حُسن بے پایاں ہے درِ ولادہ وار رکھتا ہوں میں  
 عشق کو آوازِ دوستورِ وفا رکھتا ہوں میں  
 دل میں ہر دم ال نیا محشر پہا رکھتا ہوں میں  
 تشنہِ آہم ہوں آتشِ نیر پار رکھتا ہوں میں  
 نقشِ حُسن اپنے مصوئے نگار رکھتا ہوں میں

مخمل ہستی میں جیسا کتاب و نشان  
پتھر خیل کس لے لائے آگہا رکھتا ہوں  
وہ سیاہاں طلب پوئستہ می او شمیم  
موج جسم شکستہ خویش برہوشیم

## کوششِ ناتمام

فرقتِ آفتاب میں کھاتی ہے پیچھے نما صبح  
چشمِ شوق ہے نونِ فشاں اخترِ شام کے لیے  
رہتی ہے قیس سوز کو سیلی شام کی ہوس  
اخترِ صبحِ ضطر ب تپ دام کے لیے  
کہتا تھا قطبِ آسمان قافلہٴ نجوم سے  
ہم سوز میں ترس گیا لطفِ غم کے لیے  
سوتوں گے نڈیوں کا شوق بھر کا نڈیوں کو عشق  
موجبہ بھر کو پیش باہ تمام کے لیے  
حُسنِ ازل کہ پودہ لالہ و گل میں ہے نہاں  
کہتے ہیں بے قرار ہے جلوہٴ غم کے لیے

رازِ حیات پوچھ لے خضرِ بختہ کام سے  
زندہ ہر ایک چیز ہے کوششِ ناتمام سے



## نوائے غم

زندگانی ہے مری مثل بہا پفاوش جس کی ہر رنگتے نغموں سے ہے لبریز آغوش

بریلو کوں مکان جس کی خموشی پیشا جس کے ہر تار میں ہیں سیکڑوں نغموں کے زرا

مخمسرتان فوکا ہے میں جس کا سکوت اور رشت کشن ہنگامہ نہیں جس کا سکوت

آہا تیسرے محبت کی بر آتی نہ کبھی

چوٹ مضر اب کی اس سانے نے کھائی نہ کبھی

مرا آتی ہے نسیم چسبن طو کبھی سست گردوں سے ہوائے نفس خود کبھی

چھیرا آہستہ سے ہوتی ہے مرا تار حیات جس سے ہوتی ہے ہر ہار روح گرفتار حیات

نغمہ یاس کی دھیمی سی صدا اٹھتی ہے اشک کے قافلے کو بانگِ اٹھتی ہے

جس طرح دفعہ شب بنم ہے مذاقِ رم سے

میری فطرت کی بلندی سے نوائے غم سے



## عشرتِ امروز

نہ مجھ سے کہہ کہ اجل ہے پیامِ عیش و سرور  
نہ کھینچ نکتہ کہ کیفیتِ شرابِ طہور  
فراقِ خور میں ہوں غم سے پکھلا نہ تو  
پری کو شیشہء الحسنات میں آواز نہ تو  
مجھے فریفتہ ساقی جمیل نہ کر  
بیابانِ جور نہ کر، ذکرِ سبیل نہ کر  
مقامِ امن ہے جتنا مجھے کلام نہیں  
شبابِ آہِ اہمان تک اُسے ڈار ہے  
وہ عیشِ عیش نہیں جس کا انتظار ہے  
نوو کے لیے منت پذیر نہ رہا ہو  
وہ سن لیا کہ جو محمدؐ چشمِ بنیا ہو

عجیب چیز ہے احساسِ مذکائی کا

عقیدہءِ عشرتِ امروز ہے جوانی کا

## انسان

قدرت کا عجیب یہ ستم ہے!

انسان کو راز جو بنایا  
راز اس کی نگاہ سے چھپایا

بے تاب ہے ذوقِ آگہی کا کھلتا نہیں بھیدِ زندگی کا

حیرتِ آغاز و انتہا ہے

اسی نے لکھ میں اور کیا ہے

ہے گرمِ حرامِ سورجِ دریا دریا سوئے بھر جا وہ پیمیا

باؤل کو چوا اڑا رہی ہے شانوں پہ اٹھائے لا رہی ہے

تارے سب شرابِ تقدیر زندانِ فلک میں پا بہ زنجیر

خورشید، وہ عابدِ سحرِ خیز لانے والا پیامِ 'رخسبز'

مغرب کی پہاڑیوں میں چھپ کر پیتا ہے مے سشن کا ساغر

لذتِ گیسرِ وجود پر شے سرستے، نمود پر شے

کوئی نہیں عنم کسارِ انساں

کیا تلخ ہے روزگارِ انساں

## جلوہِ حُسن

جلوہِ حُسن کہ ہے جس سے تباہے تاب پالتا ہے جسے آغوشِ تنہا میں شب

ابھی بنتا ہے عیالم فانی جس سے      ایک افسانہ زنجیں ہے جوانی جس سے  
جو رکھتا ہے ہمیں سب گریباں ہونا      منظر عیالم حاضر سے گریزاں ہونا  
دورہ جاتی ہے اول کی خامی جس سے      عقل کرتی ہے تاثر کی غلامی جس سے

آہ اہو جو بھی جس کہیں ہے کہ نہیں  
خاتم و ہر میں یارب تجھیں ہے کہ نہیں

## ایک شام

(دریائے نیلر ہائیڈل برگ کے کنارے پر)

خاموش ہے چاندنی قمر کی      شاخیں ہیں خموش ہر شجر کی  
وادے کے نوافروش خاموش      کنارے سبز پوش خاموش  
فطرت بے پوش چوٹی ہے      آٹھوس میں شب کے سولہی ہے  
کچھ ایسا سکوت کافوں سے      نیلر کا حنہ لم بھی سکوں ہے  
آدوں کا خموش کارواں ہے      یہ قافلہ بے درواں ہے  
خاموش ہیں کعبہ و دشت دریا      قدر سے ہر مڑتے میں گویا



اے دل! تو بھی خوش ہو جا  
انگوش میں غم کو لے کے سو جا

## تنہائی

تنہائی شب میں کھڑی کیا      انجم نہیں یہ سیر نہیں کیا؟  
یہ فحش ہے سماںِ جاہوش      خوابِ ناز میں جہاں جاہوش  
یہ چاندِ یہ رشتہ و در یہ کُسا      فطر ہے تہ نامِ سترِ ناز  
موتی خوش گناہ پیلے پیارے      یعنی تہے تہے تہوں کے تہے

کس شے کی تجھے ہنس ہے اے دل!  
قدت تری ہم نفس ہے اے دل!

## پیامِ عشق

سُن اے طلبِ کار و درویش! میں ناز ہوں تو نیاز ہو جا  
میں غمِ ناز و سوسناہِ دل کا ہوں تو سراپا ایاز ہو جا



## فراق

تلاشِ گوشہٴ عزلت میں کسپر رہا ہوں میں  
یہاں پہاڑ کے دامن میں آنچھپا ہوں میں  
شکستہ گیتِ جینِ چشموں کے دلبری ہے کمال  
دعا تے طفلِ کب گفستا، آزما کی مثال  
ہے تختِ محلِ شفق پر جلوہٴ خستہ شام  
ہشتِ دیدہ بیند ہے حسنِ منظرِ شام  
سکوتِ شامِ جدائی ہو بہا ز مجھے کسی کی یاد نے بکھلا دیا ترانہ مجھے  
کی کیفیت ہے مری جانِ شکیبا کی  
مری مثال ہے طفلِ صغیرِ تنہا کی  
اندھیری رات میں کراتا ہے وہ سہڑو آغاز  
صدا کو اپنی سمجھتا ہے غیبر کی آواز  
یونہی میں دل کو پیامِ شکیب دیتا ہوں شبنمِ رات کو یوں فریب دیتا ہوں

## عبدالقادر کے نام

اٹھ کر ظلمت ہوئی پیدا انہیں صاف اور پر  
ایک نئی راہ ہے مانہ سپند اپنی بساط  
ایل محفل کو پھسادیں ارضیتل عشق  
جلوہ دیوسف گم گشتہ دلخاکران کو  
اس چمن کو سبق آئین نوکا کئے  
رخت جان بت کد و چیس سے اٹھالینا  
دیکھو اب شرب میں جو امانت لیلی بیکار  
بادہ ویرینہ ہو اور گرم ہو ایک کلدان  
گرم کھٹا تھا ہمیں سردی غریب میں جو داغ  
شمع کی طرح حسین بنم گرم عالم میں

بزم میں شمع نہ نوائی سے جب لا کر دیا  
اسی پنگامے سے محفل تہ و بالا کر دیا  
نگہ لہرز کو آستینہ زلف کر دیا  
تپش آمادہ تر از خون زلیخا کر دیا  
قطرہ شبنم بنایا کہ دوریا کر دیا  
سب کو جو نزع عمامی و سنبلنی کر دیا  
قیس کو آرزوئے نو سے شناسا کر دیا  
جلد شیشہ پیمانہ ویرینا کر دیا  
چیرا سینہ اُسے وقت تماش کر دیا  
خود بسلیں دیدہ و خیابا کو بینا کر دیا

پہرچہ در دل گذر و وقف زبان ارشع

جہنم نیت خیابا کے زمانہ ارشع

## حصہ (جزیرہ سیلی)

روئے اب دل لہول لہائے یہ خونناہیا      وہ نظر آتا ہے تہذیبِ جہازی کا مزہ  
تھامیاں سگڑاں صحرا نشینوں کا بھی      بحرِ بازی گاؤں تھاجن کے سفینوں کا بھی  
زلزلے جن سے سنسناہوں کے براؤں میں تھے      بجلیوں کے ایشیا نے جن کی تواروں میں تھے  
اک جہانِ تازہ کا پینام تھاجن کا ٹٹو      لھا اسی عصر کو جن کو جن کی تیغ ہم سب  
مردِ عالم زندہ جن کی شوخوشی سے ہوا      آدمی آزاد زنجیر تو ہم سے ہوا

غفلوں کے لذت گیر اب تک کے شے

کیا وہ کبیرا ہمیشہ کے لیے خاموش ہے؟

آہ اے سیلی بسند کی ہے تجھے آرزو      رہنا کی طرح اس پانی کے صحرا میں ہے تہ  
زیرِ تیسے خیال کے خباہت کو رہے      تیری شہسوں کے تہلے بحرِ سیا کو رہے  
پوشک بک چشمِ مسافر پر آنکھ نہ مدام      موجِ تھماں کے سہل کی چٹانوں کے مدام

تو کبھی اس قسم کی تہذیب کا گہوارو تھا  
حُرنِ عالم سوز جس کا آتشِ نفا رو تھا

نماکش شریز کا بیل پُورا بند اوپر      واقع رویا خون کے آسوجہ ان باپ پر  
اسماں نے دُعا سے ناظر جب بر باد کی      ابنِ بدوں کے دلِ ناشک نے منیر کی  
غمِ نصیبِ اقبال کو بخش گیا ماتم ترا  
چُنِ یہاں تہمت دینے وہ دل لے تھا محم ترا

ہوئے تھے آثار میں پوشیدہ کس کی اسماں      تیسے حسرت کی خموشی میں ہوا مذاہبِ سیاں  
درو اپنا مجھے کہہ میں بھی سپا اور ہوں      جس کی تو منزل تھا میں اس کی گرد ہوں  
زُلفِ قصورِ یونین میں بھر کے لٹکانے مجھے      قصہ آہِ سلف کا کہہ کے تڑپ کے مجھے

نہیں ترا شہنہ سوئے رہند ستاں لے جاؤں گا  
خود یہاں دُعا ہوں اُردوں کو وہاں رُلاؤں گا



# غزلیات



زندگی انساں کی الہوم کے سوا کچھ بھی نہیں  
دم سوا کی سوچ ہے دم کے سوا کچھ بھی نہیں  
گل تبسم امہ ہا بخت از زندگانی کو مگر  
شیخ بولی بار یہ عینم کے سوا کچھ بھی نہیں  
راز ہستی راز ہے جب تک کوئی محرم نہ ہو  
کھل لیا جس دم تو محرم کے سوا کچھ بھی نہیں  
زادراں بے قبیل یہ پوچھے کوئی  
کیا حرم کا تجھ نہ زمرم کے سوا کچھ بھی نہیں



اے علی بن خبیبہ پے کو ذرا سی دیوانی سلک سے  
اسے سو اے بخندہ کاری مجھے سر پرین نہیں سے  
علا محبت کا نہ مجھ کو تو بوسے رصیح نزل فرستے  
شبال شیخ مزار ہے تو ترغوی کی نہیں نہیں سے

یہاں کہاں ہم نفس مستیزد ہیں آستانے لے لو  
وہ چیز تو ماتحت ہے مجھ سے کہ زجر عین کون نہیں ہے  
نرلا سے جہاں کے کعبے کے سمانے بنایا  
بنا تاکہ حصار ملت کی اتحاد و وطن نہیں ہے  
کہاں کہانا کہاں جانا فریب ہے امتیاز عجبی  
نمود ہے عین ہماری کہیں تارا وطن نہیں ہے

میز خزن سے کوئی اقبال جاگے میرا پیام کہہ دے  
جو کا کچھ کر رہی تو میں انھیں بن سخن نہیں ہے



زمانہ دیکھے گا جب مرے دل سے محشر اٹھے گا نعتگو کا  
مری خموشی نہیں ہے گویا مزار ہے حسب آرزو کا  
جو سوچ دیا لگی یہ کہنے سفر سے تم ہے شان میری  
گھر یہ بولا صدقہ نشینی ہے مجھ کو سامان آبرو کا  
نہ پہنچیت ہی جن کی قاتل وہ تربیت سے نہیں بنتی  
تو وہ نہ سرسبز کے پانی میں عکس سر پکنا جو کا  
کوئی دل ایسا نغمہ نہ آیا نہ جس میں خوابیدہ ہوتا  
الہی تیرا جہان کیا ہے، نگار نہ ہے آرزو کا



کھلایہ کر کہ زندگی اپنی تھی طلسم نہیں سراپا  
جسے سمجھتے تھے جسم خالی غبار تھا کون سے آرزو کا

اگر کوئی شے نہیں ہے نہیں تو کیوں سراپا تلاش میں ہیں  
بلکہ کو نظر سے کی تناسف، دل کو سوا ہے جستجو کا

چمن میں گھسیں سے غنچہ کھتا تھا، اتنا بیدار کیوں ہے لڑا  
ترسی نگاہوں میں ہے تبسم شکستہ ہونا مرے سب کو کا

ریاض سستی کے فترے فترے سے ہے محبت کا جلوہ پیدا  
حقیقتِ گل کو شو جو سب سے تو یہ بھی پمیاں ہے رنگ بو کا

تمام مضمون مرے پرانے، کلام میرا خطا سراپا  
پنر کوئی دیکھتا ہے مجھ میں تو عیب ہے میرے عیب کے کا

پاس شرط ادب ہے در نہ کرم ترا ہے تم سے بڑھ کر  
ذرا ساک دل دیا ہے، دو بھی فریب غرور ہے آرزو کا

کمال وحدت عیاں ہے ایسا کہ نوک نشتر سے شو جو چھیر  
یقین ہے مجھ کو کرے رگ گل سے قطرہ انسان کے لہو کا

گیا ہے تمہید کا زمانہ مجھ از رجب سفر اٹھاتے  
 چوئی حقیقت ہی جب نمایاں تو کس کو یاد آئے لغت کو کا  
 جو گھر سے اقبال دور ہوں میں تو ہوں نہ محزون عزیز میرے  
 مثال کو ہر وطن کی فرقت کمال ہے یہ سہری آبرو کا



چمکتی تیری عیاں بلی میں آتش میں شعلے میں	جھلکتی ہی یاد چاند میں سونچ میں تارے میں
بلندی آسمانوں میں زمینوں میں تیری پستی	رانی بھر میں آفتاں تیری کنارے میں
شریعت کیوں جیساں گریہ ہو وقت تکلم کی	چھپا جاتا ہوں اپنے دل کا مطلب تمہارے میں
جو ہے بیدار نساں میں گہری نیند سو تارے	شجر میں پھول ہیں جواں میں پتھر میں ستارے میں
مجھے ٹھونکنا ہے سوزِ قطرہ اشکِ محبت نے	غضب کی آگ تھی پانی کے چھوٹے شعلے میں
نہیں جنسِ ثوابِ آخرت کی آرزو مجھ کو	وہ دوا کرتوں نہیں نے نفع دیکھا ہے خسارے میں
سکونِ آفتاب نہ ہمارے سامان ہستی ہے	تڑپ کس دل کی تار ہے چپکے آہٹیں ہلے میں

صدائے تم ان کے اے اقبال میں چپ چپ  
 تعاضوں کی انہاں طاقت ہے بھڑکتے لگے میں



یوں تو لمبے بزم جہاں اب دلکش تھے پڑتے تھے  
 ال ذرا افسردگی تھی تہمتوں میں تھی  
 پالستی اسوولی کوئے محبت میں وہ خال  
 مذتوں آواز جگمگت کے سحرانوں میں تھی  
 کہ قدر اے مے تھکے رسمِ حجاب کی پسند  
 پردہ اُگورنے نہ کی تو میناؤں میں تھی  
 حسن کی تاثیر پر غالب نہ آسکتا تھا علم  
 اتنی ناوانی جہاں کئے ٹانگوں میں تھی  
 میں نے اے قبائلِ یوپی میں اُٹھے سوینڈا  
 بات جو سنڈستان کے ماہ سیاؤں میں تھی



مشال پر تو مے طوفِ جام کرتے ہیں  
 یہی ناز ادا صبح و شام کرتے ہیں  
 خصوصیت نہیں کچھ اس میں اے ظلمِ تری  
 شجرِ حبر بھی نغاسے کلام کرتے ہیں  
 نیا جہاں کوئی اے شمع اڑھو نڈیے کر یہاں  
 ستم کشن پیشِ نام کرتے ہیں  
 بھلی ہے ہم نفسو اس چمن میں خاموشی  
 کہ دوشناؤں کو پابندِ نام کرتے ہیں  
 غرض نشاوار ہے مثلِ شراب سے جن کی  
 حلال چیز لوگو یا حرام کرتے ہیں  
 بھلا نہ بھیگی تری ہم سے کیونکر لے و غنڈا  
 کہ ہم تو رسمِ محبت کو عام کرتے ہیں

اللہ سے پیرانِ حق پر پوش میں کیا      کہ الٰہی نطق سے جانوں کو رام کرتے ہیں  
میں ان کی محض شہرت سے کانپ جاتا ہوں      جو گھر کو پھونکے دنیا میں نام کرتے ہیں  
ہرے ہو وطنِ مازنی کے میدانِ انا      جہاز پر سے تمہیں ہم سلام کرتے ہیں

جو بے نماز کبھی پڑھتے ہیں سازِ اقبال

جگمگے دیر سے مجھ کو امام کرتے ہیں



## مارچ ۱۹۰۷ء

زمانہ آیا ہے بے حسابی کا، عام دیدار یار ہو گا  
سکوت تھا پر وہ وار جس کا، وہ راز اب آشکار ہو گا  
گزر گیا اب وہ دور ساقی کہ چمکے پیتے تھے پیئے والے  
بنے گا سارا جہان سینہ نہ، ہر کوئی بانِ خوار ہو گا  
کبھی جو آوارہ جنوں تھے وہ بستیوں میں پھر آئیں گے  
برس پرائی وہی رہے گی، مگر نیاست رزار ہو گا

سنا دیا گوشین منتظر کو جب زکلی خاشی نے آخر  
جو عمدہ سہرا تئوں سے باہر نکالیا تھا، پھر استوار ہو گا  
نکل کے صحرا سے جس نے رومانی سلطنت کو اسٹ دیا تھا  
سنا ہے یہ قند سیریں نہیں نے وہ شیر پھر ہوشیار ہو گا  
کیا مارتا نہ کہ جو جاتی نے بادہ خواروں کی انجمن میں  
تو یہ صحت از سن کے لئے لگا کہ منہ پھٹ ہے خوار ہو گا  
دیار سفر کے رہنے والو! خدا کی بستی دکاں نہیں ہے  
کھرا جسے تم سمجھ رہے ہو وہ اب زبر کرم عید ہو گا  
تمہاری تہذیب اپنے پنجہ سے آپ پرچی خوشی کے لیے  
جو شاخ نازک پہ آشیانہ بنے گا، ناپا تدار ہو گا  
سفینہ برل گل بنانے کا قافلہ ٹورنا تو اس کا  
ہزار موجوں کی چوٹا شش ٹکر یہ دریا سے پار ہو گا  
چین میں لالہ دلھانا پھرتا ہے داغ اپنا کھلی کلی کو  
یہ جانتا ہے کہ اس دلھانوے سے دل جلوں میں شمار ہو گا

جو ایک تھامے نگاہ تو نے ہزار کر کے ہمیں دکھایا  
یہی اگر کیفیت ہے سیری تو پھر کسے استبار ہوگا  
کہا جو قمری سے میں نے ان میں کہاں کے آزاد پابند ہیں  
تو غنچے کتنے لگے ہمارے حسن کا یہ راز وار ہوگا  
خدا کے عاشق تو ہیں ہزاروں نبوں میں پھرتے ہیں ہرے ہرے  
میں اُس کا بند بنوں گا جس کو خیلے بندوں سے پیار ہوگا  
یہ رسم بزمِ فنا ہے لے دل بکس ہے جنبشِ نظر بھی  
رہے کی کیا آبرو ہوساری جو تو یہاں بے قرار ہوگا  
میں غلبتِ شب میں لے کے نکلوں گا اپنے درناؤ کا راز کو  
شہرِ رفاں ہوگی آہِ سیری نفسِ اشعلہ بار ہوگا  
نہیں غمے سیراز نمود کچھ بھی جو مدعا تیری ننگی کا  
تو اک نفس میں جہاں سے بٹنا تجھے مثالِ شرار ہوگا  
نہ تو چھ آفتاب کا ٹھکانا ابھی وہی کیفیت ہے اُس کی  
کہیں سرگزارِ مہیشا تم کشنِ تپنِ شرار ہوگا

خدمت

(۱۹۰۸ء سے ...)

۱  
۲

(۲) سرزمین دکن در مجاورت هند است - در زمان دروغ پور و سده ۱۵ زاری است  
پاکستان در هند است - در زمان دروغ پور و سده ۱۵ زاری است  
در زمان دروغ پور و سده ۱۵ زاری است  
در زمان دروغ پور و سده ۱۵ زاری است

(۳) هند در زمان دروغ پور و سده ۱۵ زاری است  
در زمان دروغ پور و سده ۱۵ زاری است  
در زمان دروغ پور و سده ۱۵ زاری است  
در زمان دروغ پور و سده ۱۵ زاری است

در زمان دروغ پور و سده ۱۵ زاری است  
در زمان دروغ پور و سده ۱۵ زاری است  
در زمان دروغ پور و سده ۱۵ زاری است  
در زمان دروغ پور و سده ۱۵ زاری است



## بلا و اسلام

سرسین کی سجد و دل غم وید ہے      ذلت سے میں انو اسلاف کا خوابیدہ ہے  
پاک اس ابرٹے طستماں کی نہ پو لو نگریزیا      خانم و عظمت اسلام ہے یہ سر نہیں  
سوئے ہیں اس خال نہیں یہ لادم کے تاجدا      فخر عالم کا رہا جن کی حکومت پر مدد

دل تو تریا آئی ہے اب تک گری حاصل کی یاد

جل چکا حاصل مگر محفوظ ہے حاصل کی یاد

ہے زیارت کا ہوسم کہ ہسان با بھی      اس کہ امت کا کرحق اسے بعد را بھی  
یہ چین وہ ہے کہ تھا جس کے لیے سامان نا      لا را جھرا ہے کہتے ہیں تندر حجاب  
خال اس سب کی پو لو نگری نہ ہمدوشن ام      جس نے دیکھے جانشینان سپیہ کے قدم

جس نے غنچے تھے چرن سامان و گلشن سے یہی

کا پتا تھا جن کے وہ ما ان کا مہ فن سے یہی

ہے زمین و فطرب بھی دیدہ مسلم کا نور  
فلکت مغرب میں حج روشن تھی مثل شمس طور  
بچھ کے بزم تبت بیضا پریشاں لگتی  
اور دیا تہذیب حاضر کا منہ فرزاں لگتی

قبر اس تہذیب کی یہ زمیں پالے

جس سے کمال طہن ہو پائی لگن نالے

خطہ قسطنطنیہ یعنی قسیر کاویا  
مہدی اُمت کی سلطوت کا نشان پانچوا  
صوتِ خالِ جسم یہ زمیں بھی پالے  
استانِ سنا آرا کے شہر لولاکے  
تختِ گل کی طرح پالیز ہے اس کی  
شربتِ ایوب انصاری سے آتی ہے

اے مسلمان تبت اسلام کا دل ہے شیر

سینوں صدیوں کی شمشاد حاصل ہے شیر

وہ زمیں ہے شوگر دانے اب بڑھتی  
وید ہے کعبے کو تیری حج اکبر سوا  
خاتمِ ہستی میں تو ماں ہے مانند نکھیں  
اپنی عظمت کی جلاوت گاہ تھی تیری زمیں  
تجدد میں راحت اس شہنشاہِ عظم کو ملی  
جس کے امن میں امانِ اقوام عالم کو ملی  
نام لیا جس کے شاہِ شہنشاہِ عالم کے ہوتے  
جانشینِ قصیر کے وارثِ مسندِ جم کے ہوتے  
ہے اگر تو تبتِ اسلام پابندِ برہم  
ہندی بنیاد ہے اس کی بنیاد ہے ہشتام

اے شہزادے کی مسلم کاٹو ناوا ہے تو      نقطہ جاذب تاثر کی شاعری کا ہے تو  
 جب تک باقی ہے تو دنیا میں باقی ہم بھی ہیں  
 ضعیف ہے تو اس چین میں گھر پر شبنم بھی ہیں

## ستارہ

قر کا خوف کہ ہے خطرہ حسن تجھ کو      مالِ حسن کی کیا بل لگی خبر تجھ کو؟  
 متابع نور کے لٹ جانے کا ہے ڈر تجھ کو      ہے کیا ہر کسفن صورتِ شہر تجھ کو؟  
 زمیں سے ڈر دیا آسمان نے نظر تجھ کو      مثال ماہ اڑھائی قبائے زر تجھ کو

غصے سے پھر تری تھی سی جان ڈرتی ہے!

تمام رات تری کانپتے گزارتی ہے

چمکنے والے سامنے عجیب یہ تھی ہے      جواج ایک کانپے دوکے کی پستی ہے  
 اہل ہے لاکھوں ستاروں کی کلاوت سے      قتالی سیند سے زندگی کی کستی ہے  
 وہ داغِ خچر میں ہے ازا فریڈریش گل      عدمِ عدم ہے کہ آئینہ از پستی ہے!  
 سکونِ محال ہے قدرت کے کفر خانے میں      ثبات ایک تغیر کو ہے ملنے میں

## دوستارے

اے جو قرآن میں دوستارے کئے گا ایک دوسرے سے  
یہ چھ سال مدام تو کیا خوب انجام نہ ام تو کیا خوب  
تھوڑا سا جو سب ان نکلے ہو  
ہم دونوں کی ایک ہی چمک ہو  
لیکن یہ چھ سال کی تفت پیمانہ مندراق تھی سراپا  
گردش تاروں کا ہے متدر ہر ایک کی راہ ہے متدر  
ہے خواب ثباتِ آشنائی  
آئین جساں کا ہے جُدائی

## گورستانِ شاہی

آسمانِ بادل کا پنہ قہرِ دیرِ خیمے کچھ کدڑے جا حسین باہ کا آئینہ ہے  
چاندنی پھکی ہے اس نفاڑو خاموش میں صبح صادق سوہنی ہے رات کی آغوش میں

کس قعرِ اشجار کی حیرت فزا ہے ناشی      بریلِ قدت کی جھمی سی نوا ہے ناشی

باطن ہر ذرہ عالم سزا پر اور ہے

اور جفا سوشی لپکتی پراؤں سے

آہِ جلاں گا وہ عالمِ غیر یعنی وہ حصار      روشن اپنے اٹھاتے سیکڑوں صدیوں کا با

زندگی سے تھا بھی سوا بے نمان ہے      یہ خوشی اس کے ہنگاموں کا گورستان ہے

اپنے ننگانِ کفن کی خال کا ولادہ ہے

کوہ کے سر پر پشال پاسبان سدا ہے

ابر کے نون سے ڈوبائے بامِ آسمان      نہا عالمِ نجیبِ سبز بامِ آسمان

خالِ بازی مست نیا کھینچے منہ سے      دستانِ کامی نساں کی ہے زبر ہے

پے نزل سے سیا فرشتوں نے منزلِ عار ہا      آسمانِ اہتِ ابوقہامشا کھینچتا

گو کونوں میں نہیں علم نہیں تھے لیے      فاختہ خانی کو ٹیپس لہے دم بھر کے لیے

رنگِ آبِ ندی سے گلِ بداسن ہے نہیں

سیکڑوں گشتہ تمذیب کا مفن ہے نہیں

خوابِ گہ شاپوں کی ہے میرِ نزلِ حسرت فزا      ویدہِ عبرتِ انطراج اشکِ قلموں لراوا

ہے تو گورستانِ عمریہ خال لڑوں ٹاپیہ ہے  
اے بال بڑشہ قسمت قوم کا سٹاپیہ ہے  
ستبروں کی شانِ حیرتِ آفریں ہے اس قدر  
جنہیں شکرگاہ سے چشمِ تماشا کو حد

کیفیت ایسی ہے ناکامی کی اس تصویر میں  
جو آرزو سکتی نہیں آئینہ تختہ زمیں

سوتے پوچھنا خوشن آبادی کچھ کاموں کے دور  
مضطرب کھتی تھی جن کو آرزوئے صاحبزور  
قبر کی عظمت میں ہے ان فست بوں کی چھک  
جن کے درازوں پر رہتا تھا جب گیس تر فلک  
کیا ایسی ہے ان شہنشاہوں کی عظمت کا مال  
جن کی تدبیرِ جبریاں بانی کو رہتا تھا زوال  
عربِ فغوی دنیا میں کہ شانِ قیصری  
نہل نہیں سکتی غنیہ موت کی پوشش کبھی

بادشاہوں کی کبھی شہتِ عمر کا حاصل ہے گو

جاوہِ عظمت کی گویا آخری منزل ہے گو

شہرِ شہنشاہی بزمِ بے کیا عمو دلِ آفتہ کیا  
ورہ مندانِ جہاں کا نالہ شب بے کیا  
عصرِ سپہ کار میں ہنگامہ شہرِ شیر کیا  
خونِ لوار مارنے والا ہے فخرِ جبر کیا

اب کوئی آواز سونوں کو جگا سکتی نہیں

سینہ زوہریاں میں جانِ فرستہ آسکتی نہیں

روح ہشت خال میں حست کش سداوے کو چہ گونے ہو اجس دم نفس فریاد ہے  
زندگی انساں کی ہے مانسہ مرغ خوشنوا شان پٹھیا کوئی دم چھپایا اڑ گیا  
اہ! کیا آئے ریاض ہر میں ہم کیا گئے! زندگی کی شان سے چھوٹے کھسے دھجائے

موت پر شاہ و لدا کے خواب کی تعبیر ہے

اس تم لہ کا ستم انصاف کی تصویر ہے

سلسلہ ہستی کا ہے انکس ناپیدا کنار اور اس دہانے بے پیمان کی جو بس میں آ  
لے جو حسن ان خون کہ ہے زندگی بے اعتبار یہ شرارے کا تہتم خیر ستم سوا  
چاند جو صورت گریستی کا ال اعجاز ہے پیسے سیما بی قبہ جو حشر ام ناز ہے  
چرخ بے نجم کی ہرشت نال وعت میں گری بیسی سس کی کوئی دیکھنے را وقت سحر

اک فرسا ابر کا ٹکڑا ہے جو ستاب تھا

آخری آنسو ٹپک جانے میں جو بس کی فنا

زندگی اقوام کی بھی ہے یونہی بے اعتبار زکومت فرست کی تصویر ہے ان کی ہوا  
ان میں خانے میں کوئی ملت گزروں و قار رہ نہیں سکتی اب تک بار ووشن روزگار  
اس قدر قوموں کی بربادی کے ہو کر جہاں دیکھتا ہے ہستمانی سے یہ نظر جہاں

ایک صورت پر نہیں ہٹا کسی شے کو قرآ  
ذوقِ جدت سے ہے ترکیبِ ناز روزگار

ہے نگینِ ہر کی زینت ہمیشہ نامِ نو

ماہرِ گیتی رہی آہستہ آہستہ اقوامِ نو

ہے ہزاروں قلموں سے آشنا یہ گزر  
چشمِ کوہِ نور نے دیکھے ہیں کتنے تاجِ

صحرایِ بلبلِ شگفتے، باقی نشان تک بھی نہیں  
دوسری میں ان کی آستان تک بھی نہیں

اویا ہا ہر ایراجِ حبل کی شام نے  
عظمتِ یونانِ رومانوٹ کی ایام نے

آہِ مسلم بھی زمانے سے یونہی رخصت ہوا

اسماں سے آوازِ اٹھائے بگیا

ہے لبّ لعلِ صبح کے اشکوں سے تلی کی لڑی  
کوئی شوق کی کرنِ شبنم میں ہے الجھنِ ہوائی

سینہِ دریا شمعوں کے لیے گوارا ہے  
کس قدر پیارا لبِ جوہر کا نطفہ ہے

مجوزیت سے صہو بڑ جو بہا آہستہ ہے  
غنجِ گل کے لیے باہر بہا آہستہ ہے

نعرہ زنِ سحر کی کوئلِ باغ کے کاشانی میں  
چشمِ انساں کے سناں توں کج عورت خانے میں

اوپر بلبلِ مطلبِ ہر نگینِ نوائے گلستان  
جس کے دم سے نند ہے گویا ہوائے گلستان

عشق کے گہرائیوں کی اڑتی ہوئی تصویر ہے  
خاتمہ قدرت کی کیسی شوخِ تیرِ سریر ہے





## نمودِ صبح

چو رہی ہے یہ امانِ عشق سے آشکارا  
صبح یعنی دستِ دوشیزِ زلیخا  
پانچا فرصتِ دروِ فصلِ نجمِ سپر  
کشتِ خاور میں ہے آفتابِ تیسہ کا  
آسماں نے آئینہِ عرشید کی پارِ خبر  
مصلِ پروازِ شبِ باندِ حاسرِ دوشِ غبار  
شعلہِ عرشید کی حاصلِ اس کھیتی کا  
بونے تھے پھانِ دُور کے جوتاؤں کے شرار  
ہے وہ ان نجمِ بحرِ جیسے عبادتِ خانے سے  
سے سمیٹے جانے کوئی عابثِ شبِ نغمہ دار  
کیا سماں ہے جس طرح آہستہ آہستہ کوئی  
کھینچا ہے میانِ کئی غلطی سے تیغِ آوار  
مطلعِ عرشید میں مضیعیوں میں صبح  
جیسے خلوتِ گاہِ میاں میں اپنے شکرِ گوار  
چہ ترِ امانِ باوجودِ آئینہِ صبح  
شورشِ ناقوسِ آوازِ اذان سے ہلکاوار

جلے کوئل کی اذان سے کھانہ نرسن

ہے ترنمِ ریزتِ نونِ سحر کا تارا



## تضمین بر شعر اندسی شاملو

محبت میں سخن نزل کے بھی شتر جا دو پہاڑی	ہمیشہ صہرتِ بادِ سحر آوارو رہتا ہوں
میتھر ہے جہاں مہمان درو نہا شکیبائی	دل بیتاب جا پہنچا دیارِ سپین بھر میں
زبان سونے کو تھی منت پذیر تاپ گھوٹائی	ابھی اشدائے لب تھا حرفِ آرزو میرا
شکایت تجھ سے ہے اے کارل آئینِ آبائی	یہ فرقے خدا کی جسم کر رہے اللوح
کہ لیلیٰ میں تو میرا بت مات ہی اندازِ لیلیائی	ترا قیس کیونکر ہو گیا سوزوں ٹھنڈا
زبان بھر میں سولہ تیرے فطرت کی نازائی	نہ تجھ نہ لالتیری زمین شور سے پھوٹا
گنہ گشتی سازِ موسمِ نواہائے گلستانی	تجھ معلوم ہے غافل کہ تیری ندی کیسے
دل شوید ہے لیکن سنم خانے کا سوانائی	نہوئی ہے تربیتِ آغوش بیت اللہ میں تیری

”وفا انہو خستی ازما بکار و گیراں کھدی

ربو دی گوہرے ازما نثار و گیراں کھدی“



# فلسفہ غم

(میاں فضل حسین صاحب بیرسٹریٹ لارڈ لاکھ کے نام)

گو سراپا کیفِ عشرت ہے شرابِ زندگی      اشک بھی لکھتے اور ہیں میں سجانے زندگی  
سوج غم پر قص کرتے ہے جابِ زندگی      ہے الم کا سہوہ بھی مجھ کو تائبِ زندگی

ایک بھی تپتی الگم ہو تو وہ گل ہی نہیں

جو خزانِ نادیدہ جو پھیلے وہ پھیل ہی نہیں

ارزو کے خون سے گلے ہوں کی ہستیاں      نغمہ انسانی کا مل نہیں یہ انرفاں

دیدہ دنیا میں داغِ غم چراغِ سیدھے      روح کو سامانِ نیتِ آہ کا آئینے پر

حادثاتِ غم سے ہے انسان کی فطرت لگا      غاڑ ہے آئینہ دل کے لیے گروہ مال

غم جوانی کو جگا، یہ تپتے لطفِ خواب سے      ساز یہ بیدار ہوتے ہی مضراب سے

ظاہر دل کے لیے غم شہسپہ پرواز ہے      راز ہے انسان کا دل غمِ آشفتہ راز ہے

غم نہیں غمِ رُوح کا ال نغمہ خواہش ہے

جو زورِ بیل پر ہستی سے ہم آہوش ہے

شام جس کی آشنائے نازے یارب نہیں  
جلوہ پیراجس کی شب میں اشکے لوگ نہیں  
جس کا جام دل شکر عیشم سے ہے آشنائے  
جس دستِ شہرہ عیش و عشرت ہی ما  
ہاتھ جس کی چھین کا ہے محفوظ نوب خار سے  
عشق جس کا ہے جسے چھو کر آزار سے  
گفت عیشم اگرچہ اس کو روزِ شب سے ہے  
زندگی کا راز اس کی آنکھ سے سو ہے

اے کہ ظنم ہر کجا اور اک ہے حاصل تجھے

کیوں آسان جو غم اندوہ کی منزل تجھے

ہے باہر کے نسخہ دیرینہ کی تیس عشق  
عقل انسانی ہے فانی زندہ جاوید عشق  
عشق کے نور شکر کی شام جن شکر ہے  
عشق سو زندگی ہے تا ابد پائند ہے  
رضیتِ مسبوہ کا مقصد ہے تو مار  
جو شکرِ لغت بھی لبِ عاشق سے لجا تا سفر  
عشق لچر ہے کہ ریزے مر جاتا نہیں  
روح میں غم بن کے ہتائے مگر جاتا نہیں

ہے بھائے عشق سے پیدا ہوا محبوب کی

زندگانی ہے عیشِ آشنائے مسبوہ کی

آئی تھی جی بین کو سے گاتی ہوئی  
آسمان کے طائروں کو نغمے کھلائی ہوئی  
اندہ روشن اس گل صورتِ رخاؤ  
گر کے راوی کی چٹائی پر چھو جاتا ہے پو

نہر تھی جس کو ہر پیر پیر گئے      یہی اس فتنے پانی کے تارے بن گئے  
جھنجھے سیاباں پھٹ کر پریشان ہو گئی      مضطرب بوندوں کی لک و نیا نمایاں ہو گئی  
چہر ان قظروں کو کسین و سئل کی تعبیر سے      دو قدم پر چھپ رہی مجھ سئل تا رہی سے  
ایک صہیت میں نچے سر بران ندگی      گر کے فرستے سے جو م نوع انسان بن گئی

پستی عالم میں بننے کو جڈا سوتے ہیں ہم

حاضی فرقت کو دائم جان کر روتے ہیں ہم

مزنے والے مرتے ہیں لیکن فنا سوتے نہیں      حقیقت میں کبھی ہم سے جڈا سوتے نہیں  
عقل جسم و ہر کی آفات میں محسوس ہو      یا جوانی کی اندھیری رات میں ستور ہو  
وہیں لبر گیا جو رزم کا چمبہ شر      راہ کی ٹھلکتے سے مشکل سونے سنبل سفر  
خضرت پو گیا چو از نو سے گوشگیر      نکلے جبر موزا و خاوش آہ ارض میر  
واوی ہستی میں کوئی سونے ترسک نہی ہو      جاوہ کھلائے کو جلتا کا شہر رکاب بھی ہو

مزنے والوں کی جہیں روشن ہے اس ظلمات میں

جس طرح تارے چمکتے ہیں اندھیری رات میں



## پُھول کا تحفہ عطا کرنے پر

وہ سب ناز و جوشن میں جا سکتی ہے کھلی کھلی کی زبان سے دُعا نکلتی ہے

”اُمی پُھولوں میں وہ انتخاب مجھ کو کرے

کھلی سے شباب لے آفتاب مجھ کو کرے“

تجھے وہ شاخ سے توڑیں اڑنے نصیب ہے تڑپتے رہ گئے گلزار میں رقیب ہے

اٹھکے صدرِ وقت سے وصال تک پہنچا تری حیات کا جو پر کمال تک پہنچا

مرا انول کہ تصدق میں جبرِ ایل نظر سے شباب کے گلشن کو ناز ہے جس سے

کبھی یہ پُھول ہم آغوش بن عطا ہوا کسی کے دہن رنگیں سے آشنا نہ ہوا

گشتِ روزہ سے لے لی کبھی بد سے

فرد وہ کھتے پھیں کا ہفت سے



## ترانہ ملی

چین و عرب ہمارا ہندوستان ہمارا  
مسلم ہیں ہم وطن ہے سارا جہان ہمارا  
توحید کی مانند سینوں میں ہے ہمارے  
اسان نہیں شاننا نام و نشان ہمارا  
و نیا کے بت لڑن میں پہلا وہ گھر خدا کا  
ہم اس کے پاس ہیں وہ پاس ہمارا  
تینوں مکے میں ہم مل کر جاں بچنے ہیں  
خنجر ہلال کا ہے قومی نشان ہمارا  
مغرب کی ادویوں میں گونجی اذان ہماری  
تھمتانہ تھا کسی کے سبیل رواں ہمارا  
باطل سے دہنے والے اے آسمان نہیں ہم  
سو بار لڑ چکا ہے تو آسمان ہمارا  
اے عربستان اے سن وہ دن میں ہاتھ کو  
تھا تیری ٹیوٹیج جب آشیاں ہمارا  
اے موج جب لڑ تو بھی پہچانتی ہے ہم کو  
اب تک ہے سیر اوریا افسانہ خواں ہمارا  
اے ارض پاک تیری حرمت پر کھٹے کھم  
ہے فخر تیری گلوں میں اب تک واں ہمارا  
سالار کارواں ہے میر حجاز اپنا  
اس نام کے بوجہ اتنی آراجم ہمارا

اقبال کا ترانہ باگمب در ہے گویا

ہوتا ہے جب اوہ پہنچے کلہروں ہمارا



## وطنیت

(یعنی وطن بحیثیت ایک سیاسی تصہو کے)

اس دور میں اور سچے علم اور سچے جسم اور  
ساتی نے بنا کی رہو شبن لطف و ستم اور  
سلم نے بھی تمہیں کیا اپنا جسم اور  
تہذیب کے آزر نے رشتوں کے جسم اور  
ان تباہ کن دلوں میں میں اس کے وطن ہے

جو پیر میں اس کے بڑے مذہب کا لفظ ہے

یہ بت کر تہذیب تو ہی ہے عادت بگڑا کشت تو وہ نبوی ہے  
باز و ترا تو حید کی قوت کے قوی ہے اسلام تراویس کے تو مصطفوی ہے

نظارہ دیرینہ زمانے کو دکھانے

اے مصطفوی خال میں اس بت کو بلا دے

ہو قید ہمیں تو غیب ہے سچی رہ جسم میں آزاہ وطن چھوڑتے ہمیں  
ہے ترک وطن سنت محبوب لہی دے تو بھی نبوت کی صداقت پہ کو اے

گنہگار سیاست میں وطن اور پی کھچے

ارث و نبوت میں وطن اور پی کھچے

اقوام جہاں میں ہے قنابت تو اسی کے      تسخیر ہے مقصود تجارت تو اسی کے

خال ہے صداقت کے سیاست تو اسی کے      کمزور کا گھر ہو جائے غارت تو اسی کے

اقوام میں محسوس ہوتا ہے خدا جتنی ہے اس کے

قومیت اسلام کی جڑ لگتی ہے اس کے

## ایک حاجی مینے کراکتے میں

قافلہ لوٹا گیا صحرا میں اور منزل ہے دور      اس بیابانِ نجی بجز خشک کا ساحل ہے دور

ہم سفر میرے شکار و شہ نہ رہیں ہوتے      بچ گئے جو ہو گئے بدل سوتے بہت اندھیرے

انہیں نکالی تھی جو ان کے غم غمی سے جان و می      سوتے گئے رہا اب میں پائی ہے اس نے زندگی

خبر رہیں اُسے گویا ہلالِ عید تھا      ہائے شربِ دل میں لبِ پرخورہ تو حید تھا

خوف آتا ہے کہ شرب کی طرف تہمانہ چل      شوق آتا ہے کہ تو مسلم ہے بے باک اپیل

بڑے یار تے سوتے بہت اندھ پھر جاؤں گا کیا      عاشقوں کو روزِ مشر منہ نہ دکھلاؤں گا کیا

خوفِ جان کھتا نہیں کچھ دشتِ پتائے حجاز      ہجرتِ مدونِ شربت میں یہی مخفی ہے آرز  
گو سلاستِ محفلِ شامی کی چہرہ اسی میں ہے      عشق کی لذتِ گمِ خطروں کی جان کا ہی ہیرو ہے  
اے عہتِ نریمانِ انبشس کیا چالا ہے  
اور تاثرِ آدمی کا کس قدر بے باک ہے

## قطعہ

کل ایک شوریدہ خواب گئے ہیں یہ رو رو کے کہہ رہا تھا  
کو مصر و ہندوستان کے سلم بناتے تھے سنا رہے ہیں  
یہ زائرانِ حرمِ مغرب ہزار ہا برس نہیں سمائے  
ہمیں صبحِ بلا ان سے اسطے کیا جو تجھ سے سنا سنا رہے ہیں  
غضب ہیں یہ زائرانِ خود بینِ خدا تری قوم کو بچائے!  
بگاڑ کر تیسے کہ سلوں کو یہ اپنی عزت بنا رہے ہیں  
نئے کہ آقبل کون ان کو یہ نجس بن ہی بدل گئی ہے  
نئے زمانے میں آپ ہم کو پرانی باتیں سنا رہے ہیں!

# شکوہ

کیوں یوں کربنوں سوؤ فراموش ہوں      فکیر نہ کرنا نہ کروں جو غم وہ شس ہوں

نالے نعل کے سنوں اور پرتے گمشدہ ہوں      ہم تو انیس کوئی گل ہوں خاموش ہوں

خبر آئے زمری تب سخن ہے مجھ کو

شکوہ اللہ سے خالم بدہن ہے مجھ کو

ہے جب شیوہ تسلیم میں شور ہیں ہم      قصہ درو سنلے ہیں کہ مجبور ہیں ہم

ساز خاموش ہیں فراموشے شور ہیں ہم      نالہ آتا ہے اگر لب پہ تو معذروں ہم

اے خدا بشکوہ اربابِ فاجبی سنلے

خوار جس کے تھوڑا سا گڑا بھی سنلے

تھی تو موجود ازل سے ہی اسے قدیم      پھول تھا زحیم پر نہ پریشانی تھی شمیم

شرط انصاف ہے اے صبا حیا اللہ ہم      بوئے گل پستی طس طرح ہوتی نہ نسیم

ہم کو جمعیتِ خاطر یہ پریشانی تھی

ورنہ امت سے مسبوت کی دیوانی تھی؟

ہم سے پہلے تعجب تیرے جہاں کا منظر  
کہیں مسجوت تھے چشمہ کہیں مسجوت شجر

خواہ پیکرِ موس تھی لہاں کی نظر  
مانتا پھر کوئی ان کے عینِ حند کو لہو نگر

تجہ کو معلوم ہے لیتا تھا کوئی نام ترا؟

وقتِ بازوئے مسلم نے کیا کام ترا

بس ہے تھے ہمیں سلجوق بھی ثورانی بھی  
اہلِ چین چین میں ایران میں ساسانی بھی

اسی سوسے میں آباد تھے یونانی بھی  
اسی نیامیں یہودی بھی تھے نصرانی بھی

پر ترے نام پہ لوہا اٹھائی کس نے

بات جو بگڑی ہوئی تھی وہ بنائی کس نے

تھے ہیں ایک ترے مسکے آراؤں میں  
خشکیوں میں کبھی لڑتے کبھی دریاؤں میں

دیں اذائیں کبھی ہریچکے کلیساؤں میں  
کبھی ذمیتِ سر کے پتے ہوئے صحراؤں میں

شانِ آنکھوں میں نہ چھتی تھی جہاں داؤں کی

کلمہ پڑھتے تھے ہم چھاؤں میں تلواروں کی

ہم جیتے تھے تو جگلوں کی مصیبت کے لیے اور مرنے تھے تے نام کی عظمت کے لیے  
تھی کچھ تیغ زنی اپنی حکومت کے لیے سرکھنچھرتے تھے کیا دہریوں کو لست کے لیے؟

قوم اپنی جو زرو مال جہاں پر مرقی  
بت فروشی کے عوض بت شکنی کیوں کرتی

مل نہ سکتے تھے اگر جنگ میں لڑ جاتے تھے پاؤں شیروں کے بھی میدان گھر جاتے تھے  
تجھ سے کشرش خوں کوئی تو بگڑ جاتے تھے تیغ کیا چینی ہے ہم تو پ سے لڑ جاتے تھے

نقش توحید کا ہر دل پہ بٹھایا ہم نے

زیر خیمہ بھی سینا مٹایا ہم نے

ٹوپی کہہ دے کہ اگھاڑا دیر کس نے شہر قصیر کا جو تھا اس کا کیا سر کس نے  
توڑے مخلوق خداوندوں کے پیکر کس نے کاٹ کر رکھ دیے نقارے لشکر کس نے

کس نے ٹھنڈا لیا استسکدہ ایران کو؟

کس نے پھر زندہ لیا تذکرہ یزواں کو؟

کون سی قوم فقط تیری طلب گار ہوئی اور سے لیے زحمت کشیں سیکار ہوئی  
کس کی شمشیر جہاں لہیر جہاں دار ہوئی کس کی تلخیر سے دنیا تری بیدار ہوئی

کس کی ہریت کس قسم سے جوئے ہتے تھے  
منہ کے بل لڑکے ہو اللہ واحد کہتے تھے

اگیا عین لڑائی میں ان وقت نسا ز      قبضہ ہو گئے زین میں بوسہ آئی قوم حجاز  
ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود ایاز      نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نوا  
بندہ و صاحب محتاج و غنی ایک ہونے

تیری سکر میں پہنچے تو بس ہی ایک ہونے  
مخصل کون کس میں ستر شام بھے      مے توحید کو لے کر صفت جام پھر  
کوہ عین شت میں لے کر تراپیغام بھے      اور سدا م ہے تجھ کو کبھی ناکام پھر  
دست تو دست ہیں دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے  
بحر ظلمات میں ڈرا دیے لٹھوڑے ہم نے

صنفا و ہرے باسل کو بٹایا ہم نے      نوع انسان کو غلامی سے چھڑایا ہم نے  
تیرے کعبے کو جبینوں سے بٹایا ہم نے      تیرے قرآن کو سینوں سے لگایا ہم نے  
پھر بھی ہم سے یہ گلہ ہے کہ وفادار نہیں  
ہم وفادار نہیں تو بھی تو دلدار نہیں!

امتیں اور بھی ہیں ان میں کسٹہ بھی ہیں عجز و لے بھی ہیں سب سے بڑا بھی ہیں  
ان میں کابل بھی ہیں غافل بھی ہیں شیدا بھی ہیں سیکڑوں ہیں کہ تے نام سے بڑا بھی ہیں  
رحمتیں ہیں ہی غبار کے کاشقون پر

برق لرتی ہے تو بیچارے مسلمانوں پر  
بت صنم خانوں میں کہتے ہیں مسلمان لے ہے خوشی ان کو کہ کعبے کے گنجان لے  
منزل پر سے اونٹوں کے صدی خوان لے اپنی بعلوں میں دباتے سوئے ت آن لے

خند زن کفر ہے احساس تجھے ہے کہ نہیں  
اپنی توحید کا کچھ پاس تجھے ہے کہ نہیں  
یہ کجایت نہیں ہیں ان کے خزانے سمور نہیں محسوس میں جنیں بات بھی لے کے کاشور  
قہر تو یہ ہے کہ کافر لو میں جو قصور اور جیسا کہ مسلمان کو فقط وعدہ حوا

اب وہ الطاف نہیں ہم پر عنایات نہیں  
بات یہ کی ہے کہ پہلی سے ارات نہیں  
کیوں مسلمانوں میں ہے دولت دنیا یا اب تیری قدرت تو ہے جس کی نہ چھپے حساب  
تو جو چاہے تو اٹھے سینہ صحرا سے حساب درود شہتے ہو نیل دہ موج حساب



طعن انعام ہے رسوائی ہے ناداری ہے  
کیا تم نے نام پر مرنے کا عوض خواہی ہے؟  
بہی غیار کی اب چاہنے والی دنیا رہ گئی اپنے لیے ایک خیالی دنیا  
ہم تو رخصت ہوئے لوگوں نے سنبھالی دنیا پھر نہ سنا ہوئی تو حیرت کئی دنیا

ہم تو جیتے ہیں کہ دنیا میں نام ہے  
کہیں ممکن ہے کہ ساقی نہ ہے جام ہے  
تیری محفل بھی کئی چاہنے والے بھی گئے  
شب کی ہیں بھی تیں صبح کے نالے بھی گئے  
دل تجھے ہے بھی گئے پانا لے بھی گئے  
اکے بیٹھے بھی تھے اور کلبے بھی گئے  
اسے عشاق گئے وعدہ منہ لے کر

اب انھیں ڈھونڈ چران مرغ زبا لے کر  
درویشی بھی ہو ہی نہیں کس کا پسو بھی ہے  
عشق کو دل بھی ہو ہی نہیں کجا دو بھی ہو ہی  
نجد کے دست و جمل میں رہا ہو بھی ہو ہی  
انت احمد مرسل بھی ہو ہی تو بھی ہو ہی  
پھر یہ آزر دلی غیب کی معنی  
اپنے شیداؤں پر یہ چشم غضب کی معنی

تجھ کو چھوڑا کہ رسولِ عربیٰ کو چھوڑا؟      بت گری پیشہ کیا، بت شکنی کو چھوڑا؟  
عشق کو، عشق کی آشفہ سرخی چھوڑا؟      رسمِ سماں وادو بس قرنیٰ کو چھوڑا؟

آگِ کجیر کی سینوں میں بی سکتے ہیں

زندگی سشلِ ببالِ حبشی رکھتے ہیں

عشق کی خیر و پوسل سی وا بھنی رہی      جاوہِ پیاسی تسلیمِ ضربِ بھنی رہی  
مضطربِ دلِ صفتِ قبیلہ نما بھی نہ رہی      اور پابند ہی آئینِ وفا بھی نہ رہی

کبھی تم سے کبھی غیروں سے شناسائی ہے

بات کرنے کی نہیں تو بھی تو ہر جاتی ہے

سرفراز یہ کیا دین کو کامل تو نے      اک اشک سے سین خازوں کے لیے دل تو نے  
آتشِ اندوہ کیا عشق کا حاصل تو نے      پھونک ہی کر ہی خسارے حاصل تو نے

آج کیوں سینے پہلے شہرِ آباؤ نہیں

ہم وہی سوختہ سماں ہیں تجھے یا نہیں؟

واوہی نجد میں وہ شورِ سلاسل نہ رہا      قیسِ دیوانہ نظارہ محفل نہ رہا

جو صلے وہ نہ ہے ہم نہ رہے دل نہ رہا      گھر یہ اجڑا ہے کہ شور و نوب محفل نہ رہا

لے خوش آن روز کہ آئی بوجھ بنا آئی  
بے جہا باز نہوئے محسن با باز آئی  
بادہ کش غیر یوں گلشن میں لہجہ بیٹھے      سنتے ہیں جاں بگم نغمہ کو کو بیٹھے  
دوہرہ نگارہ گزار سے یکسو بیٹھے      تیرے دیوانے بھی ہیں منتظر ہوں بیٹھے  
اپنے پرانوں کو پھر ذوق خود افروزی دے  
برق دیرینہ کو فرمان جگر سوزی دے  
قوم آوارہ عنان تاج سے پھر شوقے جواز      لے اڑا بسل بے پر کو مذاق پراز  
مضطرب بانگ کے مرغیوں میں سے نونے نینا      تو ذرا چھیر تو نے تشنہ شرب سے ہماز  
نغمے بیتاب ہیں تاروں سے نکلنے کے لیے  
ظہور مضطرب ہے اسی آگ میں جلنے کے لیے  
مشکلین آنت سے مرخم کی آساں کرے      ٹوبہ لڑیہ کو ہمدوشیں سلیمان کرے  
جنس نامایہ مجببت کو پھرازاں کرے      ہند کے دیریشیوں کو مسلمان کرے  
جگمگے غول می چکداز خسرت دیرینہ ما  
می سپد مالہ زبشت کردہ سینہ ما

بُوئے گل لے گئی بجز چمن بجز چمن کیا قیاس ہے کہ نہ پھول ہیں غماز چمن  
عبدالکرم ہوا ٹوٹ گیا سا زچمن اڑ گئے ڈالوں سے زمر نہ پڑا زچمن

ایک سبل ہے کہ ہے مجھ کو تم ایک

اس کے سینے میں سے نغموں کا قلم ایک

قمریاں شاخ صنوبر سے گزریاں بھی تیں پتیاں چول کی جھڑھڑ کے پتیاں بھی تیں  
وہ پُرانی روٹھیں باغ کی مریاں بھی ہوئیں ڈالیاں سپیرین برل ٹھکیاں بھی تیں

قید ہوسے طبیعت ہی آزاد اس کی

کاش گلشن میں سمجھت کوئی فریاد اس کی

لطف مرزے سے باتی نہ مرزا بیٹھیں کچھ مرزا ہے تو ہی خون جگر پیٹنے میں  
کتنے بتا رہے ہیں جو ہرے آئینے میں کس قدر جلوے تڑپتے ہیں کے سینے میں

اس گلستاں میں مگر دیکھنے والے ہی نہیں

داغ جو سینے میں کتے ہیں ہلکے ہی نہیں

چاک اس نوبل تناکا کو لے ڈل چوں جائے والے اسی بانگِ ڈلے ڈل چوں  
یعنی پھر زندہ نئے عہدِ لطف سے ڈل چوں پھر اسی بادۂ ویرینے کے سایے ڈل چوں

عجیبی ہے تو کیا ہے تو حجازی ہے مری  
نغمہ ہندی ہے تو کیا ہے تو حجازی ہے مری!

## چاند

اے چاند! جس تیرا فطرت کی آبر ہے  
طوفِ حیم خالی تیرا قیام ہے  
یہ داغ سا تجھ کے سینے میں ہے نمایاں  
عاشق ہے تو کسی کا یہ داغ از نو ہے؟  
میں مضطرب زمین، بیتاب تو فلک پر  
تجھ کو بھی جستجو ہے مجھ کو بھی جستجو ہے

انساں ہے شمع جس کی اگنل ہی ہے تیری؟

جس طرف اوج ان منزل ہی ہے تیری؟

تو ڈھونڈتا ہے جس کو تاروں کی غاشی میں  
پوشیدہ ہے وہ شاید غولے زندگی میں  
استادہ نغمہ میں ہے نغمہ میں رہا ہے  
تعلیل میں نغمہ ہے غاشق ہے گل میں  
اب میں تجھے دکھاؤں نغمہ داروں میں اس کا  
نہروں کے آنے میں شبنم کی آری میں

صحرا و دشت وہیں انساں میں رہی ہے

انساں کے دل میں تیرے نغمہ داروں میں رہی ہے

# رات اور شاعر

(۱)

رات

کیوں میری جان پنی میں بھرتا ہے تو پریشاں  
خاموشی صوبت گل ماند بو پریشاں  
تاروں کے موتیوں کا شیش ہے جو میری تو  
مچھلی سے کوئی میرے ریتے نور کی تو  
یا تو مر جی بسیں کا تارا لرا ہوا ہے  
رفت کو چھوڑ کر جو پستی میں جا رہا ہے  
خاموشی جو گویا ہے تار بربا پستی  
ہے میرے آتے میں تھوڑا جو پستی  
دریا کی تہ میں چشم لڑا بس لہسی ہے  
ساحل کے گنگے موج بیتا سو گئی ہے  
بستی نہیں کی لہسی ہنگامہ فرس ہے  
یوں سو گئی ہے جیسے آباد نہیں ہے

شاعر کا دل ہے کینا پاشنا سوں سے

از اور کب تو کیوں کر مے فسون سے؟

(۲)

شاعر

میں تھے چاند کی گھنٹی میں گن بجا رہوں  
چھپ کے انسانوں سے مانند سہرا تاجوں

دن کی شورش میں نکلتے ہوئے گھبراتے ہیں  
عزالت شب میں سے اشد ٹپک جاتے ہیں  
مجھ میں فریاد جو پنہاں ہے سناؤں کس کو  
تپش شوق کا نظارہ دکھاؤں کس کو  
برق امین کے سینے پہ پڑی ہوئی ہے  
دیکھنے والی ہے جو آنکھ کھسا سوتی ہے  
صفت شمع لہر مودہ ہے محفل میری  
آہ لے ات ابڑھی دیر ہے منزل میری  
عید حاضر کی ہوا اس نہیں ہے اس کو  
اپنے نقصان کا احساس نہیں ہے اس کو

خدیجہ سیام محبت سے گھبراتا ہوں  
تیرے باندہ ستاروں کو نسا جاتا ہوں

## نغمہ

سُوج نہ جاتے جاتے شامِ قیام کو  
طشتِ اُفوس کے لر لے کے چھول مارے  
پہنا دیا شفق نے سونے کا سارا زبور  
قدرت نے اپنے گننے چاندی کے سب آثارے  
محلِ عینِ حاشی کے لیلانے ظلمتِ آبی  
چکے عروں شب کے موتی وہ پیارے پیارے  
وہ دُور رہنے والے پہنگامہ جہاں سے  
کہتا ہے جہاں اس اپنی زبان میں تارے

مخوفانہ موزی تھی اسبم فلک کی

عرش میں سے لئی آواز ازل ملک کی

اٹنے کے پاس نوائے آسمان کے تاروں  
تانبہ قوم ساری لڑوں نشیں تمہاری

چھیڑو سرد ایسا خیال اٹھیں سونے والے  
رہبر یہ قافلوں کی تاجبیس تمہاری

ایسے قسمتوں کے تم کو یہ جانتے ہیں  
شاید سنیں صد آہیں ازل زمین تمہاری

رخصت ہوئی خموشی تاروں بھری فضائے

وسعت تھی آسمان کی مسموم اس نواسے

حشر ازل سے پیدا تاروں کی دلبری میں  
جس طرح عکس گل شبنم کی آری میں

اتین نوے ٹرنا طس زکون یہ اڑنا  
منزل یہی کھنچے قوموں کی زندگی میں

یہ کاروان ہستی ہے تیسرے کام ایسا  
قومیں کھل گئی ہیں جس کی واوی میں

آٹکھوں کے ہیں تار غائب ہزاروں اسبم  
داخل ہیں وہ بھی یہ کھنچ اپنی برادری میں

اک عسمرین نہ سمجھے اس کو زمین والے  
جو بات پالتے ہم تھوڑی سی زندگی میں

ہیں جذبہ باہمی سے قائم لطف نام سارے

پوشیدہ ہے ریختہ تاروں کی زندگی میں



## سیرِ فلک

تھا تخیل جو ہم میرا      آسماں پر نہوا گزر میرا  
اڑتا جاتا تھا اور نہ تھا کوئی      جاننے والا چرخ پر میرا  
تاریخ دیکھتے تھے مجھے      رازِ سربتہ تھا سفر میرا

حلقہٴ صبح و شام سے نکلا

اس پرانے نظام سے نکلا

کیا سناؤں تمہیں ارم کیسے      خاتمِ آرزو سے دید و گوش  
شہنشاہِ مہرانی نے پسند ریزِ طیو      بے حجب بانہٴ حور جلوہ فروش  
ساقیانِ حبیل جامِ بدست      پینے والوں میں شہِ نوشا نوش  
دورِ جنت کے آنکھ نے بھیجا      ایک تاریک خانہٴ ہر جنسوش  
طالعِ تمہیں کیوں کیوں لیلی      اُس کی تاریکیوں کی بخشش بوش  
خُنگ ایسا کہ بسکِ شکار      کڑوہ مہریر چوڑو پوش  
میں نے پوچھی کونفیت اُس کی      حیرت انگیز تھا جوابِ سروش

یہ تمام خراب نم ہے مارے ٹور سے تھی آغوش  
شعلے جوتے ہیں ستار اس کے جن سے لڑناں میں موزعرت کوش

اہل دنیا یہاں جو آتے ہیں

اپنے انکار ساتھ لائے ہیں

## نصیحت

میں نے اقبال سے ازراہ نصیحت یہ کہا  
تو بھی ہے شیوا باب یا میں کامل  
جھوٹ بھی مصلحت ایسے نرا جو تانا  
ختم گفت ریز تری درجہ کار یہ ہے  
در حکام بھی ہے تجھ کو مست ہم محمود  
اور لوگوں کی طرح تو بھی چھپا سکتا ہے  
نظر آجاتا ہے سجد میں بھی عید کے دن  
دست پر ڈرتے ٹھاکے اخبار بھی ہیں

عامل روزہ ہے تو اور نہ پابند نماز  
دل میں سن کی جو لب پہ ترے کرجا  
تیرا انداز تسلیت بھی سراپا اعجاب  
فکر روشن ہے ترا جو بد آئین نیا  
پالیسی بھی تری چھپیدہ از زلف ایاز  
پردہ خدمت میں میں ہوس جاہ دار  
اثر و عطر سے جاتی ہے طبیعت بھی لہاز  
چھٹیر نافرض ہے جن پر تری تشہیر کاسان

اس پر پڑے ہے کہ شاعر بھی کہہ سکتا ہے  
تیری مینے سخن میں ہے شراشیر  
جتنے اوصاف میں لٹکے وہ ہیں تجھ میں بھی  
تجھ کو لازم ہے کہ ہونگے شرکت تک و تان  
غم صیا و نہیں اور پر بال بھی ہیں  
پھر سب کیا ہے نہیں تجھ کو دماغ پر

”عاقبت منزلِ نادرِ خاموشان است

حالیٰ غلمند و گندہ نکال اندا“

## رام

لبریز ہے شرابِ حقیقت سے جاگ بوند  
منہ لسنی یوں خطہ مغرب کے امام ہند  
یہ ہند یوں کے فلزِ فلک سے کسے ہوا  
رفت میں سماں سے بھی اونچا ہے امام ہند  
اس میں ہیں ہوتے ہیں ناراں ملک شرت  
مشور جن کے نام سے دنیا میں نام ہند  
ہے امام کے جو وہ ہندوستان کو نماز  
اپن نظر سمجھتے ہیں کس امام ہند  
اعجاز اس چراغِ ہدایت کے یہی  
روشن تیرا سحر ہے زمانے میں شام ہند

تلوار کا وحشی تھا شجاعت میں فرو تھا

پاکیزگی میں جوشِ محبت میں فرو تھا

## موٹر

کیسی پتے کی بات مجھ نے کل کہی  
ہنگامہ آفس میں نہیں اس کا خراب نام  
میں نے کہا نہیں ہے یہ موٹر یہ منحصر  
ہے پاشک تھیو فریڈ سے جس سے  
جینا دام شو شس قلعش ہے پابگل  
شاعر کے فکر کو پر پڑا جن مشی  
موتی ہے ولفقار علی خاں کا لیا نموش  
مانند برق تیر ہستال ہوا نموش  
ہے جاوہ حیات میں ہر تیز پا نموش  
نکت کا کارواں ہے شال صبا نموش  
لیکن مزاج جسم حرم آشا نموش  
سر یہ وار گرمی آواز حاشی!

## انسان

منظر چمنستان کے زیبا جو کہ نازیا  
رفتار کی لذت کا احساس نہیں اس کو  
تسلیم کی ٹوک ہے جو چیز ہے دنیا میں  
اس قسم کو دہتی ہے سعت کی بونگم  
محروم عمل زکس مجبور تماشا ہے  
فطرت ہی صنوبر کی محروم تماشا ہے  
انسان کی ہر قوت سرگرم تماشا ہے  
یہ ذرہ نہیں شایہ سٹا ہوا سٹا

چلے تو بدل ڈالے سعت چمنستان کی

یہ سستی دانا ہے پرینا ہے تو انا ہے

## خطاب بہ جوانانِ اسلام

کبھی نے نوجوانِ مسلم تمہارے بھی کیا تو نے  
 تجھے کس قسم نے پالا ہے آتشِ شہادت میں  
 تمدنِ انسانی حقائق آئینِ جاہلی  
 سماںِ شہر و قلعہ نئی کارہائیں ابارت میں  
 گدائی میں بھی اللہ والے تجھے میور اتنے  
 غرض میں کیا کہوں تجھے کہ وہ شہادتیں کھاتے  
 اگرچہ ہوں تو نقشہ کشینے لڑائیاں میں لکھوں  
 تجھے آبا سے اپنے کو اتنی نسبت ہو نہیں سکتی  
 گنہگاروں نے جو اسلام کی میراث پائی تھی  
 حکومت کا تو کیا رونا دکھاکا عارضی تھی  
 مگر وہ عظیم کے موتی کیست ہیں اب انکی  
 ”سپاہیوں بوزیادہ پونیریاں آتماشائیں  
 وہ کیا لڑوں تھا شو جس کا ہے ال ٹوٹا ہوا اترا  
 کچھ ڈالا تھا جس کا پوں میں تاجِ سوارا  
 وہ صہرائے عرب یعنی شترمانوں کا گھوڑا  
 ”بات نہتِ خالِ خطِ چاہت نے یہ سارا“  
 کہ نسیم کو لدا کے ڈرے شش کا نہ تھا یاد  
 جہانِ جہانِ جہاں بن جہاں آرا  
 مگر تیرے تیلِ فنیوں سے وہ نظارہ  
 کہ تو گفتار وہ لڑاڑ تو ثابت ہوا سارا  
 شریکے نے میریج آسمان نے ہم کو لے مارا  
 نہیں دنیا کے آئینِ ستم سے لٹی چا  
 کچھ ہیں ان کو پ میں تو دل ہو جائے چھا  
 کہ تو ریڈیشن شوں کو نہ چشمِ زلیخا را

# غزوة شوال

یا

## مِلالِ عید

غزوة شوال! اے نو بنگارِ روزہ دار  
تیری پیشانی پہ تحریرِ پیامِ عید ہے  
اگر تھے تیرے لیے سلم سراپا انتظار  
سگرگشتِ منتِ بیضا کا تو آئینہ ہے  
سہم تیری کیلئے صبحِ عیش کی تہ ہے  
جس غم کے سائے میں تیغ آزماتے تھے ہم  
اے مہ نوا، ہم کو تجھ سے اُفتابِ یرینہ ہے  
تیری قسمت میں سہمِ آشوبی اُسی آیت کی ہے  
دشمنوں کے خون سے نکھیں قبا ہوتے تھے ہم  
اشہ پارہ سے قومِ اپنی وفا آئیں ترا  
حُسنِ روزانہ فزون سے تیرے آبر و ملت کی ہے  
ہے محبتِ خیز یہ پیرِ اہلِ بسین ترا

اوج لڑوں سے دنیا کی بستی دکھ لے  
اپنی رفعت سے ستارے لکھ کر کیستی دکھ لے

قافلے دیکھ اور ان کی برق رفتاری بھی دیکھ  
دیکھ کر تجھ کو اٹنی پریم لگاتے تھے لہر  
فرقہ آرائی کی زنجیر میں میں یہ مسلم ایہ  
دیکھ سجدہ میں شکر شکر تسبیح شیخ  
کافروں کی مسلم آہنی کانٹھی ٹٹاؤ  
بارش گندھ اوش کا تماشائی بھی  
ہاں تعلق پیشی دیکھ ابرو والوں کی تو  
جس کو ہم نے آشنا لطف تکم سے لیا  
سازِ عشرت کی جہدِ انفرجے لایا توں میں  
چال کر دسی شکر بناواں نے خلافت کی قبا

رہزہ دماغ کی منزل سے سیزاری بھی دیکھ  
اے تھی ساغرِ بہاری آج ناواری بھی دیکھ  
اپنی آزادی بھی دیکھ ان کی رفتاری بھی دیکھ  
بت کسے میں رہن کی پختہ نزاری بھی دیکھ  
اور اپنے مسلوں کی مسلم آزادی بھی دیکھ  
اُس تب مہم کی آہنی نیواری بھی دیکھ  
اور جو بے آبرو تھے ان کی خوارگی بھی دیکھ  
اُس حریف بنے باں کی لرم رفتاری بھی دیکھ  
اور ایران میں فاتح کی تیسری بھی دیکھ  
ساوا کی مسلم کی دیکھ اوروں کی عیاری بھی دیکھ

صوت آئینہ سب کچھ دیکھ اور خاموش

شورشِ امروز میں مہم سڑو دو شش



# شمع اور شاعر

(فروری ۱۹۱۲ء)

## شاعر

دو شس می نغمہ بہ شمع منزل ویران خویش  
گیوے تو از پر پروانہ دارد شانہ اے  
در جہاں شل چراغ لالہ صحرایم  
ز نصیب محسنے ز قسمت کاشانہ اے  
تے مانند تو من ہم نفس می جوستم  
در طواف شعلہ ام بالے نہ زد پروانہ اے  
میں تپد صد جلوہ در جان امل منور من  
بر نمی خیزد از من محسن دل دیوانہ اے



از کجبا این آتش عالم منور ز اندوختی  
کر کما بے مایہ را سوزِ کلیمِ انجوستی

## شع

مجھ کو جو موجِ نفس دیتی ہے پیغامِ اجل  
لبِ اسی موجِ نفس سے ہے نوا پیرا ترا  
میں تو جلتی ہوں کہ ہے مضرِ مری فطرت میں سوز  
تو منورزاں ہے کہ پردانوں کو چوسو داتا ترا  
گر یہ ساماں میں کہ سیسے دل میں ہے طوفانِ اشک  
شبِ نمِ افشاں تو کہ بزمِ گل میں ہو چہ چا ترا  
گلِ بدادہن ہے مری شب کے لہو سے میری صبح  
ہے ترے امروز سے نا آشنا منور داتا ترا  
یوں تو روشن ہے مگر سوزِ دروں رکھتے نہیں  
شعلہ ہے مثلِ چراغِ لالہ صحرا ترا

سوچ تو دل میں، لقب ساقی کا ہے زیبا تجھے؟  
انجمن پیاسی ہے اور پیمانہ بے صہب آرا!  
اور ہے تیرا شعار آئینِ ملت اور ہے  
زشتِ زونی سے تری آئینہ ہے رسوا ترا  
کعبہ پسلو میں ہے اور سوائی بُت خانہ ہے  
کس قدر شوریدہ سر ہے شوقِ بے پروا ترا  
قیس پیدا ہوں تیرے محفل میں یا یہ ممکن نہیں  
تنگ ہے صحر آرا، محل ہے بے لیلیا ترا  
لے دے دریا بند، لے پروردہ آغوشِ موج!  
لذتِ طوفان سے ہے نا آشنا دریا ترا  
اب نو اپیرا ہے کیا گلشنِ جوا برہم ترا  
بے محفل تیرا ترنم، نغمہ بے موسم ترا  
تھا جنھیں ذوقِ تماشا، وہ تو زحمت ہو گئے  
لے کے اب شوعدہ دیدارِ عام آیا تو کیا

انجن سے وہ پرانے شدہ آسام اٹھ گئے  
ساقیا! محفل میں تو آتش بجام آیا تو کیا  
اے، جب گلشن کی جمیت پریش ہو چلی  
پھول کو باد بھاری کا پیام آیا تو کیا  
اتجر شب دید کے قابل تھی پہل کی تڑپ  
صبح دم کوئی اگر بلائے بام آیا تو کیا  
بُجھ گیا وہ شدہ جو مقصود پر پرواز تھا  
اب کوئی سودا آئی سوز تمام آیا تو کیا  
مُچھول بے پروا ہیں، تو گرم نوا ہو یا نہ ہو  
کارواں بے جس ہے آوازِ درا ہو یا نہ ہو  
شبیج محفل ہو کے تُو جب سوز سے خالی رہا  
تیرے پروانے بھی اس لذت سے بیگانے رہے  
پشتِ آفت میں جب ان کو پروکتا تھا تو  
پھر پریشاں کیوں تری بیج کے دانے رہے

شوق بے پروا گیا، فکرِ فلک چیا گیا  
تیری محفل میں نہ دیوانے نہ سنا نے ہے  
وہ جگر سوزی نہیں وہ شکرِ شامی نہیں  
فائدہ پھر کیا جو گردشِ پروانے ہے  
خیرِ ثوقی سہی لیکن پلانے کا کہے  
اب نہ وہ کس ہے باقی نہ میخانے ہے  
رورہی ہے آج اک ٹوٹی ہوئی سینا سے  
کل تک گردش میں جس ساقی کے پیانے ہے  
آج ہرِ خاطرِ شوشِ دوشِ جنوں پوچھ جاں  
رقص میں سیلی رہی، سیلی کے دیوانے ہے  
وائے ناکامی! ستارِ کارواں جاتا رہا  
کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا  
جن کے ہنگاموں سے تھے آباد ویرانے کبھی  
شہر ان کے بٹگے آبادیاں بن چکیں

سطوتِ توحید قائم جن نازوں سے ہوئی  
وہ نازیں ہند میں نذرِ برہمن چو گئیں  
دہر میں عیش و ام آتیں کی پابندی سے  
سوج کو آدیاں سامانِ شیون چو گئیں  
خود تجہل کو تہا جن کے نظاروں کی تھی  
وہ نگاہیں نا اسیدِ نورِ امین چو گئیں  
اڑتی پھرتی تھیں ہزاروں بلبلیں گلزار میں  
دل میں کیا آئی کہ پابندِ نشین چو گئیں  
وسعتِ لرزوں میں تھی ان کی تڑپِ نظاروں  
بجلیاں آسودہ دامانِ جنم چو گئیں  
ویدہٴ نوبدار چونت کس گلزار کیوں  
اشکِ پیہم سے نگاہیں گل بہ دان چو گئیں  
شامِ غم لیکن خبر دیتی ہے صبحِ عید کی  
ظلمتِ شب میں نظر آئی کرنِ امین کی

مژدہ ہے پیسا نہ برادرِ خُستمانِ حجاز  
بعد مدت کے ترے نڈوں کو پھر آیا ہے ہوش  
نفتہ خود داری بہانے جاوے غیب تھی  
پھر دکاں تیری ہے لبرزِ صدائے ناؤ نوش  
ٹوٹنے کو ہے طلسمِ ماہِ سیما یابِ ہند  
پھر سلیمی کی نظر دیتی ہے پیغامِ ضرور  
پھر یہ جو عنا ہے کہ لاسا قی شرابِ خایہ ساز  
دل کے شکنجے سے سفرِ بے کڑوائے خموش  
نغمہ پیرا ہو کہ یہ ہے گامِ حنا موٹی نہیں  
ہے حنہ کا آسمانِ خورشید سے مینا بدوش  
درِ عنبر و دیگر بسوز و دیگر ایں راہِ ہم بسوز  
گفتمت روشن حدیثے گرتوانی وارگوش  
کہ گئے ہیں شاعریِ جزویست از پنیبری  
ہاں سناؤ محفلِ منت کو پیغامِ سرور

آنکھ کو بیدار کر دے وعدہ دیدار سے  
زندہ کر دے دل کو سوزِ جوہرِ گفتار سے

رہزن بہت چڑھا ذوقِ تن آسانی ترا

بحرِ بھت صحرا میں تو، گلشن میں شل جو ہوا

اپنی اصلیت پر تم تھا تو جمعیت بھی تھی

چھوڑ کر گل کو پریشاں کاروانِ بو ہوا

زندگی قطرے کی بکھلاتی ہے سار جیات

یہ کبھی گلو پڑ کبھی شبنم، کبھی آنسو چڑھا

پھر کہیں سے اس کو پیدا کر، بڑی دولت ہے یہ

زندگی کیسی جو دل بیگانہ پہلو ہوا

ابرو باقی تری ملت کی جمعیت سے تھی

جب یہ جمعیت گئی دنیا میں رسوا تو ہوا

فردِ تم رابطہ ملت سے ہے تنہا کچھ نہیں

موج ہے دریا میں اور بیرونِ دریا کچھ نہیں

پر وہ دل میں محبت کو ابھی ستور رکھ  
یعنی اپنی مے کو رُسوا صورتِ بیانا نہ کر  
خمیہ زن ہو وادیِ سینا میں مانسہِ کلیم  
شعہ تھتق کو غارت گر کا شانہ کر  
شمع کو بھی چو ذرا معلوم انجامِ ستم  
صرف تعمیرِ حشرِ خاکستر پروانہ کر  
تو اگر خود ار ہے منت کش ساقی نہ ہو  
عین دریا میں جابب آسانگوں پیمانہ کر  
کیفیتِ باقی پرانے کوہِ دصحرا میں نہیں  
ہے جنوں تیرا نیا پیدا نیا ویرانہ کر  
خال میں تجھ کو مُعتد نے ملایا ہے اگر  
تو عصا اُفتاد سے پیدا سوال انا کر  
ہوں، اسی شہن کُن پر پھر بنائے ایشیاں  
اہلِ کُشن کو شہیدِ نغمہ ستانہ کر



اس چین میں سپر ڈبیل ہو یا تمسیر نزل  
یا سراپا نالہ بن جا یا نوا پیدا نہ کر  
کیوں چین میں بے صدا مثلِ رَمِ شبنم ہے تو  
لب کشا ہو جا، سرودِ بریطِ عالم ہے تو  
آشنا اپنی حقیقت سے ہولے دھتاں ذرا  
وانہ تو پھرتی بھی تو، باراں بھی تو، حاصل بھی تو  
اے کس کی جستجو آوارہ رکھتی ہے تجھے  
راہ تو، رہرو بھی تو، رہسبر بھی تو، منزل بھی تو  
کانپتا ہے دل ترا اندیشہ طوفان سے کیا  
ناخدا تو، بحر تو، کشتی بھی تو، سال بھی تو  
دیکھ کر کوچہ چالب گریباں میں کبھی  
قمیس تو، لیلیٰ بھی تو، صحرا بھی تو، محفل بھی تو  
وائے ناوانی کہ تو محتاجِ ساتی ہو گیا  
مے بھی تو، مینا بھی تو، ساتی بھی تو، محفل بھی تو

شعلہ بن کر چھوٹا کئے خاشاکِ غیر اللہ کو  
خوبِ باطل کیا کہ ہے عادتِ کربا بل بھی تو  
بے خبر! تو جو ہر آئینہ آیام ہے  
تو زمانے میں خدا کا آخری پیغام ہے  
اپنی اصلیت کے ہوا گاہ اے غسل کہ تو  
قطرہ ہے، لیکن مثالِ بحر بے پایاں بھی ہے  
کیوں گرفتِ ظلم پہیچت داری ہے تو  
دیکھ تو پوشیدہ تجھ میں شوکتِ طوفاں بھی ہے  
سینہ ہے تیرا میں اس کے پیام ناز کا  
جو نظامِ دہر میں پیدا بھی ہے، نہناں بھی ہے  
ہفت کشور جس سے ہو تغیر بے تیغ و تفسک  
تو اگر سمجھے تو تیرے پاس وہ سماں بھی ہے  
اب تک شاید ہے جس پر کوہِ فاراں کا سکوت  
اے تغافلِ پیشہ! تجھ کو یاد وہ پیمیاں بھی ہے؟

ٹوپی نادان چند کلیوں پر قناعت کر گیا  
ورنہ کاشن میں علاج تنگی داماں بھی ہے  
دل کی کیفیت ہے پیدا پر وہ تعسیر میں  
رکوتِ بینا میں سے مستور بھی، عریاں بھی ہے  
پھونک ڈالا ہے مری آتش نوائی نے مجھے  
اور میری زندگانی کا یہی سماں بھی ہے  
راز اس آتش نوائی کا مرے سینے میں دیکھ  
جلوہِ تعسیر میرے دل کے آئینے میں دیکھ!  
آسماں جو گاسخ کئے نور سے آئینہ پوش  
اور ظلمتِ اُت کی سیلاب پا جو جائے گی  
اس قدر ہو گی ترنم آئیں بادِ بہار  
نکھتِ خوابیدہ غنچے کی نوا جو جائے گی  
آملیں گے سینہ چاکا کین چمن سے سینہ چال  
بزمِ گل کی نفیس بادِ صبا جو جائے گی

شبِ بنم افشانی مری پیدا کرے گی سوز و گم  
اس چپن کی ہر کھلی درد آشنا ہو جائے گی  
دیکھ لو گے سلوٹ رفت ز دریا کا مال  
سوج مضطرب ہی اسے زنجبیل پڑھو جائے گی  
پھر دلوں کو یاد آجائے گا یہیں ہم سجود  
پھر جسیں خالِ حرم سے آشنا ہو جائے گی  
نازِ صیاد سے ہوں گے نوا سا ماں سیور  
خونِ گلچیں سے کلی زنگین قبا ہو جائے گی  
اسکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ آسما نہیں  
مچھرتے چوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی  
شبِ گریزاں ہوگی آخر جلوۂ خورشید سے  
یہ چپن مسور ہوگا نغمہ تو حید سے



# مسلم

(جون ۱۹۱۲ء)

ہر نفس اقبال تیرا آہ میں تلو ہے سینہ سوزاں ترا منیرا تو سے محو ہے  
نغمہ تیرا تیری برید دل میں نہیں ہم سمجھتے تیرے لیلی تیرے محل میں نہیں  
گوش آواز سہر و فرت کجا جو یا ترا اور دل ہنگامہ حاضرے بے پروا ترا  
قصہ گل بہم نہ ایمان چسپن نشتے نہیں اپن محفل تیرا پینہ کس نشتے نہیں  
اے درائے کاوان خفتہ پا با خاموش رہ ہے بہت یاں آفر تیری صدا خاموش رہ

زندہ پھر مجھ کو نہیں برینہ ہو سکتی نہیں  
شع سے دشمن شہد شہینہ ہو سکتی نہیں

ہم نشین مسلم ہیں تو حید کا حال ہے میں اس صداقت پر زل سے شاہچا دل میں میں  
بعض جو بات میں یہ احارت اس کے ہے اور مسلم کے تخیل میں جہارت اس کے ہے  
حق نے عالم اس صداقت کے لیے پیدا کیا اور مجھے اس کی حفاظت کے لیے پیدا کیا  
دہر میں غارت بر بل پرستی میں جو حق تو یہ ہے حافظہ ناموس پرستی میں جو

سیری ہستی پر سچ سبب عالم کی ہے  
سیرت جانے کے سوائے نبی آدم کی ہے  
قسمت عالم کا مسلم کو سبب تابدست ہے  
جس کی تابانی کے سقون سحر شر مند ہے  
اسکا کارا ہیں ہی آنکھوں سچ اسرار حیات  
کہہ نہیں سکتے مجھے تو یہ سچا پر حیات  
کتب ڈال سکتا ہے جسم کا عارضی منظر مجھے  
ہے بھر ماسا اپنی تکتے کے سحر پر مجھے  
یاس کے غمض کے ہے آواز اویس لہر روزگار  
فتح کامل کی خبر مریا ہے جوش کارزار  
ہاں میں سچ ہے چشم برعدہ کنس ہستیاہن میں  
ایں مفضل سے اپنی ہستاں کہتا ہوں میں  
یاہ عمدہ فرستہ میری خال کو اسیر ہے  
سیرا ماضی میسے استقبال کی تفسیر ہے

سائے نکلتا ہوں اس وقت نشاط افزا کو نہیں

دیکھتا ہوں روش کے آئینے میں فرزا کو نہیں

## حضور رسالت مآب ﷺ میں

گراں جو مجھ پر ہنسکارتہ مانہ ہوا  
جہاں سے بانہ کے رخت سفر وانہ ہوا  
قیوہ شام و سحر میں بسر تو کی سکین  
نظا کم کسنتہ عالم سے استنانه ہوا

فرشتے بزمِ رسالت میں گئے مجھ کو

حضورِ آیتِ رحمت میں گئے مجھ کو

کہا حضورؐ نے اے خدیوِ بائعِ حجاز! کھلی کھلی ہے تری گرمیِ نوا سے گداز

ہمیشہ سرخوش رہ جاؤ لائے دل تیرا فتِ اولیٰ ہے ترغیبِ عیسٰیؑ بھونیا

اڑا جو پستیٰ نیا سے تو سوئے لڑوں رکھائی تجھ کو ملائی کے فوستِ پروا

نکل کے باغِ جہاں بجز گنہ گویا

ہمارے اسطے کیا تختہ رے کے تو آیا

تصویرِ بادِ پر میں آسودگی نہیں ملتی تلاش جس کی ہے ذمہ داری نہیں ملتی

ہزاروں لالہ گل ہیں یا بصرِ ہستی میں وفا کی بس میں ہو بُو کو کھلی نہیں ملتی

گر میں نہ لو الٰہِ گیسندہ لایا ہوں جو چیز اس میں ہے رحمت میں بھی نہیں ملتی

جھپکتی ہے سہی انت کی آبرو اس میں

ظرا بس کے شہیدوں کا ہے لہو اس میں



## شفا خانہ حجاز

اک پشوائے قوم نے زخمِ ہلال کے کھلے کوجدہ میں ہے شفا خانہ حجاز  
ہو تھے تیرے خالک کا پر فریبہ سرا سُنا ہے تو کسی سے جو شفا خانہ حجاز  
دستِ جنوں کو اپنے بڑھایا جب کی نظر شہور تو جہاں میں ہے یوانہ حجاز  
دار الشفا حوالی الطب میں چلے ہے

نبض مرصعہ خبہ عیسٰی میں چلے ہے

نہیں نے لگا کر مکتے پر درمیں حیات پر شید جس طرح چھ تحقیق مجاز میں  
تلفانہ آجہل میں جو عاشق کو بل گیا پایا یہ خضنے کے عسر دراز میں  
اوروں کو دین حضور ایسے پیام زندگی میں موت ڈھونڈتا ہوں میں حجاز میں

آئے ہیں آپ کے شفا کا پیام کیا  
رکتے ہیں اہل درویش سے کام لیا





# جواب شکوہ

دل سے جواب نکلتی ہے ارز رکھتی ہے      زینہیں طاقت پر از نظر رکھتی ہے  
قدسی الاصل ہے رفعت پر نظر رکھتی ہے      خال سے نشئی ہے لڑو جگزر رکھتی ہے

عشق تھا فتنہ لڑو کشن جلال را

آسماں چیریا ناز بے بال مرا

پیر کڑوں نے کہا سن کے کہیں ہے کوئی      بولے تیکے سر سرشیں میں ہے کوئی  
چاند کسا تھا نہیں اہل زمیں ہے کوئی      کندشاں کستی تھی پوشیدہ میں ہے کوئی

کچھ جو سمجھا مرے شکوے کو تو بڑھواں سمجھا

مجھے جنت سے نکالا ہوا اس سمجھا

تمہی فتنہ توں کو جو جیت کر لیا وہ از سے کیا      عشق والو جگزر رکھتی ہے زینہیں سے از سے کیا  
تہم عشق میں بھی انساں کی گت تازے کیا      اگلی خال کی خشکی کو ہمیں پوزا ہے کیا!

غافل آداب کے نگارن میں کیسے ہیں

شوخ و ستیخ یہ پستی کجی کیسے ہیں

اس قدر شوخ کر اٹھتے ہیں بھی برسوں  
تھا جو جو ملا تھا یہ وہی آدم ہے

عالم الہی کے دانے تو کلم ہے  
ہاں مگر عجب کئے اسرارے نامحسوس ہے

نئے وقت گفتار پر ان فنوں

بانگے کا سلیقہ نہیں نادانوں کو

اگلی آواز عنکم کج ہے ہر افسانہ ترا  
اشکاتے آداب کے لب پر پیر پیمانہ ترا

اسماں کی پتھر انور دستا نہ ترا  
کس در شوخ زبان ہے دل دیوانہ ترا

شکر کے کوئی نہیں ادا سے تو نے

ہم سخن کرو دیا بندوں کو نہ تو نے

ہم تو مال بہ کرم ہیں کوئی سال ہی نہیں  
رادہ دکھائیں کئے ہر منزل ہی نہیں

تربیت عام تو ہے جو ہر جہاں ہی نہیں  
جس سے تم میرا نام لینی یہ گل ہی نہیں

کوئی قابل ہو تو ہم شان کئی دیتے ہیں

وٹوٹنے والوں کو دنیا بھی سنی دیتے ہیں

ہاتھ بے زور ہیں، اللہ نے دل غلہ کریں  
انسی باعث رسوائی بیہ نسبت ہیں  
نبت شکن اٹھ گئے باقی جو ہے بت گریں  
تھا براء سیم پدراہ پر آزر ہیں

باوہ اشام نے باوہ نیا چشم منے

حزیم کعب نیا بت بھی نئے تم بھی نئے

وہ بھی من تھے کہ وہی مایہ عثمانی تھا  
نازش میں سیم گل لالہ صحرا لئی تھا  
جو سلمان تھا اللہ کا سوائی تھا  
کبھی محبوب تمہارا یہی چربائی تھا

کسی تحبائی سے اب عبد غلامی کر لو

غلب احمد برسل کوست امی کر لو

کس قدر تم یہ گراں سج کی بیداری ہے  
ہم سے کب پیارے ہاں نیند تمہیں ساری ہے  
طبع آزاد و قیہ رمضان مبارکی ہے  
تمہی کہہ دو یہی آئین وفا داری ہے

قوم مذہب کے ہے مذہب نہیں تم بھی نہیں

جذب بلہم نہیں محفل ابم بھی نہیں

جن کو آتا نہیں دنیا میں حوی فن تم ہو  
نہیں جس قوم کو پروانے نشین تم ہو  
بجلیاں بس میں ہیں آئو وہ ضرر من تم ہو  
بیچ خطا تے ہیں اسلاف کے مدفن تم ہو

چونکہ نام جو بسوں کی تجارت کے  
کیا نہ ہو گے جو مل جائیں صنم شہ کے  
صحیحہ پر بسوں کو شایا کس؟ نوع انسان کو عن ای کھیرا کس؟  
میرے بچے جینوں بسایا کس؟ میرے شاگردوں کو سینوں لکھایا کس؟  
تھے تو آباؤ اجداد تھے اسی کو تم کہتے ہو

ہاتھ پر ہاتھ دھرے منتظر فرما ہوا  
کیا کہا بسوں کے ہاں ہے فقط وعدہ؟ شکوے بے جا بھی کہے کوئی تو لازم ہے شہ  
عدل ہے فاطمہ ستر کی ازل سے دستوں مسلم آئینہ کا منہ تو ملے حور و قصور  
تم میں مردوں کوئی چنے والا نہیں  
جلوہ بطور تو موجود ہے سوئی نہیں

سنت ایک ہے اس قوم کی نقصان بھی آ  
ایک ہی کلمہ ہے جو میں بھی ایمان بھی ایک  
حرم مال بھی اللہ بھی مشران بھی ایک کچھ بڑی بات تھی جو ہے جو مسلمان بھی ایک  
فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں  
کیا زمانے میں پھیننے کی یہی باتیں ہیں

کون ہے تارکِ آمینِ نوبلِ مختار؟      صحتِ وقت کی ہے کس عمل کا معیار؟  
کس کی آنکھوں میں سمائی ہے سارا غم؟      چو لئی کس کی نگاہِ نرسف سے بیزار؟

قلب میں زندگی رُوح میں احساس نہیں

کچھ بھی پیہم محمدؐ کا تمہیں مان نہیں

جاگتے ہوتے ہیں ساجد میں صفا، تو غریب      زحمتِ روزہ جو کرتے ہیں گوارا تو غریب  
نام لیتا ہے الرکوعی ہمارا، تو غریب      پردہ کھستلے الرکوعی تمہارا، تو غریب

اُمراۃ دولت میں ہیں غافل ہم سے

زندہ ہے ہمت بیضا، غراب کے دم سے

واعظِ قوم کی وہ چختہ خیال نہ رہی      برقِ طہیں نہ رہی شعلہ عالی نہ رہی  
رہ گئی رسمِ اذانِ نوحِ بلالی نہ رہی      فلسفہ رو گیا، تلعتِ بنِ خزالی نہ رہی

سجدیں شریعتوں میں کہ نمازی نہ رہے

یعنی وہ صاحبِ اوصافِ حجازی نہ رہے

شوہرے ہو گئے دنیا کے مسلمان نابود      ہم یہ کہتے ہیں کہ تمہے بھی ایسے مسلم موجود  
وضع میں تم پہ نصاریٰ تو تمدن میں بنوود      یہ مسلمان ہیں جنہیں دیکھ کے شرمانے بیوود

یوں تو سید بھی ہو مرزا بھی ہو افغان بھی ہو

تم سبھی کچھ ہو بناؤ تو مسلمان بھی ہو

و تم تیر تھی مسلم کی صداقت بے باک عدل اس کا تھا تو ہی لوٹ مراعات کے پاک

شجرِ فطرتِ مسلم تھا جسے نمانک تھا شجاعت میں وہ اک سستی فحوق الا دراک

خود لدا زمی تم کیفیتِ صہبائش ہو

خالی از خویش شن صوتِ دینائش ہو

ہر مسلمان کب باطل کے لیے نشتر تھا اُس کے آئینہ سستی میں عمل جو ہر تھا

جو جب مڑا تھا اسے قوتِ بازو پر تھا تمہیں موت کا ڈر اُس کے خدا کا ڈر تھا

باپ کا علم نہ بیٹے کو الرا از بر جو

پھر پورا قابل میراث پدرا کیونکر جو

ہر کوئی سب سے ذوقِ تن آسانی ہے تم مسلمان ہو ایسا نہ اندازِ مسلمان ہے

حیدری فحمتی ہے زولتِ عثمانی ہے تم کو اسلاف کے کیا نسبتِ خانی ہے

وہ زمانے میں مسرت تھے مسلمان ہو کر

اور تم خوار ہوئے تارکِ شرآں ہو کر

تم ہوا آپس میں غصہ نہ نال وہ آپس میں کریم  
تم خطا کار و خطا بین وہ خطا پوشن کریم  
چاہتے سب میں کہ ہوں اوج شریا پیہ تم  
پہلے ویسا کوئی پیدا تو کرے قلم سلیم  
تختِ فغفور بھی ان کا تھا، سریر کی بھی

یونہی باتیں میں کہ تم میں وہ جنت ہے بھی؟

خود کشی شیوہ تمھارا، وہ غسیو و خودا  
تم اخوت کے گریزان وہ اخوت پہ نثار  
تم گنہگار سراپا، وہ سراپا کردار  
تم ترستے ہو کئی لوگوں کو، وہ گستاخان برکات

اب تک یاد ہے تمہوں کو حکایت ان کی

نفس ہے صفحہ ہستی پہ وقت ان کی

شبلِ انجمنِ انجمنِ قوم یہ پوشن بھی ہوئے  
بُتِ ہندی کی محبت میں بھجن بھی ہوئے  
شوقِ پرواز میں مہجور نشین بھی ہوئے  
بے عمل تھے ہی جن ان دین کے بطن بھی ہوئے

ان کو تہذیب نے بھر جتا کہ آزاد کیا

لا کے کعبے سے ختم خانے میں آباد کیا

قیسِ رحمت کشن تہنالی صحرا زاد رک  
شہر کی لکھائے ہوا باد یہ پیمانہ زاد رک

وہ تو دیوانہ ہے ہستی میں ہے پیمانہ زاد رک  
یہ ضروری ہے حجابِ بُخ لیلانہ زاد رک

گلے بخور نہ جو ہر شکوہ بیدار نہ ہو  
عشق آزاد ہے کیوں حسن بھی آزاد نہ ہو

عبدالبرق ہے آتش بن پھر مرنے میں  
میں اس کو آئی صحرانہ کوئی گمشدہ ہے  
اس ہی آگ کا قوام نہیں آئینہ حسن کا  
تو جب تم زسٹل شدہ پیر ہیں

آج بھی جو جو براہِ ستیم کا ایمان پیدا  
آگ لے سکتی ہے اندازِ طمان پیدا

دیکھ کر رنگِ سپرچیز پریشانی  
کو کعبہِ نیچے سے شاخیں میں چکنے والی  
حسنِ فاشا کے ہر تانے چستانِ عالی  
گل برانداز نے غنچِ سنہا کی لالی

رنگِ گرزوں کا ذرا دیکھ تو غیب ہی ہے  
یہ نکتے تھے سوج کی عشق تابی ہے

اتنی گلشنِ تہی میں شہید بھی ہیں  
اور جسمِ شرمسب میں خزانِ عید بھی ہیں  
سیکڑوں نخل میں کاہرید بھی بالید بھی ہیں  
سیکڑوں لہن چمن میں ابھی لوشید بھی ہیں

نخلِ سلام نمونہ ہے بروسنہ کی  
پھل ہے سیکڑوں صدیوں کی چہنڈی کا



پاک کرو وطن سے سزا مل تیرا      تو دو دینے کے کہہ پھر ہے کسناں تیرا

قافلہ ہونے کے گا کبھی ویراں تیرا      غیر یک بانہ درالچہ نہیں سماں تیرا

نخل شمع استی و شعلہ و دودیشہ تو

عاقبت سے زبوں سیارہ ایشہ تو

تو نہ بٹ جائے گا ایران کے کرب جانے سے      نقشے کے کو تعلق نہیں پانے سے

پہ خیاں پوششِ تمار کے افسانے سے      پاسبانِ مل گئے کعبہ کو صائم خانے سے

کشتی حق کا زمانے میں سہارا تو ہے

عصرِ نورات ہے دُھندلا سا ستارا تو ہے

ہے جو سنا کا مہیا پوششِ بنفاری کا      غافلوں کے لیے پیام ہے بیداری کا

تو سمجھتا ہے یہ سماں ہے دل آزاری کا      اتھاں ہے ترے ایثار کا، خود داری کا

کیوں ہر اسماں ہے پھیل فرس اعدا سے

نورِ حقِ نبجہ نہ کے گا نفس اعدا سے

چشمِ اوقام سے مٹتی ہے حقیقت تیری      ہے ابھی منہل سہی کو ضرورت تیری

زندہ رکھتی ہے زمانے کو حرارت تیری      گو کہ قسمتِ اسماں ہے خلافت تیری

وقت فرصت ہے کسانِ کامل بھی باقی ہے

نورِ توحید کا اسام بھی باقی ہے

مشل بوقی کے ٹنچے میں پریشان جا  
زخمت برووشن ہو گئے چنستان چو جا

ہے تنگ ناری تو ذرے سے بیابان جا  
نغمہ موج سے ہنگامہ فلون جا

وقتِ عشق سے پرست کو بلا کر دے

دہر میں اہم مستند نے اجالا کر دے

ہو نہ یہ بھول تو بسل کا ترنم بھی نہ ہو  
چمن دہر میں کلیوں کا تبسم بھی نہ ہو

یہ نہ ساقی نہ تو پھر سے بھی نہ جو غم بھی نہ ہو  
بزمِ توحید بھی نیاسیں نہ جو غم بھی نہ ہو

خیمہ افلاک کا استاد اسی نام سے ہے

نبضِ ہستی تپشِ آما د اسی نام سے ہے

دشت میں ابن کسار میں میدان میں ہے  
بحر میں موج کی آشوش میں طوفان میں ہے

چین کے شہرِ قش کے بیابان میں ہے  
اور پوشیدہ مسلمان کے ایمان میں ہے

چشمِ اتمامِ نیتِ رواد تک دیکھے

دستِ شانِ زلفِ کائنات لزل دیکھے

نزدِ چشمِ چشمِ زمیں یعنی وہ کالی دنیا      وہ تھکے شہسوار اپنے لئے والی دنیا  
گر بی مہر مگر پڑوہ ہلالِ دنیا      عشق والے جسے کہتے ہیں ہلالِ دنیا

تپش اندوز ہے اس نام سے پائے کی طرح  
غوطنِ نور میں ہے آنکھ کے تار کی طرح

عقل ہے تیری ہنر عشق ہے شہسیر تری      مرنے پر روشنِ اخلاقی ہے جہانگیر تری  
ماہوسی اندک کے لیے آل ہے بکھیر تری      تو مسلمان ہو تو کتے ایسے تدبیر تری

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم سے ہیں  
یہ جہاں چیز ہے کیا کون قلم تھے ہیں

## ساقی

نشر پلا کے کرانا تو سب کو آتا ہے      مزا تو جب ہے لڑکھو توں کو تمام لے ساقی  
جو باوجود کس تھے پڑاؤں وہ اٹھتے جاتے ہیں      کہیں سے آتے ہیں دوام لے ساقی!

کئی ہے ات تو ہنگامہ گزرتی میں تری  
سخر قریب ہے اللہ کا نام لے ساقی!

## تعلیم اور اس کے نتائج (تضمین بر شعراء عشری)

عاشق تو ہیں ہم بھی انوں کی ترقی کے سحر  
لب خنداں سے نکل جاتی ہے فراد بھی ساتھ  
ہم سمجھتے تھے کہ لاتے گل فراغت تعلیم  
کیا خبر تھی کہ جلائے گا العاد بھی ساتھ  
گھر میں پڑیے شیریں تو چوٹی جلوہ نما  
لے آئی ہے گلریشہ فراد بھی ساتھ

”تختم و یکد کف ابریم و بکاریم ز نو  
کا کھپتہ تیرم ز خجالت تو اں کھو دور“

## قرب سلطان

تیز عالم و محکوم ہرٹ نہیں سکتی  
مجال لیا لگا لگا لہر چو شاہ کا ہوش  
جہاں میں عجب پرستی ہے بندگی کا لال  
رضائے خواجہ طلب کن قبائے رنگین پوش  
مگر غرض جو حصول رضائے محکم ہو  
خطاب ملتا ہے نصب بہت و قوم فروش  
پرانے نظر و عمل میں بیزار شکل ہے  
نئے اصول سے خالی ہے فکر کی اغوش

مزا تو یہ ہے کہ یوں زیر آسماں ہر جگہ  
یہی اصول ہے سر مایہ سکون حیا  
”ہزاروں نوحن در دیان و لب خاموش“  
”گدائے گوشہ نشینی تو حافظا محروس“  
”گلبر بادہ صافی، بیاگب چنگ بوش“  
”لڑاکے توڑے سنگ نفس سے شیشہ ہوش“  
پیام مرثیہ بشیر از بھی گرسن لے  
کہ ہے یہ سہ نہان غارِ ضمیر ہوش

”معلیٰ ز تجہلیت لے انور شاہ

چو قہر او طلبی در کئے نیت کوش“

## شاعر

جوئے سڑو آفریں آتی ہے کوہ سائے  
سب سے مخرام کا سن تو دراپس تو  
پی کے شراب لالہ لوں کے کدہ بہار سے  
زندہ وہی ہے کام لچھ جن جنہیں قرار سے  
پھرتی ہے ادویوں میں کیا دخترخوش خالم  
کرتی ہے عشق بازیاں بسزۂ فرغزار سے  
جام شرابِ جہ کے خم سے اڑاتی ہے  
پست بلند لے لے طے یوں جا پلاتی ہے

شاعر دل نواز بھی بات اکر لئے کھری  
موتی ہے اُس کے انصاف سے مرغِ ننگ کی پری  
شانِ خلیل موتی ہے اُس کے کلام سے عیا  
کرتی ہے اُس کی قوم جیسا پناہ شعار آری  
ایل زمین کو سخت نہ زندگی دوام ہے  
خونِ جگر سے تربیت پاتی ہے جو سنخوری

گلشنِ وہیر میں اگر جوتے سے سخن نہ ہو

پھول نہ ہو گل نہ ہو سبز نہ ہو چمن نہ ہو

## نویدِ صبح

۱۹۱۲ء

آتی ہے شوق سے جب نگارِ وہن سحر  
منزلِ ہستی سے لرجاتی ہے عاشقی بھر  
مخفی قدرت کا اثر ٹوٹ جاتا ہے کسوت  
وہی ہے ہر چیز اپنی رنگائی کا ثبوت  
چھپاتے ہیں پرنے پائے پیغامِ حیا  
باندھتے ہیں پھولِ گلشن میں احرامِ حیات

مسلم خواہید وہ اٹھ رہے گا نہ آرا تو بھی ہو

وہ چمک اٹھا افقِ کرم تقاضا تو بھی ہو

وسعتِ عالم میں یہ پیامِ سوشل آفتاب  
واسنِ لڑوں کا پیدا ہوں یہ اے صحاب

کھینچ کر خنجر لہن کا پھر سو سر گرم ستیز  
 پھر کھتا رکھی باطل کو ادا بگمیز  
 شوہر اپنی ہے ہوشترے فریانی تجھے  
 اور غریبوں کے لازم ہے خود افسانی تجھے  
 ہاں نمایاں ہے برق دیدہ خفاش ہے  
 لے لے کون کون مگس کے از مضرتِ فاش ہے

## دعا

یارِ اولِ مسلم کو وہ زندہ تھے  
 پھر ادبی فاراں کے ہر فنے کو چمکا تھے  
 محرومِ تماشا کو پھر دیدہ بیسنا تھے  
 بھٹکتے تھے تاروں کو پھر سونے حرم لے چل  
 پیدا دل بیاں میں پھر پریشیں مُشرک  
 اس دور کی ظلمت میں ہر قلب پریشاں کو  
 رفت میں مقاصد کو پھر دوشِ شریاں کر  
 بے لوثِ محبت ہو بے باک صد اوقت ہے  
 جو قلب کو لہرائے جو روح کو تڑپا دے  
 پھر شوقِ تماشا کے پھر فوقِ تقاضا دے  
 دیکھا ہے جو کچھ میں اور نہ کبھی لکھا دے  
 اس شہر کے خاک کو پھر وصحتِ صحرا دے  
 جسِ خالی کو پھر شہرِ لیلیا دے  
 وہ دماغِ محبت ہے جو چاند کو شہرا دے  
 خود و ادبی ساحل سے آزادی دریا دے  
 سینوں میں اجلا کر دل صورتِ مینا دے

احساس عنایت کر آئنا برصیت کا  
امروز کی شورش میں اندیشہ فروانے  
نمیں ہیل نالان میں اک اُجڑے گلستاں کا  
تاشیر کا سائل ہوں محتاج کو داتا نے

## عید پر شعر لکھنے کی فرمائش کے جواب میں

یہ شلا مار میں اک برب زرد کستا تھا  
کیا وہ سو ہم گل جس کا راز دار ہوں میں  
نہ پائال کریں مجھ کو زارا بن چسپن  
انھی کی شاخ نشین کی ایو کا ہوں میں  
ذرا سے پتے نے بیتاب کرو یا دل کو  
چمن میں آگے سر اچھپسہم ہوں میں  
خزاں میں مجھ کو لڑاتی ہے یا و فصول بنا  
خوشی جو عید کی کیونکر لے سو لو ہوں میں  
اُجاڑ ہو گئے عید کس کے کھنڈنے  
گزشتہ باور پرستوں کی یادگار ہوں میں

پیامِ عشقِ مسرت ہیں سنا ہے

ہلالِ عید ہماری سنسی اُڑاتا ہے





## فاطمہ بنت عبد اللہ

عرب لڑکی جو ظہر ابس کی جنگ میں غازیوں کو پانی پلائی اور اپنی شہید ہوئی

۱۹۱۲ء

فاطمہؑ تو آبرو کے لقب مرحوم ہے  
یہ سعادت جو صحرائی تری قسمت میں تھی  
وہ ذرہ تیری شہادت خاک کا معصوم ہے  
خازیان میں کی مثال تری قسمت میں تھی  
یہ جہاد اللہ کے رستے میں بتینغ و بپہر  
ہے جسارت آفرینش بق شہادت کس قدر  
یہ کھلی بھی اہل گستاخان نظر میں تھی  
ایسی چنگاری بھی باریب اپنی خاکستر میں تھی!

اپنے صحرا میں بہت اٹھو بھی پوشیدہ ہیں

بجلیاں برسے نوتے بول میں بھی اسیدہ ہیں!

فاطمہؑ کو شہنم افشاں کلمہ سے غم میں ہے  
قص تیری خاک کا کائنات ادا لیز ہے  
نغمہ عشرت بھی اپنے نالہ تمام میں ہے  
وہ ذرہ زندگی کے سوز سے لبریز ہے  
پل ہی ہے ایک قوم تازہ اس آنچش میں  
ہے کوئی پہنکا تیری بہت خواہش میں  
آفرینش کو گیتا ہوں ان کی اس مرقعے میں  
بے خبر ہوں چنان کی نسبت قصہ میں

تازہ آبِ کافضائے آسمان میں کلمہ  
دیدہ انسان ہے مجسمِ کجمن کی سورج نور  
جو ابھی ابھی سے ہیں نفلتِ خانہ آیام سے  
جن کی غمناک آشنا ہے قیدِ صبحِ مشام سے  
جن کی تاملی میں اندازِ کفن بھی تو بھی ہے  
اور یہ ہے کہ کتبِ دیر کا پرتو بھی ہے

## شبنم اور ستارے

اگر ات یہ کہنے لگے شبنم سے ستارے  
چرخِ صبح سے تجھ کو میسر ہیں نظارے  
کیا جانے تو کہتے جہاں دیکھ چلی ہے  
جو بن کے شے ان کے نشان دیکھ چلی ہے  
نہ ہرنے سنی ہے یہ خبر ایک ٹاکے  
انسانوں کی بستی ہے بہت دور فلک کے  
کہہ تم سے بھی اس کشورِ دلکش کا فائدہ  
گاتا ہے ستر جس کی محبت کا ترانہ  
اے تازہ نہ پوچھو پستانِ جہاں کی  
گلشنِ نہیں اک بستی ہے وہ آہ و فغاں کی  
اتنی ہے صبا وہاں سپکٹ جانے کی خاطر  
بے چاری کھلی گھلتی ہے ہر جہان کی خاطر  
کیا تم سے کہوں کیا چین افسوزِ مزلی ہے  
تجھ سے کوا کی شہد بے سوزِ مزلی ہے

گلِ نالہٴ بے بس کی جھانسن نہیں سکتا  
 وہن سے مئے تو یوں کو چن نہیں سکتا  
 ہیں نزعِ نوارِ زلفست از غضب ہے  
 انکے ہیں تیرے سائے گلِ نثارِ غضب ہے  
 رہتی ہے سدا گرسن بیدار کی ترانگہ  
 دلِ طالبِ نطفِ رنے محرومِ نظرِ آنکھ  
 دلِ نوحہ تہ لڑی منہ لڑے ششاد  
 زندانی ہے اور نام کو آزاد ہے ششاد  
 تائے شہ آو ہیں نساں کی زبان میں  
 میں لڑی لڑوں جن گلستاں کی زبان میں  
 نادانی ہے یہ لڑو ز میں طوفِ قمر کا  
 سمجھتا ہے کہ دریاں ہے ہاں اے جلہ کا

بنیاد ہے کاشانہٴ عالم کی ہوا پر  
 فریاد کی تصویر ہے قسطاں میں فضا پر

## مصحفِ اور نہ

یورپ میں جس گھڑی حق و باطل کی چھڑکتی  
 حقِ خنجرِ آرمائی یہ مجبور چو گیا  
 کر چلیبہٴ روستہ حلقہٴ زن چوئی  
 شکر ہی جھوٹا دُور نہ میں مصوہ چو گیا  
 مسلم پاجیوں کے ذخیرے ہوتے تمام  
 نونے آسید آنکھ سے ستور چو گیا  
 افراسیہ عسکرِ شرک کے حکم سے  
 آسین جنگِ شمر کا ستور چو گیا

ہر شے پہنی ذخیرہ لشکر میں منتقل      شاہیں گدھے دوزخِ غصنور چو گیا  
 لیکن فقیر شہر نے جس دم نسی یہ بات      گر ما کے مثل صاعقتہ طور چو گیا  
 'ذمی کا مال شکرِ مسلم پہ ہے حرام'      فتویٰ تمام شہر میں مشہور چو گیا  
 چھوٹی نہ تھی سُوہ و نصہاری کا مال فوج  
 مسلم خدا کے حکم سے مجبور چو گیا

## غلام قادر رحیمی

زہیہ کس قدر ظالم جفا جو، کینہ پرور تھا  
 دیا اہل حرم کو رقص کا فرماں ستم کرنے  
 بھلا سب اس فرمانِ عبرتِ نیش کی ممکن تھی  
 بنایا آہ بسا ماں بربید نے ان کو  
 لڑتے تھے دل نازک قدم مجبورِ بخش تھے  
 یونہی کچھ دیر تک جو نظر آنکھیں پھریں کی  
 کمرے اٹھ کے تیج جاں آتشِ فشاں لھولی  
 نکالیں شاہِ تیموری کی آنکھیں فریادِ غصنور  
 یہاں از ستم لچھے کم نہ تھا آتماں شہر سے  
 شنشہا ہی حرم کی نازنیاں سن سے  
 نہاں تھا صن جن کا چشم مہر ماؤ اختر سے  
 وہاں دریائے خونِ اشہرادیوں کے دیو سے  
 کیا گھبرا کے پھر آزاؤ سر کو باز بخشہ  
 بس آسوزِ تابانی ہواں انجم جس کے چہرے سے

رکھا خنجر لوگے اور پھر کچھ سوچ کر لینا  
تقاضا کر رہی تھی نیند کو یا چشمِ احمر سے  
بُجھائے خاکے پانی نے خنجر اُس کی آنکھوں کے  
نظر شرمانسی ظالم کی ورد آگے منظر سے  
پھر اُٹھا اور تیوریِ حرم سے یوں لگا کھنسنے  
شکایت چاہیے تم کو نہ کچھ اپنے عقد سے  
مرا سندیہ بہ جانا بناوٹ تھی تکلف تھا  
کو خفت و دورے پُراں صفا ایسا لشکر سے  
یہ قصد تھا مرا اس کے کوئی تیور کئی بیٹی  
مجھے خافل سمجھ کر مار ڈالے میرے خنجر سے

مگر یہ ازاں کھل لیا سارے زلزلے پر

حیثیت نام ہے جن کا تھی تیو کے گھر سے

## ایک مکتبہ

اک مرغِ سب نے یہ کہا مرغِ ہوا سے  
نردار اگر تو ہے تو کیا میں نہیں نردار  
گرتے ہیں ہوا کیسے توڑتوں میں بھی ہوا کیسے  
ازاد اگر تو ہے نہیں میں بھی گرفت  
پر ازاں خصوصیت ہر صاحب پر ہے  
کیوں بستے ہیں عُرفان ہوا مائل بنداز  
مجزوں حیثیت جو ہوتی مرغِ ہوا کی  
یوں کھنسنے لگا سُن کے یہ گفتارِ اولِ آزا  
کچھ شک نہیں ہوا میں آزا ہے تو بھی  
حد ہے تری پرواز کی لیکن سب پرواز

واقعہ نہیں تو بہت مرغان ہوا سے تو خاک نشین انھیں ٹوں سے سڑکار  
تو مرغ مسراتی خوش از خاک بجائی  
مادرجہ بدوانہ بدخیم نرودہ بنقار

## میں اور تو

مذاق دیکھتے ہی ناآشنا نظر ہے مری تری نگاہے نظرت کی رازواں پھر کیا  
رہین شکوہ آیام ہے زبان مری تری مراو پہ ہے ذوق آسمان پھر کیا  
رکھا مجھے چمن آوارہ مثل سوج نسیم عطا فلکے لیا تجھ خوشیاں پھر کیا  
فروز ہے سو سے سرمایہ حیات ترا مے نصیب میں ہے کاوش زیاں پھر کیا  
ہوا میں تیرے پھرتے ہیں تیرے کلیار مرا جب زبے محسوم باوبان پھر کیا

قوی شدم چشدا تاواں شدم چید

چنیش شدم چشدا چناں شدم چید

بہیج کونہ دریں کستان قرار سے

تو گر بہار شدمی ماغراں شدم چید

## تضمین بشر ابو طالب کلیم

خوب ہے تجھ کو شعراء صاحبِ شیریں کا پاس  
کہہ ہی ہے نہ نکل تیری کہ تو مسلم نہیں  
جس کے تیرے حلقہٴ خدمت میں گزروں تھا سیر  
اے سلیمان! تیری غفلت سے لکھو آیا وہ نکلیں  
وہ نشانِ مجددہ جو روشن تھا کلوب کی طرح  
ہو گئی ہے اس سے اب نا آشنا تیرے جہیں  
دیکھ تو اپنا عمل، تجھ کو نظر آتی ہے کیا  
وہ صداقت جس کی بے باکی تھی حیرت آفرین  
تیرے بے باکی بلکہ بجا تھی جس کے واسطے  
چہ وہی باطل تھے کا شانہ دل میں نکلیں  
غافل! اپنے آشیانہ کے پھر آباد کر  
نفسِ نین ہے طورِ معنی پر کلیم کلمتہ ہیں

”سرکشی باہر کر دہی امام او باید شدن

شعلہ ساں از چہر کجا بر جاستی آنجا نشین“



## شبلی حسالی

سلم سے ایک وزیہ قبیل نے کہا  
تیرے سرد و فرستہ کے نغمے علوم نو  
پتھر ہے اس کے ڈاکے موج نسیم بھی  
مردان کا زونٹونڈ کے اسباب حادثات  
یوچھ اُن سے جو چین کے ہیں دیرینہ ازوا  
سلم سے کلام سے بے تاب ہو گیا  
کہنے لگا کہ وہیہ تو کیفیت خستہ خزاں  
خاموش ہو گئے چنبتاں کے ازوا  
شبلی کو رو ہے تھے ابھی اہل کتب تہاں

دیوان مجز و کل میں تیرے سیرا جو فرود  
تہذیب تیرے وقت افلاک تے کائن کی لہر  
نازل بست ہے آسنہ آرزو سے مرد  
کرتے ہیں چارہ ششم صرخ لاجورد  
کیونکہ سولی خزاں تھے غمش کے ہم سرد  
غماز چو لہی عنیم پنہاں کی آہ سرد  
اوراق ہو گئے شجرہ ندگی کے زرد  
سرمایہ لہذا تھی جن کی نوا سے درد  
حالی بھی ہو گیا سوتے فردوس نور

”انہوں کو راویاں کہ پرسد زباغیاں  
میں چھفت گل چشنید و صبا چہ لہر“



## ارتقا

ستیزہ کارر ہے ازل سے تا امروز  
چراغِ مصطفوی سے شرارِ نوبہی  
حیاتِ تعد مزاج و غیور و شورگیز  
سرتاس کی ہے شکل کشی بجا طلبی  
سکوتِ شام سے نغمہ سحرگاہی  
ہزارِ حسد ہے نغمانِ نیم شبی  
کشاکشِ نرم و گرم تپ و تراش و خراش  
زخاں تیر و دروں تا پیشہ طلبی  
مقامِ بت و شکست و فشار و سوز و کشید  
سیانِ قطرِ نیمان و آتشِ عنبری  
اسی کشاکشِ برہم سے زندہ ہیں اقوام  
یہی ہے ازل سے تباہ و تاب ملتِ عربی

”مہمان کہ دانہ انگور آب ہی سازند“

”ستارہ می شکنند آفتاب می سازند“



## صدیق

اک دن رسول پاکؐ نے اصحاب سے کہا  
ارشاد من کے فرط طرب سے عمر اٹھے  
دل میں کہہ رہے تھے کہ جہنم میں تھیں  
لائے غرض کہ مال رسول امیں کے پاس  
پوچھا حضورؐ فرما عالم نے اے عمر!  
رکھتے کچھ عیال کی خاطر بھی تو نے کیا؟  
دیں مال اہل حق میں ہوں تم میں مال دار  
اُس روز ان کے پاس تھے دس گھنٹی ہزار  
بڑھ کر لکھے گا آج مت دم میرا را ہوار  
ایثار کی ہے دست نگر ابتدا کے کار  
اے وہ کہ جو جس حق سے تھے ال کھ ہے قرار  
مسلم ہے اپنے خویش و اقارب کا حق گزار  
کی عرض نصف مال ہے فرزند و زن کا حق

باقی جو ہے وہ تبت بضیا پر ہے شد

اتنے میں درستی نہوت بھی کیا  
لے آیا اپنے ساتھ وہ مرد و فاشرت  
ہلک میری و بہم و نیاز و خست و جنس  
بولے حضورؐ اچھا یہ سن کر عیال بھی  
جس سے بنائے عشق و محبت ہے استواء  
ہر چیز جس سے چشم جہاں میں ہو اعتبار  
اسی قدر ہم ہشت و شتر و اطرو و حمار  
کنے لگا وہ عشق و محبت کا راز دار

اے تجھ سے زیادہ سرواں خشم فروغ لیرا  
اے تیری ذات باعثِ تکوینِ برون زکار  
پڑانے کو چراغ ہے بسبل کو ٹھول بس  
جہتِ حق کے لیے ہے خدا کا رُوح بس

## تہذیبِ حاضر

تضمینِ بشرِ فاضلی

حرارت ہے ہلالی باوہ تہذیبِ حاضر میں  
کیا قے کو جگہ دے کے تائب ستار اس نے  
نئے انداز پائے نوجوانوں کی طبیعت نے  
تغیر آگیا ایسا تہذیبِ جنس میں  
ایک گم تازہ پروازوں نے اپنا آسماں لیکن  
حیاتِ تازہ اپنے ساتھ لائی لذتیں کیا کیا  
فروغِ شمعِ نو سے بزمِ رسمِ جگہ اٹھی  
”تو اے پروانہ ایں گھرِ شمعِ محفلِ اری“

بھڑک اٹھا مجھ کو کابن کے مسلم کا ترنگی  
کوئی دیکھے تو شوخی آفتابِ جلو فرمائی  
یہ رعنائی یہ بیداری یہ آزادی یہ بے باکی  
ہنس سبھی اتنی گلشن میں غنچوں کی جگر چائی  
سناظرِ دلکش بھلائی ساعری چلائی  
رقابت، خود فراموشی، ناسکیمائی سچائی  
مگر کہتی ہے پروانوں سے میری گونڈ اور کی  
چون آہیں نمودار ہو گئے اری

## والد مرحومہ کی یاد میں

ذو ذرہ دہر کا زندانی تقدیر ہے  
پر وہ مجبور سی و بے چارگی تدبیر ہے  
آسمان مجبور ہے، شمس و ستارے مجبور ہیں  
انجم سیلابِ پافتار پر مجبور ہیں  
ہے شکت انجامِ غنچے کا سبب گلزار میں  
سبز و گل بھی ہیں مجبور نہ گلزار میں  
نفسِ بلبل ہو یا آوازِ خاموشیِ ضمیر  
ہے اسی زنجیرِ عالم گیر میں ہر شے اسیر  
آنکھ پر ہوتا ہے جب یہ سترِ مجبوری عیاں  
خشک ہو جاتا ہے دل میں اشک کا سیلِ رواں

قلبِ انسانی میں رقصِ عیش و غم رہتا نہیں  
نغمہ رہ جاتا ہے، لطفِ زیر و بم رہتا نہیں  
علم و حکمت رہن سہن سامانِ اشک و آہ ہے  
یعنی اک الہاس کا نگلڈا دل آگاہ ہے  
گرچہ میرے باغ میں شبنم کی شادابی نہیں  
انگلہ میری مایہ دار اشکِ عُقبالی نہیں  
جانست ہوں آو، میں آلامِ انسانی کا راز  
ہے نوائے شکوہ سے خالی مری فطرت کا ساز  
میرے لب پر قصۂ نیسینگی دوران نہیں  
دلِ مزاحیراں نہیں، خنداں نہیں، گریاں نہیں  
پر تری تصویرِ قاصدِ گریہِ پیہم کی ہے  
آہ! یہ تر ویدِ میری حکمتِ محکم کی ہے  
گریہِ سرشار سے بسیا و جاں پاندہ ہے  
درد کے عرفان سے عقلِ سنگدل شرمندہ ہے

سوج دود آہ سے آئینہ ہے روشن مرا  
گینچ آب اور دوسے مسور ہے دامن مرا  
حیرتی چوں میں تری تصویر کے اعجاز کا  
سُخ بدل ڈالا ہے جس نے وقت کی پرواز کا  
رفتہ و حاضر کو لویا پاپا اس نے کیا  
عہدِ طہنلی سے مجھے پھر آشنا اس نے کیا  
جب ترے دامن میں پکتی تھی وہ جانِ ناتواں  
بات سے اچھی طرح محرم نہ تھی جس کی زباں  
اور اب چہرے ہیں جس کی شوخیِ گفتار کے  
بے بہا موتی ہیں جس کی چشم کو چہر بار کے  
علم کی سنجیدہ گفتاری بڑھاپے کا شعور  
ڈنوی اعجاز کی شوکت، جوانی کا غرور  
زندگی کی اونچ کاہوں سے اتر آتے ہیں ہم  
صُحبتِ مادر میں طہنلِ سادہ رو جاتے ہیں ہم

بے تکلف خندہ زن ہیں، فکر سے آزاد ہیں  
پھر اُسی کھوتے چوتے فردوس میں آباد ہیں

کس کو اب چوکا وطن میں آہ! میرا انتظار  
کون میرا خط نہ آنے سے رہے گا بے قرار  
خاکِ مرقد پر تری لے کر یہ سفر یاد آؤں گا  
اب وصالے نیم شب میں کس کو میں یاد آؤں گا  
تربیت سے تیری میں انجسم کا ہم قسمت ہوا  
گھر مرے اجداد کا سرمایہ عزت ہوا

و فرہ ہستی میں تھی زریں ورق تیری حیات  
تھی سراپا دین و دنیا کا سبق تیری حیات  
عمر بھر تیری محبت میری خدمت گر رہی  
نہیں تری خدمت کے قابل جب ہوا تو چل بسی  
وہ جوال، قامت میں ہے جو صورتِ سر و بلند  
تیری خدمت سے ہوا جو مجھ سے بڑھ کر بہر مند

کاروبار زندگانی میں وہ ہر سہ پہلو مرا  
وہ محبت میں تری تصویر، وہ بازو مرا  
تجربہ کو مثل طفلانک بے دست و پا روتا ہے وہ  
صبر سے نا آشنا صبح و ساروتا ہے وہ  
شکستہ جسم جس کا تو ہماری کشتِ جاں میں بولتی  
شرکتِ عنم سے وہ اُلفت اور محکم ہو گئی  
آہ! یہ دنیا، یہ ماتم حنائتہ برنا و پیر  
اومی ہے کس ظلم و دوشن و فردا میں ابیر!  
کتنی مشکل زندگی ہے کس قدر آساں ہے موت  
گلشنِ ہستی میں مانند نسیم ارزاں ہے موت  
زلزلے ہیں، بجلیاں ہیں، قحط ہیں، آلام ہیں  
کیسی کیسی دُخستراں مادرِ ایام ہیں!  
کلبۂ افلاس میں دولت کے کاشانے میں موت  
دشت و در میں شہر میں گلشن میں ویرانے میں موت



موت ہے ہنگامہ آرا شلزمِ خاموشی میں  
ڈوب جاتے ہیں سفینے موج کی آغوش میں  
نئے مجالِ شکوہ ہے، نئے طاقت کُفتار ہے  
زندگانی کیا ہے، اک طوقِ کلو افسار ہے  
قافلے میں غیرِ نسیب اور کچھ بھی نہیں  
اک مستاعِ دیدۂ تر کے سوا کچھ بھی نہیں  
ختم ہو جاتے گا لیکن استحاں کا دور بھی  
چیں پس نہ پروہ کر ڈول ابھی زور اور بھی  
سینہ چاک اس گلبستاں میں لالہ دُئل ہیں تو کیا  
نالہ و نسر یاو پر مجبورِ نسیب ہیں تو کیا  
جھاڑیاں جن کے قفس میں قید ہے آہِ خزاں  
سبز کر دے گی انھیں باو بہارِ جاوہر  
حقتہ خاکِ پے بہر میں ہے شرار اپنا تو کیا  
عارضی محصل ہے یہ مُشتِ عمار اپنا تو کیا

زندگی کی آگ کا انجام خاستر نہیں  
ٹوٹنا جس کا مستدر ہو یہ وہ لوہر نہیں

زندگی محبوب ایسی ویدہ شدت میں ہے  
ذوق حفظ زندگی ہر چیز کی فطرت میں ہے  
موت کے ہاتھوں سے بٹ سکتا اگر نقش حیات  
عام یوں اس کو نہ کر دیتا نطم نام کائنات  
ہے اگر ارزاں تو یہ سب جو اجل کچھ بھی نہیں  
جس طرح سونے سے جینے میں خلل کچھ بھی نہیں  
آؤ غافل اموت کا راز نہاں کچھ اور ہے  
نقش کی ناپائنداری سے عیاں کچھ اور ہے  
جنت نظارہ ہے نقش ہوا بالائے آب  
موج مضطر تو ڈر کر تعمیر کرتی ہے جناب  
موج کے دامن میں پھر اس کو چھپا دیتی ہے یہ  
کتنی بیدردی سے نقش اپنا مٹا دیتی ہے یہ

پھر نہ کر سکتی جناب اپنا اگر پیدا ہوا  
توڑنے میں اُس کے یوں ہوتی نہ بے پروا ہوا  
اس روش کا کیا اثر ہے ہیئتِ تعمیر پر  
یہ تو محبت ہے ہوا کی توت تعمیر پر  
فطرتِ ہستی شہیدِ آرزو رہتی نہ ہو  
خوب تر پیکر کی اس کو جستجو رہتی نہ ہو  
اہ سیاب پریشاں، انجمنِ لڑوں فرور  
شوخیہ چنگاریاں، مہنونِ شب ہے جن کا سوز  
عقل جس سے بزبانو ہے وہ نہ تان کی ہے  
سرگزشتِ نوحِ نساں ایک ساعت ان کی ہے  
پھر یہ نساں آں سوتے افلاک ہے جس کی نظر  
قدسیوں سے بھی ستا صد میں ہے جو پاکیزہ تر  
جو سائلِ شمع روشنِ محفلِ قدرت میں ہے  
اسماں الٰہی نقطہ جس کی وسعتِ فطرت میں ہے

جس کی نادانی صداقت کے لیے بیٹا ہے  
جس کا ناخن ساڑھتی کے لیے مہضاب ہے  
شعلہ یہ کترے لڑوؤں کے شراروں سے بھی لیا  
کم بہا سے آفتاب اپنا ستاروں سے بھی لیا  
شخمِ گل کی آنکھ زیرِ خاک بھی بے خوا ہے  
کس قدر نشوونما کے واسطے بے تاب ہے  
زندگی کا شعلہ اس دانے میں جو ستور ہے  
خود نالی، خود منہ نالی کے لیے مجبور ہے  
سردیِ رفت سے بھی افسردہ ہو سکتا نہیں  
خاک میں دب کر بھی اپنا سوز کھو سکتا نہیں  
پھول بن کر اپنی ثمرت سے نکل آتا ہے یہ  
موت سے گویا قبائے زندگی پاتا ہے یہ  
ہے لحد اُس ثقتِ آشفته کی شیرازہ بند  
ڈالتی ہے لڑوؤں میں جو اپنی کمند

موت، تجسید مذاق زندگی کا نام ہے  
خواب کے پرے میں بیداری کا ال پیغام ہے  
خوگر پرواز کو پرواز میں ڈر کچھ نہیں  
موت اس گلشن میں جُز بنجیدن پر کچھ نہیں  
کہتے ہیں اہل جہاں دردِ اجل ہے لادوا  
زخمِ فرقتِ وقت کے مرہم سے پاتا ہے شفا  
دل گمراہ غم مرنے والوں کا جہاں آبا ہے  
حلقہٴ پنجبیرِ صبح و شام سے آزاد ہے  
وقت کے افٹوں سے تھمتا نالہ ماتم نہیں  
وقتِ زجنم تیغِ فرقت کا کوئی مرہم نہیں  
سر پہ آجاتی ہے جب کوئی مصیبت ناہماں  
اشکِ پیسیم ویدہٴ انساں سے جوتے ہیں رواں  
رہنما ہو جاتا ہے دل کو نالہ و سرباد سے  
خونِ دل بہتا ہے آنکھوں کی سرسبز آباد سے

آدمی تابِ شکیبائی کے گو محسروم ہے  
اس کی فطرت میں یہ آگِ احساسِ نامعلوم ہے  
جو ہر آنساںِ عدم سے آشنا ہوتا نہیں  
آنکھ سے غائب تو ہوتا ہے فنا ہوتا نہیں  
رختِ ہستی خالِ عشم کی شعلہ افشانی سے ہے  
سرد یہ آگِ اس لطیفِ احساس کے پانی سے ہے  
آہ، یہ ضبطِ فغانِ غفلت کی خاموشی نہیں  
آگہی ہے یہ دلِ آسانی، منرا موشی نہیں  
پر وہ مشرق سے جس دم جلوہ گر ہوتی ہے صبح  
داغِ شب کا دامنِ آفاق سے دھوتی ہے صبح  
لالہ افشردہ کو آتشِ قبِ کرتی ہے یہ  
بے زباں طائر کو سرتِ نوا کرتی ہے یہ  
سینہٴ بے بل کے زنداں سے سروِ آزاد ہے  
سیکڑوں نفسوں سے باوجود آباد ہے

تھن تکاں لال زار و کوہ سار و رود بار  
ہوتے ہیں آخر عمر میں زندگی سے ہٹنا  
یہ اگر آئین ہستی ہے کہ جو ہر شام صبح  
مرقدِ انساں کی شب کا لیوں نہ پوئیا صبح  
وام سینِ تختیل سے مرا آفتاب گیر  
کر لیا ہے جس سے تیری یاد لو میں نے اسیر  
یاد سے تیری دل درد آشنا مہمور ہے  
جیسے کعبے میں دعاؤں سے فضا مہمور ہے  
وہ فرائض کا تسلسل نام ہے جس کا حیات  
جلوہ کا ہیں اُس کی ہیں لاکھوں جہاں بے ثبات  
مختلف ہنر نزل ہستی کی رسم و راہ ہے  
آخرت بھی زندگی کی ایک جولاں کا وہ ہے  
ہے وہاں بے حاصل کشتِ اجل کے واسطے  
سازگار آب و چراغِ تنہم عمل کے واسطے

نورِ فطرتِ ظلمتِ پیکر کا زندانی نہیں  
تنگ ایسا حلقہ ہے افکارِ انسانی نہیں  
زندگانی تھی تری مستاب سے تابندہ تر  
خوب تر تھا صبح کے مارے سے بھی تیرا سفر  
مثلِ ایوانِ حرمِ مرقدِ شہروزاں جو ترا  
نور سے مسوریہ خالی شبستاں جو ترا  
آسماں تیری لحد پر شبِ بنم افشانی کے  
بسزہ نورِ ستارے اس گھر کی نہجِ بانی کے

## شعاعِ آفتاب

صبح جب میری نگہ سوداگی نظر آئی تھی  
میں نے پوچھا اس صبح کے سرِ آفتاب  
آسماں پر اک شعاعِ آفتاب آوارہ تھی  
تیری جانِ نازکِ عیاشی کے کیسا اضطراب  
کر رہا ہے خرمین اقوام کی خاطر جاں  
تو کوئی چھوٹی سی بجلی ہے جس کو آسماں



یہ ٹرپ ہے یا ازل سے تیری خوشی کیا ہے یہ  
رقص ہے، آوارگی ہے، جستجو ہے کیا ہے یہ؟

”خُصّہ چنگامے ہیں میری سنی خاموش ہیں  
پڑش پائی ہے میں نے صبح کی آغوش میں  
منضرب پروم مری تقدیر لکھی ہے مجھے  
خستجو میں لذت تنویر لکھتی ہے مجھے  
برق آتش خونہیں فطرت میں نازی ہوئیں  
مہر عالم تاب کا پیغام بیداری چوں نہیں  
سُرمیر بن کر چشمِ انساں میں جاؤں گی یہ  
راستے جو پھوپھ چھپا رکھا تھا و لعلوں کی یہ

تیرے ستوں کوئی جو بابتے ہر شادی بھی ہے  
سوئے والوں میں کسی کو ذوق بیداری بھی ہے؟

## عُرفی

محل ایسا کیا تمہیں عرفی کے تختی نے  
تصدّق جس حیرت سے رخا نہ تینا و فارابی  
فضائے عشق پر تحریر کی انیس نو ایسی  
میر جس کے ہر لکھوں کلمات کا کاشغالی  
مے لے لے کال ان اُس کی تیرے شکایتی  
نہیں نگارے عالم میں اب سامانِ بیابانی  
مراج اہل عالم میں تمہیں آگیا ایسا  
کر رخصت ہو کسی و نیا کی کیفیت و میابانی

فغانِ نیم شبِ شاعر کی بارگوشِ جوتی ہے  
نہ ہو جوتِ چشمِ محفلِ آشنائے لطفِ بے خوابی  
کسی کا شعاعِ فریادِ نوحِ ظلمتِ بانگِ نوح  
گراں ہے شبِ مستونِ بر سرِ کھری آسماںِ تابی  
صدائے تربتِ آئی "شکوہِ اہلِ جہاںِ کم کو  
نوارِ تلخِ ترمی زُنِ چو فوینِ نغمِ کمِ طابی  
صدی آسیرِ ترمی خاں چھلِ اراںِ بینی

## ایک خط کے جواب میں

جس بھی ہو تو نہیں مجھ میں بہت تکنا  
حصولِ جاہ ہے اہستہ مذاقِ تلاش  
ہزار شکرِ طبیعت ہے ریزہ کارِ مری  
ہزار شکر نہیں ہے دماغِ فتنہ تراش  
مے سخن سے لوں کی ہیں لہتیاں سہرز  
جہاں میں جس میں مثالِ حجابِ یاپاش  
یہ عقدہ ہائے سیاست تجھے مبارک ہے  
کہ فیضِ عشق سے ناخن مر ہے سینہ خراش  
ہوئے بزمِ سلاطین دلیلِ مردہ ولی  
کیا ہے حافظِ زنجیں نوانے رازِ یہ فاش

گرت جواست کہ باخضرِ نیشِ ماشی  
نہاں ز چشمِ کندر چو آبِ جیواںِ ماشی



## مانا

قوم نے سپین گم کو تم کی ذرا پڑا نہ کی  
آہ آہ بد قسمت ہے آواز حق سے خبر  
اشکار اُس نے لیا جو زندگی کا راز تھا  
شیع حق سے جو ستور جو یہ وہ محفل نہ تھی  
قد پر سچائی نہ اپنے کو پھر ایک اندکی  
غافل اپنے پھل کی شیرینی سے ہوتے شجر  
ہند کو لیکن خیالی فلسفے پر نماز تھا  
بارش حیرت جوتی لیکن زمین قابل نہ تھی  
درد انسانی سے اس سستی کا دل بیکانہ ہے  
شیع کو تم جل رہی ہے محفل غیب میں  
نور ابراہیم سے آرزو کا گھر روشن ہوا

پھر اٹھی آغز صد توحید کی پنجاب سے  
ہند کو الٰہ مرد کمال نے جگایا خواب سے



# کفر و اسلام

تضمین بر شعر یہ رضی و انش

ایک دن اقبال نے پوچھا حکیم طو سے  
آتش فرو ہے اب تک جہاں میں شعلہ بیز  
تھا جواب صاحب پینا کہ سلم ہے اگر  
ذوقِ حشر ہے تو پھر لازم ہے ایسا بنیں  
ہے اگر دیوانہ غائب تو کچھ پڑا نہ کر  
عاضی ہے شانِ حاضر، سلطنتِ غائب مدام  
شعلہ نمود ہے روشن زمانے میں تو کب

نورِ مآچوں آتشِ سنگ از نظر پیناں خوش است



## بلالؓ

بلالؓ ہے ایک مغربی جس ثنا سننے  
اپن تم میں جس کا بہت حیرت تھا  
جولان کہ سکندروں تھا ایشیا  
گزدوں سے بھی بنا اس کا مقام  
تاریخ کہہ پس ہے کہ رومی کے سامنے  
دعویٰ کیا جو پوس و امانے حیرت تھا  
نیل کے اُٹس ششہ انجم سپاہو  
حیرت کے دیکھتا تھا نسیل فاتح  
آج ایشیا میں کس کو لانی جانتا نہیں

تاریخ وان بھی اُسے سمجھتا نہیں

لیکن بلالؓ، وہ جتنی زود حیرت  
فطرت تھی جس کی نوبت تو تھے مستنیر  
جس کا امین ازل سے ہوا سینہ بزرگ  
مخدوم اس کے پیر شاہنشاہ فقیر  
ہوئے جس کے اسودہ جسم میں حلاط  
کرتی ہے جو غریب کو ہم پہنچے پیر  
ہے تازہ آج تک وہ نوائے بگداد از  
صدیوں کے سن لے جسے جو شہنشاہ پیر

اقبال اس کے عشق کا فیض عام ہے

رومی فنا چڑھا، جتنی کو دوام ہے

# مسلمان اور تسلیم شدہ تضمین برسر ملک قحطی

مژندہ کی یہ تسلیم تھی اسے مسلم شوریہ پر  
بدلی زمانے کی جوا، ایسا نہیں لگایا  
وہ شعلہ روشن تہذیب گریزیاں جس سے تھی  
شیدائی غائب نہ رہے دیوانہ سوچو  
ممکن نہیں اس باغ میں کھشش ہو بار آورین  
اس دور میں تسلیم ہے امر اضنیلت کی دوا  
رہبر کے ایام سے نوا تعلیم کا سودا مجھے  
لیکن کچھ ناچکست ہیں مجھے نہ توں بخشتی مری  
لازم ہے ہرگز کے لیے دنیا میں سامان سفر  
تجھے جو کراں قیمت کبھی اب میں ستاع کس مخز  
گھٹ کر پڑا مثل شرتا سے ہے نجی کم ٹور  
غالب ہے اب اقوام پر موجود جاضر کا  
فرسودہ ہے چند آرا، بیری کے ہے مرغ تیر پڑ  
ہے نہ فانی اس کے لیے تسلیم شل شرت  
واجب ہے صحرا کے ارد پر تسلیم فرمان خضر  
”رقتم کہ خار از پاشتم، محل نہاں شد از نظر  
یک لحظہ غافل شتم و جدالہ اسہم و رشہ“



## پھولوں کی شہزادی

گل سے کہہ سکتی تھی ایک دشنم گلستان میں  
رہی میں ایک مدت غنچہ ہلنے بیغ رضوان میں  
تھکے گھبٹوں کی کیفیت سرشار ہے ایسی  
نیکہ فردوس امن ہے میری چشم حیران میں  
نئے ہے کوئی شہزادی ہے حاکم گلستان کی  
کہ جس کے نقش پاپے پھولوں میں سجایا میں  
کبھی ساتھ اپنے اس کے لڑتاں کب کوٹھے پھل  
چھپا اپنے ہن میں کب سچ ہوئے پھل

کلی بولی سر سبز آہا ہا رہی ہے وہ شہزادی  
دخشاں جس کی ٹھوکرے سے بچ شہر بھی نہیں بچ  
مگر فطرت تری اُفتند از پریم کی شان اونچی  
نہیں ممکن کہ تو پہنچے ہماری ہم نشین بچ  
پہنچ سکتی ہے تو لیکن ہماری شہزادی تک  
کسی کو درد کے کا اشک تیشیں بچ  
نظر اس کی پیام عید ہے اپنی حیرت کو  
بنا دیتی ہے کو ہر غم دوس کے اشک پیم کو

## تضمین بزرگ صاحب

کہاں اقبال تو نے بنایا اشیاں اپنا  
نوا اس باغ میں بسبل کو ہے ساہن سوالی

شرائے ادبی امین کے ثوبوتا تو ہے لیکن  
 نہیں ممکن کہ چھوٹے اس سے تخم بیسانی  
 کلی ذوق نفس سے بھی ہاں گل ہو نہیں سکتی  
 جہاں پر شے ہو محروم تقاضائے خود خواتی  
 قیامت ہے کہ عظمت گوئی اہل گلستاں کی  
 نہ ہے بیدار دل پیری نہ بہتت خواہ برناتی  
 دل آگاہ جب امید ہو جاتے ہیں سینوں میں  
 نوالہ کے لیے نہ پر اب ہوتی ہے شکل خانی  
 نہیں ضبط نوا ممکن تو آؤ جا اس گلستاں کے  
 کہ اس محفل سے خوشتر ہے کسی صحرائی تہائی

”جہاں بہتر کرسی ملی در سیاہاں جلوہ گر باشد

مذراؤ گلستاں شہر تابِ حسن صحرائی“

## فردوس میں ایک مکالمہ

ہاتف نے کہا مجھ سے کہ فردوس میں اک روز  
 حالی سے مخاطب ہوئے یوں سعدی شیراز  
 اے آنکھ ز نور گمراہ غنیمت فکرتاب  
 دامن بچہ چراغِ غمخست زردہ اسی باز!  
 کچھ کیفیت مسلم ہندی تو بیاں کر  
 دامادہ منزل ہے کہ صرف گمگناہ  
 مذہب کی حرارت بھی ہے کچھ ایس کی لوں میں؟  
 تمہی جس کی فکرت سے زنجیں لڑی آواز  
 باتوں سے ہوا شیخ کی حالی ست اثر  
 رور و کے لگا کھنے کہ اے جہا صاحب اعجاز



جب پرفیلا کے وقت تیم کا اسٹ  
 آیا ہے گو اس کے عقیدوں میں زلزل  
 ہیں جو تو صحت احمد میں بھی پیدا ہو چکا  
 مذہب کے ہم آہنگی اس لئے ہے باقی  
 بنیاد لگتا ہے جو دیوارِ چمن کی  
 پانی نہ ملازم نم سے جو اس کو  
 یہ ذکر حضور شہرِ شریب میں نہ کرنا  
 آئی یہ جہاد، پاؤں کے تعلیم سے اس لئے  
 دنیا تو ملی، طہا بردیں لگایا پڑا  
 فطرت کے جوانوں کی نہیں لیں، نہیں تاز  
 ہیں جن کے ہر جمعیت ناست ہے الرسا  
 ظاہر ہے کہ انجمنِ گلستاں کا ہے آغاز  
 پیدا ہیں نئی نوپو میں الحاد کے انداز  
 سمجھیں نہ کہیں ہند کے سلم مجھے غماز

خیرا تو اس یافت ازاں خار کہ شتیم  
 دیا تو اس یافت ازاں شتم کہ شتیم  
 (سہمی)

## مذہب

### تضمین بر شہر میرزا بیدل

تعلیم پر یہ فلسفہ مغربی ہے یہ  
 پیلہ الر نظر سے نہ چہ آشنا تو کیا  
 نداں ہیں جن کو ہستی غائب کی ہے تلاش  
 ہے شیخ بھی مثال برہنہ صنم تراش

محوس پر پناہ عیسوم جیڈ کی اس فور میں ہے شیشہ عقائد کا پاش پاش  
مذہب سے جس کا نام وہ ہے الٰہ جنونِ عام حج جس آوی کے تخیل کو انتہا  
کتا مگر ہے فلسفہ زندگی لچھ اور مجھ پر لیا یہ مرشد کمال نے راز فاش

”بناہ کمال اندکے اشغلی خوش است

پر چھت بل گل شد اسی بے جنوں مہا ش

## جنابِ یرموک کا ایک واقعہ

صفا بے تھمہ عرب کے جوان تین بند تھی منتظہ جن کی عروسین میں شام  
اک نوجوان ضرورت سیاب مضطرب آکر ہوا ایسے عساکر سے ہم کلام  
لے بوسیدہ ڈھت پیکار سے مجھے لبر زہولیا مرے صبر و سکون کا جام  
بے تاب ہو رہا ہوں فراقِ رسول میں الٰہ کی زندگی بھی محبت میں ہے حرام  
جاتا ہوں میں حضور رسالت پناہ میں لے جاؤں گا خوشی سے لڑو کوا پی پیام  
یہ ذوق و شوق دیکھ لے پڑنم ہوئی وہ آنکھ جس کی نگاہ تھی صفتِ تیغ بے نیام  
بولا ایسے رنج کہ وہ نوجوان ہے تو پیڑیں پیڑیں عشق کا وا جب ہے احترام

پوری کرے خدائے مستدتری مراد کتنا بند تیری محبت کا ہے مقام  
پہنچے جو بارگاہِ رسولِ امیں میں تو کرنا یہ عرض میری طرف سے پس از سلام  
ہم پر کر مایا ہے خندائے غور نے  
نوںے ہوتے جو وعدہ کر لیتے تھے حضور نے

## مذہب

اسی ملت پر قیاس تو ایم غریب کے کر خاص ہے تریب میں قومِ رسولِ ہاشم  
ان کی جمعیت کلے ٹکافِ نسب پر انحصاراً قوتِ مذہب سے حکم ہے جمعیت تری  
داسن دین ہاتھ سے چھوٹا تو جمعیت کہاں  
او جمعیت ہوئی رخصت تو ملت بھی اپنی

## پیوستہ شخص سے ہمیں رہ بیمار رکھ

ڈال گئی جو فصلِ خزاں میں شجر سے ٹوٹ ٹمکن نہیں ہری ہو صحابِ بہا سے  
ہے لازوال عہدِ خزاں اس کے واسطے کچھ واسطہ نہیں ہے اُسے برک بار سے

ہے تیرے گھستاں میں بھی فصل خزان کا زور  
خالی ہے جیب گل زبر کا دل عیب سے  
جانم نہ زن تھے خلوت اور اراق میں طیور  
زنجبخت جو تے تے شجر سایدوار سے  
شاخ زبیدہ سے سبق اندوز چو کوٹو  
نما آشنا ہے فت عدا و روزگار سے  
بخت کے ساتھ رابطہ استوار رکھ  
پیوستہ راہ شجر سے نہیں بد بہار کھٹا

## شب معراج

احتر شام کی آتی ہے فلاں کے آواز  
سجد کرتی ہے سحر جس کو وہ ہے کج کی رات  
رویک نام ہے ہمت کے لیے عرش بریا  
کہہ ہی ہے یہ سیل سان سے معراج کی رات

## پھول

تجھے کیوں فکر ہے گل زل چاک ٹیل کی  
تو اپنے پیر سچ کچاک تو پیسے بنو کر لے  
تسا ابرو کی چو الٹن بارہستی میں  
تو کانٹوں میں الجھ کر زندگی لسنے کی خاک لے  
صنوبر باغ میں از بھی ہے پایہ گل بھی ہے  
انھی پابندیوں میں حاصل آزادی کو تو کر لے

تنگ بختی کو استغنا سے پیغامِ خجالت ہے  
نذر ہمت کش شبنمِ گنوں جامِ ہوس بو کرے  
نسبتِ شاہِ حرمی حرم سے توڑ کر تجھ کو  
کوئی دستاویز لکھے کوئی یہ کلمہ کرے  
چمنِ غنچیں پہ گل سے یہ لہ لہاڑ گئی شبنم  
مذاقِ جوڑھیں جو تو پیا دارنگہ بو کرے  
اگر ننگہ رو تجھ کو خستہ زانِ ایشہ مارے  
جہاں ننگ بو سے پہلے قطعِ آرزو کرے

اسی میں دیکھئے ہر حالِ زندگی تیرا  
تجھ کو زینتِ امن کوئی آئینہ نہ کرے

## شکایتیں

شفیق صبح کو دریا کا خرام آئینہ  
نغمہ شام کو خاموشی شام آئینہ  
برگِ گل آئینہ عارضِ زیبے بہا  
شاہوے کے لیے جملہ جام آئینہ  
حسن آئینہ حق اور دل آئینہ حُسن  
دلِ ناس کو ترا حُسنِ کلام آئینہ  
ہے تیرے غلبہ ناکس سے کہاں ہستی  
کیا تیری فطرت ہوشن تھی مالِ ہستی  
تجھ کو جب دیدارِ طلب نے ڈھونڈا  
تا پھر شہیدِ حرمِ شہید کو پھانسی کیا

پیشیم عالم سے تو ہستی رہی ستوری اور عالم کو تری آنکھ نے فرمایا دیکھا

جھنڈا سہارا کا فطرت کو ہے سووا ایسا

رازواں پھرنے لڑکے کی کوئی پیدا ایسا

## میں اور تو

میں ہلاک جاوے سامری تو قفس شہو از سزی

میں چکائیے جسم از تو تو حدیث مایم لہری

تراول حرم گم از جسم ترا و حدیث کافر می

نجم نم نہ لڑ جسم نہ لگا لہری سے شان قلندری

کہ جہاں میں ناب شہیر ہے ہر اہر تو تہ عیسی

کہ تھے تنگ کو پھر عطا ہو ہی شہرت ہندی

کسی بھگے میں سہاں کروں کہے جسم نہ پوری

وہی فطرت است اللہ ہی حرم ہی ہر عذری

وہ لہ لہ تو نے عطا کیا ہے جنین مانع کربری

زی سیدہ مجھ میں حکیم کا نہ قرینہ تجھ میں خلیل کا

میں نوائے سوختہ درگلو تو پریہ رنگت رسیدو

مرا عیش غم مرا شہد جسم مری بود ہم نفس عدم

وہم زندگی ہم زندگی جسم نہ زندگی

ترنجی خال میں گاہ شررتو خیال فقر و غنا نہ لڑ

کوئی ایسی طرز طواف تو مجھے اپنے حرم بتا

گدگد جھانے فاما نہ حرم کو اہل حرم سے ہے

نہ ستیزہ کاہ جہاں تھی نہ حرفت بچت گونے

کرم لے شہرت مجھ کو لڑے ہیں فتنہ کرم

## اسیری

ہے اسیری اعتبار افزا جو منظر ت بند      قطرہ نمیاں ہے نندان صدف کے اجنبہ  
نیشکب آفر چیز کیا ہے ال کوئی بند ہے      نیشکب بن جاتی ہے ہولر نافر آہو میں بند  
پر کسی کی تربیت کرتی نہیں قدرت مگر      کم ہیں وہ طائر کہ ہیں نام و نفس کے بہر مند

”شہسپ زباغ وز غن بند قید و صید نیست

اس سعادت قسمت شہاز و شاہیں کو بند“

## در یوزہ خلافت

اگر ننگ ہاتھوں سے جاتا ہے جائے      تو احکام حق سے نہ کرے وفائی  
نہیں سمجھ لو تاریخ سے اگلی کیا      خلافت کی کرنے لگا تو کدائی  
خریدیں نہ جس کو ہم اپنے انوسے      مسلمان کو ہے ننگ و پادشائی

”مرا از شکستن چنباں عار نماید

کہ از دیگران خواستن مویائی“

## ہمایوں (مستر بس شاہ دین مرحوم)

اے ہمایوں زندگی تیری سراپا سوز تھی      تیری چنگاری سپہ راغ انجمن افروز تھی  
گرچہ تھا تیرا تین جن کی نزار دور رسند      تھی تارے کی طرح روشنی تیری طبع بند  
کس قدر بے اہمال اس تو اس پیکر میں تھا      شعلہ لگڑوں نوز واک مشت خاکستر میں تھا  
موت کی کین دل دانا کو کچھ پروا نہیں      شب کی خاموشی میں غز سہنگا تہ فروا نہیں

موت کو سمجھیں غافل خستہ نام زندگی  
ہے پیر نام زندگی جس طرح دو اہم زندگی





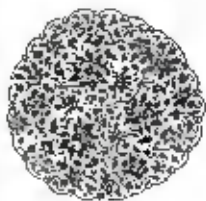
# خضرِ راہ

شاعر

ساحلِ دریا پہ میں اک رات تھا نچوٹنہ  
کوشہٴ دل میں چھپائے اک جہانِ اضطراب  
شبِ سکوتِ استرا، ہوا آسودہ، دریا ترم سیر  
تھی نطنہ حیراں کہ یہ دریا ہے یا تصویرِ آب  
جیسے ہوارے میں سو جاتا ہے طفلِ شہِ خوار  
موجِ مضطر تھی کہیں گہرائیوں میں مستِ خواب

رات کے افسوں سے طائر آشیانوں میں اسیر  
انجسہم کلم ضو گرفتِ طلسم ماہتاب  
دیکھنا کیا ہوں کہ وہ پیابِ جان سپیا خضر  
جس کی پیری میں ہے مانسِ بحرِ زنگِ شباب  
کہ رہا ہے مجھ سے اے جو یائے اسرارِ ازل!  
چشمِ دل وا ہو تو ہے تعترِ عالم بے حجاب  
دل میں یہ سن کر بپا ہے سنگامہ محشر ہوا  
میں شہیدِ جستجو تھا، یوں سخنِ ستر ہوا  
اے تری چشمِ جہاں ہیں پر وہ طوفاںِ آشکار  
جن کے ہنگامے ابھی دریا میں سوتے ہیں نموش  
'لشقی مسکین' و 'جانِ پال' و 'دیوارِ استیم'  
علمِ موسیٰ بھی ہے تمہیے سامنے حیرتِ فروش  
چھوڑ کر اباویاں رہتا ہے تو صحیحِ نور و  
زندگی تیری ہے بے روز و شب و فردا و دوش

زندگی کا راز کیا ہے، سلطنت کیا چیز ہے  
اور یہ سرمایہ و محنت میں ہے کیسا خسروش  
جو رہا ہے ایشیا کا حنر قہریرینہ چاک  
نوجوان اقوام نو دولت کے ہیں پیرایہ پوش  
گرچہ اسکندر رہا محسروم آپ زندگی  
فطرت اسکندری اب تک ہے گرم ناؤ نوش  
بیچتا ہے ہاشمی ناموس دین مصطفیٰؐ  
خال وٹوں میں مل رہا ہے ترکمان سخت کوش  
انگل ہے، اولاد ابراہیم ہے نر و و ہے  
کیا کسی کو پھر کسی کا استحال مقصود ہے!



# جوابِ خضر

صحرا نوردی

کیوں تعجب ہے مری صحرا نوردی پر تجھے  
یہ تگا پوئے و ماوم زندگی کی ہے وسیل  
اے رہیں جنا نہ تونے و وساں دکھانیں  
گو بختی ہے جب فضلتِ وشت میں بانگِ حیل  
ریت کے ٹیلے پہ وہ آچو کا بے پروا حنہ لم  
وہ حضرت بے برل و سامان، وہ سفر بے سنگ و میل  
وہ نمودِ اختِ ریاب پاہر سنگامِ صبح  
یا مایاں باہم لڑوں ہے جبینِ جبریل  
وہ سکوتِ شامِ صحرا میں غروبِ آفتاب  
جس سے روشن تر ہوئی چشمِ جہاں جبینِ حیل

اور وہ پانی کے چشمے پر متام کارواں  
اچل ایساں جس طرح جنت میں گر و سبیل  
تازہ ویرانے کی سوادے محبت کو تلاش  
اور آبادی میں ٹونجیہ بری کشت و نخیل  
پختہ تر ہے گردشِ پیہم سے جاہم زندگی  
ہے یہی اے بے خبر رازِ دوام زندگی

## زندگی

ترتر از اندیشہ سو و زیاں ہے زندگی  
ہے کبھی جاں اور کبھی تسلیم جاں ہے زندگی  
تو اسے پیمانہ امروز و منہ اسے نہ ناپ  
جاوداں پیہم و اں پر دم جاں ہے زندگی  
اپنی دنیا آپ پیدا کر الر زندوں میں ہے  
رہبر آدم ہے، ضمیر کن فحاش ہے زندگی

زندگانی کی حقیقت کو پہن کے دل سے پوچھ  
جسے شیر تیشہ و سنسکھاں ہے زندگی  
بندگی میں گھٹ کے رہ جاتی ہے اک جئے کم آب  
اور آزادی میں جس بے کراں ہے زندگی  
اس کا رہا ہے یہ اپنی قومیتِ تسخیر سے  
گرچہ اک مٹی کے پیکر میں نہاں ہے زندگی  
قلزم ہستی سے تو ابھرا ہے مانندِ جناب  
اس زیاں خانے میں تیرا استعاں ہے زندگی  
خام ہے جب تک تو ہے مٹی کا اک انبار تو  
پختہ ہو جائے تو ہے شیر بے زہار تو  
ہو صداقت کے لیے جس دل میں مرنے کی تڑپ  
پہلے اپنے پیکرِ خالی میں جہاں پیدا کرے  
ٹھونک ڈالے یہ زمین و آسمانِ مستعار  
اور خاکِ تر سے آپ اپنا جہاں پیدا کرے

زندگی کی ٹوٹ پھانسی کو کروے آشکار  
تایہ چنگاری فرخ جاوواں پیدا کرے  
خاکِ مشرق پر چمک جلتے مثالِ آفتاب  
تابدخشاں پھر وہی عملِ لراں پیدا کرے  
سوئے گردوں نالہ شبِ بیدار کا بھیجے سفیر  
رات کے تاروں میں اپنے رازواں پیدا کرے  
یہ گھڑی محشر کی ہے، تو عرصہ محشر میں ہے  
پیش کر عتافل، عملِ کوئی اگر دفتر میں ہے!

## سلطنت

اجتہادوں تجھ کو رمز آئیہ ابن التائوک  
سلطنت اقوامِ غالب کی ہے ال جاڈولری  
خواب سے بیدار ہوتا ہے ذرا محکوم اگر  
پھر سلا دیتی ہے اس کو حکمراں کی ساحری

جاوے محسود کی تاثیر سے چشم ایاز  
دیکھتی ہے حلفت نہ کروں میں ساز و لبری  
خون اسہ آیل آجاتا ہے آئینہ جوش میں  
توڑ دیتا ہے کوئی ٹوٹسی طلسم سامری  
سرور می زیبا فقط اس بات بے ہمتا کو ہے  
حکراں ہے ال وہی باقی بتان آزمی  
از عنلامی فطرت آزاد را رسوا کمن  
تا تراشی خوجہ راے از برہمن کا منتری  
ہے وہی ساز کمن مغرب کا جمہوری نظام  
جس کے پردوں میں نہیں یہ از نوائے قیصری  
دیو استبداد جمہوری قب میں پائے کوب  
ٹوٹ بھٹتا ہے یہ آزادی کی سے نیلم پری  
مجلس انہین و اصلاح و رعایات و حقوق  
طب مغرب میں مزے بیٹھے اثر خواب آزمی



گرمی گفت، اعضاء نے مجالس، الاماں!  
یہ بھی ال سرمایہ داروں کی ہے جناب زکری  
اس سرمایہ دار کو کہتا ہوں کہ کھانا سمجھا ہے تو  
اے اے نادان! قبض کو ایشیاں سمجھا ہے تو

### سرمایہ و محنت

بندہ مزدور کو جب کہ مراپینا م دے  
نفس کا سپینا م لیا ہے یہ پیسا م کائنات  
اے کہ تجھ کو کھالیا سرمایہ دار جیسا کہ  
شاخ آٹھو پر رہی صدیوں ملک تیری برات  
دست دولت آئیں کہ مزدوریوں ہلتی رہی  
اہل ثروت جیسے دیتے ہیں غریبوں کو زکات  
ساحر الموط نے تجھ کو دیا ربک حشیش  
اور توالے بے خبر سمجھا اے شاخ نبات

نسل، قومیت، کلیسا، سلطنت، تہذیب، زندگی  
خواجگی نے خوب چن چن کے بندے سکرات  
کٹ مرناداں خیالی دیوتاؤں کے لیے  
سکر کی لذت میں ٹوٹو کیا نہتہ حیات  
مگر کی چالوں سے بازی لے گیا سرمایہ دار  
انہارے ساڈلی سے لٹایا مزدور مات  
اٹھ کہ اب بزم جہاں کا اور ہی انداز ہے  
مشرق و مغرب میں تیرے دور کا آغاز ہے  
ہمت عالی تو دیا بھی نہیں لرتی قبول  
غنجیساں غافل تھے دامن میں شبنم کب تک  
نغمہ بیداری جمہور ہے سامان عیش  
قصہ خواب اور اسکندر و جم کب تک  
افتاب تازہ پیدا بطن لیتی سے چوا  
اسماں اڈو بے چہرے تاروں کا نام کب تک

توڑ ڈالیں خطرِ انسان نے زنجیریں تمام  
دُور ہی جنت سے روتی چشمِ آدم کب تک  
باغبانِ چارہ سدا سے یہ کہتی ہے بہا  
زحیمِ گل کے واسطے تدبیرِ ہم کب تک  
کر مابِ نادانِ اطوافِ شمع سے آزاد ہو  
اپنی فطرت کے تجلی زار میں آباد ہو

## دنیاۓ اسلام

کیا سنا ہے مجھے ترک و عرب کی استاں  
مجھ سے کچھ پنہاں نہیں اسلامیوں کا سوز و سنا  
لے لے کر تیش کے فرزند میراثِ خلیلؐ  
خشتِ بنیادِ کلیسا بن لسی خالِ حجاز  
ہو گئی رُسوا زمانے میں کُلاہِ لالہ رنک  
جو سہرا پاناڑتے ہیں آج محسوسِ نیاز

لے رہا ہے مے فروشانِ فرنگستان سے پارس  
دو مے سرش حرارت جس کی ہے مین الدن  
حکمت مغرب سے ملت کی کیفیت چوئی  
نکڑے نکڑے جس طرح سونے کو کر دیتا ہے کانہ  
ہو کیا مانند آبِ اریاں سماں کا لہو  
مضطرب ہے تو کہ تیرا اول نہیں دنا ہے اریاں  
گفت رومیؒ سر بنائے لہنہ کا باداں کسند  
می ندانی ”اول اں بنیاد را ویراں کسند“  
”نماک ہاتھوں کی بلت کی آنکھیں کھل گئیں“  
حق ترا چشمے عطا کر دست حاصل درنگ  
موسیٰ کی گداہی سے تو بہتر ہے شکست  
نور بے پر اجابتے پیشِ سلیمانے زہر  
ربط و ضبط ملتِ بخیل ہے مشرق کی نجات  
ایشیا والے ہیں اس نکتے کا بابت تک خبر

پھر سیاست چھوڑ کر داخلِ صبا رہیں ہیں  
نکلتے دولت سے فقط حفظِ حرم کا الٹ  
ایک ہیں سلمِ حرم کی پاسبانِ کئیے  
بنیل کے ساحل سے لے کر تاجِ خال کا شفر  
جو لڑے گا امتیاز رنگ و خون بہت جائے گا  
شرکِ حنر کا ہی جو یا اے ربانی والا گھر  
نسلِ اسلام کی مذہب پر مقدم چولہی  
اڑو کیا دنیا سے تو مانسندِ خال رو گھر  
تأخلف کی بنا دنیا میں جو پھر استوار  
لاکھوں سے ٹھونڈ کر اسلاف کا قلبِ جگر  
اے کہ شناسیِ حنفی را از جلی شیار باش  
اے گرفتارِ ابو بکرؓ و علیؓ شیار باش  
عشق کو منبر یا وہ لازم تھی سو وہ بھی جو چکی  
اب ذرا دل تھام کر منبرِ یاد کی تاثیر دیکھ

تو نے دیکھا سہولتِ رفتارِ دریا کا عروج  
سوجھ مضطرب کس طرح بنتی ہے اب بجز خیر و بیکہ  
عامِ حضرتیت کا جو بکھیا تھا خوابِ اسلام نے  
اے سداں آج تو اس خواب کی تعبیر دیکھ  
اپنی خاکستر سمندر کو ہے سامانِ وجود  
مر کے پھر جوتا ہے پیدا یہ جہانِ پیر و بیکہ  
کھول کر آنکھیں مے آئینہٴ لفسار میں  
اس نے ولے زور لی دھندلی سی ال تصویر دیکھ  
از سودہ فستند ہے ال اور بھی لڑوں کے پاس  
سامنے تہتیر کے رُوائی تبسیر دیکھ  
مسلم استی سینہ را از آرزو آباد دار  
ہر زمان پیش نظر لای شخاض المیتعاد وار



## طلوعِ اسلام

دلیلِ ضعیفِ روشن ہے ستاروں کی تنگ تابی  
افق سے آفتاب ابھرا، کیا دور گراں خوابی  
عسرواقِ مرقہ مشرق میں نوجونِ زندگی وژا  
سمجھ سکتے نہیں اس از کو سینا و منارابی  
سلمان کو سلمان کر دیا طلوع انِ مغرب نے  
تلاطم ہاتے دریا پس سے ہے لوہری سیرابی  
عطا موسیٰ کو پھر درگاہِ حق سے ہونے والی ہے  
شکوہ ترکمانی، زہین ہندی، نطقِ اعرابی  
اثر کچھ خواب کا غنچوں میں باقی ہے تو لے بسلیں  
”نوارِ تلخ ترمی زن چو ذوقِ نغمہ کم یابی“  
ترپ صحرا چمن میں اشیاں میں شاخساروں میں  
جدا پکے سے ہو سکتی نہیں تقدیرِ سیلابی

و چشمِ پال ہیں کیوں زینتِ بربستوں دیکھے  
نظر آتی ہے جس کو مرعہ نازی کی جگر تابی  
ضمیرِ لالہ میں روشن چراغِ آرزو کرے  
چمن کے ذرے ذرے کو شہیدِ جستجو کرے  
سرِ شامِ چشمِ مسلم میں ہے نیاں کا اتر پیدا  
خلیل اللہ کے دریا میں ہوں کے پھر لہر پیدا  
کتابِ قتبتِ بیضا کی پھر شیرازہ بندی ہے  
یہ شاخِ ہاشمی کرنے کو ہے پھر بول و بر پیدا  
رہو داس ترکِ شیرازی دلِ تبریز و کابل را  
صبا لرتی ہے بے گل سے اپنا ہم پیدا  
الرحمانیوں پر لوہِ عنم ٹوٹا تو کیا عنم سے  
کہ خونِ صمد ہزارِ انجم سے ہوتی ہے سحر پیدا  
جہاں بانی سے ہے و شوار تر کار جہاں بینی  
جگر خوں چو تو چشمِ دل میں ہوتی ہے نظر پیدا



ہزاروں سال زلزلہ اپنی بے نورسی پڑھتی ہے  
بڑھی شکل سے ہوتا ہے چین میں دید و فرسید  
نوا پیرا ہوا ہے بسبل کہ پتیرے ترم سے  
کہو تر کے تن نازک میں شاہیں کا جگر پیدا  
ترے سینے میں ہے پوشیدہ راز زندگی کہہ دے  
مسلمان سے حدیث سوز و ساز زندگی کہہ دے  
خدا تے لم نزل کا دست قدرت تو زبان تو ہے  
یقین پیدا لراے غافل کہ مخلوق کماں تو ہے  
پرے ہے چرخ نیلی خام سے منزل مسلمان کی  
ستا ہے جس کی گرد راہیوں ، وہ کارواں تو ہے  
سکان فانی بکھیں آئی، ازل تیرا، ابد تیرا  
خدا کا آخری پیغام ہے تو، جاوواں تو ہے  
خانبند عروس لالہ ہے خون جگر تیرا  
ترے نسبت براہیسی ہے سہا جہاں تو ہے

ترسی فطرت میں سے منکسنت زندگانی کی  
جہاں کے جو پھر منظر کا گویا امتحاں تو ہے  
جہاں اب گل سے عالمِ جاوید کی خاطر  
نبوتِ ساتھ جس کو لے لئی وہ ارماں تو ہے  
یہ نکتہ کر کشتِ قلمت بیضا سے پیدا  
کہ اقوامِ زمین ایشیا کا پاسبان تو ہے  
سبق پھر پڑھ صداقت کا، عدالت کا، شجاعت کا  
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا  
یہی مقصودِ فطرت ہے، یہی رہبرِ مسلمانی  
انجوت کی جہاں گیری، محبت کی فراوانی  
بتان رنگ و نون کو توڑ کر قلمت میں لکھ جو جا  
نہ ثورانی رہے باقی نہ ایرانی نہ افغانی  
میانِ شاخساراں صحبت مرغِ چین لب تکتا  
ترے بازو میں ہے پروازِ شاہینِ قباستانی

گمانِ آباؤِ ہستی میں تیں مڑ سہماں کا  
بیاباں کی شبِ تاریک میں قندیلِ جہانی  
بٹایا قیصر و کسریٰ کے استبداد کو جس نے  
وہ کیا تھا، زورِ حیدر، فقرِ نوزہ، صدقِ سلمانی  
چوکے احرارِ ملت جاوہرِ پیاسِ تھل سے  
تاشائی شگافِ در سے ہیں صدیوں کے زندانی  
ثباتِ زندگی ایسا نیکم سے ہے دنیا میں  
کہ انسانی سے بھی پائندہ تر نکلا ہے ثورانی  
جب اس انکارِ وحالی میں ہوتا ہے یقین پیدا  
تو کر لیتا ہے یہ بال و پرِ رُوحِ الایمیں پیدا  
غلامی میں نہ کام آتی ہیں ششیریں نہ تبریں  
جو جو ذوقِ لہتیں پیدا تو لٹ جاتی ہیں زنجیریں  
کوئی اندازہ کر سکتا ہے اس کے زورِ بازو کا  
نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

ولایت، پادشاہی، علم اشیا کی جہاں لیری  
یہ سب کیا ہیں فقط ان کتہہ ایماں کی تفسیریں  
برائے یہی نظر پیدا کر شکل سے جڑی ہے  
چوں چھپ چھپ کے سینوں میں بالیتی ہے تصویریں  
تیز بندہ و آفت فساد اور میت ہے  
حذر ہے چیرہ دستانِ سخت ہیں فطرت کی تعزیریں  
حقیقت ایک ہے مرثیے کی حنا کی ہول نوری جو  
لہو خورشید کاٹھیکے ارفقے کا دل چسیریں  
یقین سکم، عمل ہیوم، محبت فاتح عالم  
جسا و زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں

چہ باید مرد را طبع بلندے، مشرب نابے  
دل گرمے، نگاہ پاک بینے، جان بیتابے  
عقابی شان سے جھپٹے تھے جو بے بال و پر نکلے  
ستارے شام کے نعرہ شوق میں ڈوب کر نکلے

چوتے مدفون دریا زیر وریا تیرنے والے  
ٹھانچے موج کے لھاتے تھے جو بن کر لہر نکلے  
غبارِ درہ لہر ہیں، کسمیاب پر ناز تھا جن کو  
چمکینِ خال پر رکھتے تھے جو، اسی لہر نکلے  
پہا سا نرم رومتِ صہدِ پیامِ زندگی لایا  
خبر دیتی تھیں جن کو کج بلیاں وہ بے خبر نکلے  
حرمِ رسوا ہوا یہ حرم کی کم نکاحی سے  
جو انانِ ستاری بس مت در صاحبِ نظر نکلے  
زمین سے نوریانِ آسماں پرواز کرتے تھے  
یہ خالی زندہ تر، پائندہ تر، تابندہ تر نکلے  
جہاں میں اہلِ ایماں عورتِ عرشید بیعتے ہیں  
اوصر ڈوبے اوصر نکلے، اوصر ڈوبے اوصر نکلے  
یقینِ انساؤ کا سہارا یہ تعمیرِ قلت ہے  
یہی قوت ہے جو صورتِ کثرتِ قلت ہے

تو راز کن نکاں ہے اپنی آنکھوں پر عیاں ہو جا  
خومی کا رازواں ہو جا حسد کا ترجمان ہو جا  
ہوس نے کر دیا ہے ٹکڑے ٹکڑے نوح انسان کو  
اُخت کا بیاں ہو جا محبت کی زباں ہو جا  
یہ سہی وہ حسد اسانی یہ افسانی وہ ٹورانی  
تو اے شہرِ سندانہ ساحل! اچھل کر بے لراں ہو جا  
خبا ر الووہ رنگِ نسب ہیں بال و تریسے  
تو اے مرغِ حرم! اڑنے سے پہلے پریشان ہو جا  
خومی میں ڈوب جا غافل! یہ سترِ زندگی ہے  
بیکل کر حلقہ تہ شام و حسد سے جا وداں ہو جا  
مصافِ زندگی میں سیرتِ فولادِ سپید کر  
شبستانِ محبت میں حیرتِ پریشاں ہو جا  
گزر جا بن کے کیلِ شند کو کوہِ بویاں کے  
گستاہِ اہ میں آئے تو مجھے نغمہ خواں ہو جا

ترے علم و محبت کی نہیں ہے آہ کونئی  
نہیں ہے تجھ سے بڑھ کر سازِ فطرت میں نوا کونئی

ابھی تاک آدمی صیدِ بزبون شہزادی ہے  
قیامت ہے کہ انسانِ نوح انسانِ کاشکاری ہے  
نظر کو خیرہ کرتی ہے چہاں تہذیبِ حاضر کی  
یہ سماجی مگر جھوٹے نگوں کی ریزہ کاری ہے  
وہ حکمتِ ناز تھا جس پر خردِ سندانِ مغرب کو  
ہوس کے پنجہ نہ ٹوٹیں میں تیغِ کارزار ہی ہے  
تہ تبر کی فنونِ کاری سے محکم ہو سیں سکتا  
جہاں میں جس تمدن کی بنا سطریدِ وار ہی ہے  
عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی  
یہ خالی اپنی فطرت میں نہ نوری سے نہ ناری ہے  
خروشِ سوزِ بسمل ہو کر، غنچے کی والہ کے  
کہ تو اس کستان کے واسطے باو بہا رہی ہے

پھر اٹھی ایشیا کے کٹل سے چنگاری محبت کی  
زمین جولاں کو گیس قبایع تیری ہے  
بیا پیدا خریدارست جان ناتوانے را  
”پس از مدت گذار افتاد بر ما کاروانے را“  
بیا ساقی نوئے مرغ زار از شاخساز آمد  
بہار آمد نگار آمد، نگار آمد و تہ از آمد  
کشید ابر بہ ساری خمیہ اندر وادی صحرا  
صدائے ایشاراں از منہ از کوہ سار آمد  
سرت گروم تو ہم قانون پیشین سازد و ساقی  
کہ خیل نعنہ پر دازان قطن سارا نہ قطار آمد  
گذار از زاپدان بر بیہ شبے با کازہ ساعش  
پس از مدت ازین شاخ گمن با لبہ سوزار آمد  
بہ شتاقاں حدیث خمیہ بدرد جہنمیں اور  
تصرف ہے پنہانش بچشم کشکار آمد



دگر شاخِ خلیل از خونِ مانم ناک می گزود  
باز از محبتِ نقه ماکل عیار آمد  
سرِ خالِ شمشید بر کله لاله می پاشم  
که ز خوش به سال ملت با سازگار آمد  
”یا تا گل بسفشانیم و مے در ساغر اندازیم  
فلک را استغفابش کاشیم و طرح و لیر اندازیم“



آباد کیا گیا اور اسے جا بوجہ خانہ  
ہیئت سے ایشیا مارشل گزٹ میں  
پبلش ہوا اور اس کا نام  
پاکستان کے آئین کے تحت  
تیار کیا گیا اور اس کا  
نمبر 1000 ہے اور اس کا  
تاریخ 10/10/1973ء ہے  
اور اس کا  
نمبر 1000 ہے اور اس کا  
تاریخ 10/10/1973ء ہے  
اور اس کا  
نمبر 1000 ہے اور اس کا  
تاریخ 10/10/1973ء ہے

# عزلیات



اے بادِ صبا! کہلی واٹے سے جا کہیو پیغام مرا  
تجھ سے اُمت بیچاری کے دین بھی گیا، دنیا بھی گئی  
یہ سوچ پریشاں خاطر کو پیغام لبِ ساحل نے دیا  
ہے دُور وصالِ بحر ابھی، تو دریا میں گھس برا بھی گئی!  
عزت ہے محبت کی قسام اے قیسِ احبابِ محل سے  
محل جو کیا عزت بھی گئی، خیرت بھی گئی، لیلہ بھی گئی  
کی ترکِ تہا و دو قطرے نے تو آبروئے گوہر بھی ملی  
اوار کی فطرت بھی گئی اور کشمکشِ دریا بھی گئی

نکلی تو لب اقبال سے ہے، کیا جانے کس کی ہے یہ صدا  
پیغام سکوں پہنچا بھی گئی، دل محض کا ترپا بھی گئی



یہ سرد بزمی و بلبل فریب فریب ہے  
باطن ہنگامہ آباد چین خاموش ہے  
تیرے پیمانوں کا ہے یہ لے کے مغرب اثر  
خند زن ساقی ہے ساری انجمن کے چوس ہے  
وہ پر کے رنم خانے میں تیرا پتا بتا نہیں  
جرم تھا کیا آفرینش بھی کہ تو روپوش ہے  
اہ! دنیا دل سمجھتی ہے جسے وہ دل نہیں  
پہلوئے انساں میں ال ہنگامہ خاموش ہے  
زندگی کی رہیں چل لیکن ذرا سچ کے چل  
یہ سمجھ لے کوئی یہ سنا خانہ بارگوش ہے

جس کے دم سے ڈلی ولا پور ہم پہلو ہوتے  
اے اے اقبال! وہ بلبل بھی اجماعش ہے



نالہ ہے بلبل شوریدہ ترا خام ابھی  
اپنے سینے میں اسے اور اتھام ابھی  
پختہ ہوتی ہے الرصہ صحت اندیش ہوش  
عشق پو بصلحت اندیش تو ہے خام ابھی  
بے خطر لوہ پڑا آتش نمرود میں عشق  
عقل ہے تجھ ماسائے لب بام ابھی

عقل سمجھی ہی نہیں حسنی پیغام بھی  
تو ہے نہاری بُت خانہ آیام بھی  
ہے تے دل میں ہی کوشش انجام بھی  
تیری سبزاں ہے شمارِ خسرو نام بھی  
مے نسا کے لالے ہیں تسی جام بھی  
مے ساغر ہے چھکتے ہیں مے اشام بھی  
عشق فرمودہ قاصد سے سب کا عمل  
شیوہ عشق ہے آزادی و دہر آشوبی  
عذری پر ہیز کہتے ہے جو کر ساقی  
سعی سیم ہے تراڑنے کو کیفِ حیات  
ابرنیساں یہ تنگِ خوشی شبنم کب تک  
باو دروانِ عجبم وہ عربی میری شراب

خبرِ اقبال کی لائی ہے گلستان سے نسیم  
نوگر فدا پھر کت ہے تو وام بھی



پر وہ چہرے سے اٹھا، انجمن آرائی کر  
تو جو بھی ہے تو چپک پنہاں کت تک  
نفسِ محرم کی تاثیر ہے عجزِ حیات  
کب تک طور پہ در نوزہ لری مثلِ کلیم  
ہو تری خالکے ہر ذرے سے تعمیرِ حرم  
چشمِ مہر و سد و انجم کو تماشا کی کر  
بے حجابانہ مے دل سے شناسائی کر  
تیرے سینے میں اگر ہے تو سیجائی کر  
اپنی ہستی سے عیاں شدہ سینائی کر  
دل کو بیگانہ اندازِ کلیائی کر

اس گلستاں میں نہیں حد سے گزرتا اچھا      ناز بھی کرتو بہ اندازہ رعنائی کر  
پہلے خود دار تو مانند کھنڈ ہو لے      پھر جہاں میں ہو شہ سوکھتِ دارائی کر  
دل ہی جا کے لی کبھی منزلِ سنی اقبالؔ  
کوئی دن اور ابھی باویہ سپائی کر



پھر باد بہار آئی اقبال غزل خواں ہو      غنچے کے گل گل ہو گل ہے گلستاں جو  
تو خال کی ٹٹھی ہے اجڑا کی حرارت سے      برس ہو پریشان ہو، وسعت میں سلطان جو  
تو جنسِ محبت ہے قیمت ہے کراں تیری      کم مایہ ہیں سوا الزامِ س میں ازان جو  
کیوں ساڑھے پردے میں مستور ہوئے تیری      تو نغمہ رنگین ہے کچھ کوششِ غیبی جو  
لے ہر موسمِ نراندہ رستے میں اگر تیرے      گلشن ہے ہوشِ بنم ہو صحرا ہے تو طوفان جو  
ساماں کی محبت میں ضمیر ہے تن آسانی  
مقصد ہے الزمِ نزلِ غارت کر ساماں جو



کبھی اسے صحیحیت منتظرِ نظرِ آلباس مجاز ہے      کہ ہزاروں صحیفے ٹپ رہے ہیں مری جبینِ ناز ہے

طربِ آشنا کے خوشیوں، تو فوائے محرمِ خوشیوں  
 تو بچا بچا کئے لئے رکھ اسے ترا آئندہ ہے وہ آئندہ  
 ہم ملوف کما مشع نے یہ کہا کہ اشرک من  
 نہ کہیں جہاں میں امان ملی جو امان ملی تو گمان ملی  
 نہ وہ عشق میں رہیں گے مسلمان نہ وہ جس میں رہیں شیطان

جو میں سر سجدہ نہ ہوا کبھی تو زمیں سے آنے لگی صدا  
 ترا دل تو ہے صنمِ آشنا تھے کیا ملے گا نماز میں



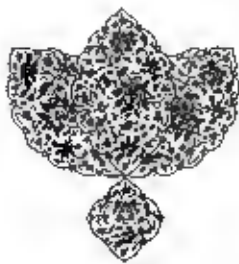
تہ و ام بھی غزلِ آشنا ہے طربِ اترانِ حرمِ کیا  
 ترا جلوہ لچھو تھی تہی دلِ ناہیبوڑ کر سکا  
 نہ خدار ہا یہ صنم ہے نہ رقیبِ بے حرم رہے  
 جو فغانِ لوں میں پہنچتی تھی فوائے زہریلی ہی  
 وہی لکریہ سخنِ ہی ہا وہی آہِ ہمیشہ ہی ہی  
 نہ رہی ہمیں اسدِ اتمی نہ کہیں الہامی ہی ہی

مرا ساز اگرچہ تم رسید زخمہ ہائے عجب سہم  
 وہ شہیدِ فوقِ غاہوں میں کہ نوامری بل ہی



گرچہ تو زندانی اسباب ہے      قلب کو لیکن ذرا آزاد رکھ  
عقل کو تنقید سے فرصت نہیں      عشق پر آسماں کی بنیاد رکھ  
اے سداں اہر لٹری پیش نظر      آیت "لَا تُخْلِفُ الْوَعْدَ" رکھ

یہ لسانِ اہر لٹری ہے  
"إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ" یاد رکھ





# ظہین

مشرق میں اصول دین بن جلتے ہیں      مغرب میں مکشیں بن جاتے ہیں  
رہتا نہیں ایک بھی ہمارے پتے      واں ایک کے تین تین بن جاتے ہیں



لوکیاں چڑھ رہی ہیں انگریزی      ڈھونڈ لی قوم نے فلاح کی راہ  
روشن مغربی ہے منظر      وضع مشرق کو جانتے ہیں گناہ  
یہ ڈراما دکھائے گا کیا سین      پردہ اٹھنے کی منتظر ہے نگاہ



شیخ صاحب بھی تو پردے کوئی حامی ہیں      مفت میں کل کے لاکے ان کے بدلن ہو گئے  
وعظ میں سنڈویچ اکل آپ نے یہ صاف صاف      پردہ اٹھنے سے جو جب مردہ ہی زن ہو گئے



یہ کوئی دن کی بات ہے مرد پر ہوش مند  
غیرت نہ تجھ میں گئی نہ زن اوٹ چاہے گی  
آپ ہے اب و ذور کہ اولاد کے عوض  
کونسل کی ممبری کے لیے اوٹ چاہے گی



تعلیم مغربی ہے بہت خجرات ہستریں  
پر سلاسنق ہے پھوٹے کالج میں مار ڈینگ  
بستے ہیں ہند میں جو خسیہ ارپی فقط  
انجا بھی گئے آتے ہیں اپنے وطن سے ہینڈ  
میرا یہ حال تو بٹ کی ٹوچا جاتا ہوں میں  
ان کا یہ علم و بیہا مرے فرس پر نہ رینگ

کہنے لگے کہ اوٹ ہے مجھ اس جانور

اچھی ہے کائے رکھتی ہے لیا نول ہار



کچھ غم نہیں جو حضرت اعظم ہیں تنگ دست  
تہذیب کے سامنے سر اپنا حتم کریں  
روز ہا وہیں تو بہت کچھ لکھا یا  
ترویج میں کوئی رسالہ مسم کریں



تہذیب کے راض کو لولی سے فائدہ  
دفع مرض کے واسطے پلان میں کیجیے

تھے وہ بھی ان کو خدمت سنا کے عوض دل چاہتا تھا پھر یہ دل پیش کیجئے  
بدلا زمانہ ایسا کہ لو کا پس از سبق  
کہتا ہے ماشرے کہ دل پیش کیجئے



انہما بھی بس کی ہے آخر خریدیں کب تک  
چھتریاں تو مال مغلہ سپرین جاپان سے  
اپنی غفلت کی یہی حالت اگرت تم ہی  
اس کے گفتال کا بل کے نفس جاپان سے



ہم مشرق کے سکینوں کا دل مغرب میں جا چکا ہے  
واں نمبر تبعمری میں مل ایک پرانا منکا ہے  
اس دور میں سب مٹ جائیں ان باتوں کو جو بے جا  
جو قائم اپنی اوپ سے اور پکا اپنی ٹپٹ کا ہے  
ایشیخ و برہمن سنتے ہو کیا اہل بصر کہتے ہیں  
گڑوں کے کھنی بلندی ان قوموں کو ہے چکا ہے

یہاں ہم سارے جلسے تھے دستو بخت قائم تھا

یا بخت میں تو وہ ہندی کو یا قرانی یا چکا ہے



”اچھل شو و ساہو و شوہ و ایک ہے“  
غالب کا قول سچ ہے تو پھر زکر غیر کیا

کیوں اے جناب شیخ زینا آپ نے کبھی کبھی  
کہتے تھے کعبے اللوں سے کل اپل ویر کیا  
ہم پوچھتے ہیں سلیم عاشق مزاج سے  
انفت بتوں کے پہ تو بزہمن سے سیر کیا



ہاتھوں سے اپنے دامن دنیا کھل گیا  
قانونِ وقف کے لیے لڑتے تھے شیخِ حبی  
رخصت پروادلوں سے خیالِ معاہدہ بھی  
پوچھو تو وقف کے لیے ہے جامدا و بھی!



وہ سن بولی ارادہ خود کشی کا جب کیا میں نے  
نہ جرات ہے نہ خیر ہے تو قصہ بخود کشی کیا  
کہا میں نے کہ اے جانِ جہاں کچھ نقد و لواؤ  
یہ مانا دردِ ناکامی کیا تیرا لڑ جہ سے  
مہذب تو اے عاشقِ اقدم باہر ہر دم سے  
کرائے پر سنگلوں کا کوئی افغان سر سے



نواں تھے اس قدر کہ نہ جانی عرب کی قدر  
مغرب میں ہے جہازِ بیاباں شتر کا نام  
حاصل ہوا یہی نہ بچے مار پیٹ سے  
شراکوں نے کام کچھ نہ لیا اس فلیٹ سے



ہندوستان میں خبرِ حکومت ہیں کونسلیں  
آغاز ہے طرے سیاسی سال کا

ہم تو فقیر تھے ہی، ہمارا تو کام تھا  
بیکھیں سلیقہ اب انرا بھی سوال کا



میسری اسپرینزل کونسل کی شکل نہیں  
ووٹ تو مل جائیں گے پیسے بھی لو انہیں کیا؟  
سیرا خائب خدائے شاہجہاں کے  
”ہم نے یہاں کدوئی میں ہیں لھائیں گے کیا“



دلیل مہر و وفا اس کے بڑھ کے لیا ہوگی  
نہ چھوڑو سے اُلفت تو یہ ستم نہ رہیں  
مبصر سے حلقہ بلیٹی میں کچھ ہمیں ہم بھی  
مگر رضائے گلشن کو بھانپ لیں تو ہمیں  
شد تو لیجئے لڑکوں کے کام آئے گی  
وہ مہربان ہیں اب پھر ہیں رہیں نہ رہیں  
زمین پر تو نہیں ہندویوں کو جا بستی  
مگر جہاں میں ہیں خالی سنداؤں کی آہیں

مشاکی شتی بے حس مطیع فرماں ہیں  
کہو تو بستہ سائل ہیں کہو تو ہمیں



فرما ہے تجھے شیخ طریق عمل یہ وہ خط  
نقدار ہند کے ہیں تجارت میں سخت کوش  
شکر ہیں جو کتے ہیں شکر سے لینا  
لیکن سہاری قوم سے محروم عفتل مہوش

نپال چیز ہوتی ہے کافر کے ہاتھ کی      سن لے اگر ہے لوش مسلمان کا حق نبوش  
ال بادوش بھی وعظلی محض میں تشاریک      جس کے لیے نصیحت اعظمتی بار کوش  
کنسے رکاستم ہے کہ ایسے قیود کی      پابند ہو تجارت سماں خورد و نوش  
میں نے لہارات کو مشکل نہیں کوئی  
ہندوستان میں ہیں ظلم کو بھی سے فروش



ویکھے چلتی ہے شرق کی تجارت تکب      شیشہ ہیں کے عوض جام و سبولیتا  
ہے مداوئے جنوں شہر تہجدید      سیرا سر جن ک ملت سے لہولیتا



گائے ال نور چوئی اوشے یوں کہم سخن      نہیں ک حال یہ دنیا میں کسی شے کو قرار  
نیں تو بدنام ہوتی توڑ کے رسی اپنی      سنتی ہوں اپنے بھی توڑ کے لڑکھی سے جوا  
ہند میں آپ تو از روئے سیاست میں ہم      ریل چلنے سے مگروشت عرب میں بیکا  
کل ملک آپ کو تھا گائے کی محض سے حد      تھی لٹکتے تھے ہونٹوں پہ جھدائے زہنا  
آج یہ کیا ہے کہ ہم پر ہے عنایت اتنی      نہ رہا آتسنہ دل میں وہ دیرینہ غبا

جب تیرے رینی اونٹے ہسٹا کے کما  
رکب صد عمرہ اشتر ہے تیری ایک طیل  
ترے ہنگاموں کی تاثیر یہ پھیلی بن میں  
ایک ہی بن میں ہے مدت سے سیر اپنا  
گوسفند و شتر و کاو و پلنگ و خرنک  
باغباں چوسنی کوز جو طیل کا  
وے ہی جام ہیں بھی کہ مناسب ہے یہی

سے ترے چائے والوں میں مہارا بھی شمس  
ہم تو ہیں اسی گلیوں کے پرانے سیا  
بے بانوں میں بھی پیدا ہے ابق لغتار  
گوجہ کچھ پاس نہیں جا رہا بھی لیتا ہے ہوا  
ایک ہی تک میں گھینج تی ہے اپنا وقتاً  
ہمزماں ہو کے رہیں کیوں نہ طیر گھلا  
تو بھی شہر پوتیے نہ وقتاً بھی شہر

”ولین حافظ بچہ ارزومیش رنجیں کن  
وانگشت و خراب از رہ بازار سیا“



رات چھرنے لہے یا مجھ سے  
مجھ کو دیتے ہیں ایک بوند لہو  
ہا ہرا اپنی نامی کا  
جہل شب بھر کی تشنہ کامی کا

اور یہ پسوہ دار بنے رخت  
پی گیا سب لہے اسامی کا

یہ آئیہ نوجویل سے نازل ہوئی مجھ پر  
بیاتیں ہے قرآن تو قرآن میں کیستا  
کیا خوب ہوئی اشقی شیخ و برہمن  
اس جنگ میں آخر نہ یہ ہار نہ چوہیستا  
مندر سے تو میرا تھا پہلے ہی نے بدی  
مجد سے حکمت نہیں ضدی ہے سیستا

جان جائے ہاتھ سے جائے زنت  
چے یہی ال بات ہر نہ ہر ب کاشت  
چھبے ایک پرتی ملی کے ہیں  
ساٹو کارمی بسوہ واری، سلطنت

مخت و سزا یہ دنیا میں صفا آہو گئے  
دیھیے ہوتے کس کس کی تاراں کاغون  
حکمت و تدبیرے فیتہ اشوب خیز  
فل نہیں کتا و قد کنت شتم یہ شہینون  
کھل گئے یا جوج اور یا جوج کے کشد تمام  
چشم مسلم دیکھ کے تفسیر حرف بیٹونون

شام کی سرحد رخصت ہے اور نہ بل نزل  
لک کے میخانے کے قاعدے بالاسر ق



یہ اگر سچ ہے تو ہے کس وجہ عجزت کا مقام      رنگ لک پل میں بل اجاتا ہے یہ سنی و اوق  
حضرت لڑن لو اب جس کڑواوا ہے ضرور      حکم بڑاری کے معبر میں ہے در و الاطلاق  
و فدہ ہندوستان سے کہتے ہیں سزاخان طلب  
کیا یہ چوہن ہے پچھڑم فلسطین و عراق؟



تکرات تھی مزاج و مالک میں ایک روز      دونوں یہ کہہ رہے تھے مزا مال ہے نہیں  
کسا تھا وہ لکے جزاعت اس کی طبیعت      کہتا تھا یہ کہ عقل ٹھکانے تری نہیں  
پوچھا میں سنیں گے کہ ہے کس مال تو      بولی مجھے تو ہے فقط اس بات کا یقین  
مالک ہے یا مزاج شوریدہ حال ہے  
جو زیر آسمان ہے وہ دھرتی کا مال ہے



اٹھا کر پھینکا وہ باہر گلی میں      نئی تہذیب کے انٹے ہیں گندے  
ہلکشن مہسرنی، کونسل صدارت      بناتے خوب ازادی نے پھندے  
سیاں نجا بھی چھیلے گئے ساتھ      نہایت تیز میں یورپ کے رشتے

کارخانے کا ہے مالک نہ دل نالزوکا  
عیش کا پتہ ہے محنت ہے اسے سازگا  
حکیم حق ہے نہیں بظاہر انسان الا ماسی  
کھلے کیوں زندہ رہی محنت کا پھل مٹوٹیا

سنا ہے میں نے کل نینک تو تھی کارخانے میں  
پرانے جھونپڑوں میں ہے ٹھکانا دست کار کا  
مگر کون نے کیا خوب نسل ان خوابیا  
کوئی اس شہر میں کبھی نہ تھا سارے داروں کا

مسجد توبنا وہی شہبے میں اعلیٰ حرارت اہونے  
من اپنا پڑنا پاپی ہے جڑوں میں نمازی بن سکا  
کیا خوب فیصل کو سنو سنی پیغام آیا  
تو ہاؤ سب کا جہاز ہے پر الٹ جہاز بن سکا  
ترا کھینچ تو جاتی ہو جیو کیا لذت اس نے میں  
جب فتح جگر کی آسیر میں اس کا پیازی بن سکا

اقبال بڑا پیشک ہے من باتوں میں وہ لیتا ہے  
گفتار کا عین نمازی تو بنا کروار کا عن زنی بن سکا



# بالِ جبریل

اقبال

بال جبریل  
بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اللَّهُمَّ اخْرِشْنِي لِمَا بَيْنَ يَدَيْكَ  
فَلَسْتُ بِمُخْرِشٍ لَكَ شَيْءٌ

ابن

اٹھ کہ خورشید کا سامانِ حسنِ تازہ کریں  
نفسِ نوحہ شام و سحر تازہ کریں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

۱

مری ذرا سے شوق سے شکر جویم ذات میں !

خندلائے الاماں بستگدہ مناش میں !

حوریزشتہ ہیں اسیر سے عقیدت میں

مری نگاہ کے خنل تبری بقیادت میں !

گرچہ ہے میری جستجو دیر درجم کی نقشبند

مری مضاں کے سنجیز کعبہ روضت میں !

گناہ مری نگاہ تیز چیر گئی دل وجود

گناہ الجھنے رہ گئی سے توہمت میں !

تو نہ یہ کیا غضب کیا ! مہلبہ بھی ناکر کر دیا

میں ہی تو ایک راز خاصیتہ نامان میں !

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## فہرست

غزلیات (حصہ اول)

- |        |  |   |
|--------|--|---|
| ۳۲۵/۲۱ | میری نوائے شوق سے شورِ حریمِ ذات میں       | ۱ |
| ۳۲۶/۲۲ | الرجز رو ہیں نجسبم آسماں تیرا ہے یا سیرا؟  | ۲ |
| ۳۲۷/۲۳ | گیسوئے تابدار کو اور بھی تابدار کر         | ۳ |
| ۳۲۸/۲۴ | اثر کرے نہ کرے بسن تو لے مری فریاد         | ۴ |
| ۳۲۹/۲۵ | کیا عشق ایک زندگی ستار کا                  | ۵ |
| ۳۵۰/۲۶ | پریشاں ہو کے میری خاکِ اخروہ دل نہ بن جائے | ۶ |
| ۳۵۰/۲۶ | دلگروں ہے جہاں تاروں کی گردش تینے ہے ساتی  | ۷ |
| ۳۵۱/۲۷ | لاپسہ اک بار وہی باوہ و جام لے ساتی        | ۸ |

- ۳۵۲/۲۸ ۹ مٹا دیا مرے ساتی نے عالم من تو
- ۳۵۲/۲۸ ۱۰ ستیع بے بسا ہے درد و سوز آرزو مندی
- ۳۵۲/۲۹ ۱۱ تجھے یاد کیا نہیں ہے مجھے دل کا وہ زمانہ
- ۳۵۲/۳۰ ۱۲ ضعیف لالہ کے بحال سے ہوا لب بیز
- ۳۵۲/۳۰ ۱۳ وہی سیدی کلم نصیبی، وہی تیری بے نیازی
- ۳۵۵/۳۱ ۱۴ اپنی جولاں گاہ زیر آسماں سمجھا تھا میں
- ۳۵۶/۳۲ ۱۵ اک دانش نورانی، اک دانش برمانی
- ۳۵۶/۳۲ ۱۶ یار سب! یہ جہان لکڑیاں خوب ہے لیکن

### غزلیات (حصہ دوم)

- ۳۵۹/۳۵ ۱ سا بکتا نہیں پینے نعت میں مرا سودا
- ۳۶۲/۳۹ ۲ یہ کون غزل خواں ہے پر سوز و نشاط آئینہ
- ۳۶۲/۳۰ ۳ وہ حرف راز کہ مجھ کو سکھایا ہے جنوں
- ۳۶۵/۳۱ ۴ عالم آب و خاک و باد، سر بر عیاں ہے تو کہ نہیں
- ۳۶۵/۳۱ ۵ تو ابھی رہ لکڑی میں ہے، قید ہستام سے لکڑی



- ۶ امین راز ہے مردانِ حُر کی درویشی ۳۶۶/۴۲
- ۷ پھر چراغِ لالہ سے روشن نہوئے کوہِ دوہن ۳۶۷/۴۳
- ۸ مسلمان کے لہو میں ہے یہ سیدہِ دلِ نوازی کا ۳۶۸/۴۴
- ۹ عشق سے پیدا نوا سے زندگی میں زیرِ بوم ۳۶۸/۴۴
- ۱۰ دل سوز سے خالی ہے تلکہ پال نہیں ہے ۳۶۹/۴۵
- ۱۱ ہزار خوف ہو لیکن زباں جو دل کی رسیق ۳۶۹/۴۵
- ۱۲ پوچھ اس سے کہ مقبول ہے فطرت کی گواہی ۳۷۰/۴۶
- ۱۳ یہ جو زبانِ منگنی، دلِ نطنبر کا حجاب ۳۷۱/۴۷
- ۱۴ دل بیدار مروتی، دل بیدار لڑائی ۳۷۱/۴۷
- ۱۵ خودی کی شوخی شہدی میں کب مہرِ ناز نہیں ۳۷۲/۴۸
- ۱۶ میر سپاہِ ناز، لشکریاں شکستہ تصف ۳۷۳/۴۹
- ۱۷ زیستانی ہو اس لڑچھ تھی شیر کی تیزی ۳۷۳/۴۹
- ۱۸ یہ دیر کون کیا ہے؟ انبا جس و خاشاک ۳۷۴/۵۰
- ۱۹ کمالِ ترک نہیں اس بھل سے مہجوری ۳۷۵/۵۱

- ۳۷۵/۵۱ عمتل کو آستان سے دور نہیں ۲۰
- ۳۷۶/۵۲ خودی وہ جس ہے جس کا کوئی گزارہ نہیں ۲۱
- ۳۷۷/۵۳ یہ پیام دے گئی ہے مجھے بادِ صبح کا ہی ۲۲
- ۳۷۷/۵۳ بری نگاہ منہ رویہ، ہاتھ ہے کوتاہ ۲۳
- ۳۷۸/۵۴ خرد کے پاس خبر کے سوا کچھ اور نہیں ۲۴
- ۳۷۹/۵۵ نگاہِ فہم میں شانِ سکندری کیا ہے ۲۵
- ۳۷۹/۵۵ نہ تو زمیں کے لیے ہے نہ آسمان کے لیے ۲۶
- ۳۸۰/۵۶ تو اے امیرِ ممالک! اسکاں سے دور نہیں ۲۷
- ۳۸۱/۵۷ جنہوں نے مجھ کو عطا کی نظرِ حکیمانہ ۲۸
- ۳۸۱/۵۷ اسلحہ سے آتا ہے نالوں کا جواب آخر ۲۹
- ۳۸۲/۵۸ ہر شے سامنے، ہر چیز راہی ۳۰
- ۳۸۳/۵۹ ہر چیز ہے مجھ خودِ نمائی ۳۱
- ۳۸۳/۵۹ عجز ہے کسی کا یا کروشنِ زمانہ ۳۲
- ۳۸۳/۶۰ خرد مندوں سے کیا پوچھوں کہ میری ابتدا کیا ہے ۳۳

- ۳۸۵/۴۱ جب عشق بکھماتا ہے آواہبِ خود آگاہی ۳۴
- ۳۸۶/۴۲ مجھے آہِ فغانِ نیم شب کا پھر پیام آیا ۳۵
- ۳۸۶/۴۲ نہ چو فغانِ شتاقی تو میں رہتا نہیں باقی ۳۶
- ۳۸۷/۴۳ فطرت کو حسد کے زور برو کر ۳۷
- ۳۸۸/۴۳ یہ پیرانِ کلیسا و حرم اے واہے مجبور ۳۸
- ۳۸۹/۴۵ تازہ پھر دانش حاضر نے کیا سحرِ مستیم ۳۹
- ۳۸۹/۴۵ ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں ۴۰
- ۳۹۰/۴۴ ٹھونڈ رہا ہے فرنگِ عیش جہاں کا وہام ۴۱
- ۳۹۱/۴۷ خودی جو علم سے محکم تو غیرتِ جبریل ۴۲
- ۳۹۲/۴۸ سکتوں میں کسیں رعنائی افکار بھی ہے؟ ۴۳
- ۳۹۲/۴۸ حاشا وہ جو ابھی پردہِ افلاک میں ہے ۴۴
- ۳۹۳/۴۹ رہا نہ حلقہٴ صوفی میں سوزِ شتاقی ۴۵
- ۳۹۳/۴۹ جہاں زور سے اس کے کوئی لڑیاں چاک ۴۶
- ۳۹۴/۷۰ یوں ہاتھ نہیں آتا وہ لوہرِ یادِ دانا ۴۷

- ۳۹۵/۷۱ نہ تخت و تاج میں نے لشکر و سپاہ میں ہے ۲۸
- ۳۹۵/۷۱ فطرت نے نہ بخشا مجھے اندیشہ چالاک ۲۹
- ۳۹۶/۷۲ کریں گے اہل نظر تازہ بستیاں آباد ۵۰
- ۳۹۶/۷۲ کی حق سے فرشتوں نے اقبال کی عجازی ۵۱
- ۳۹۶/۷۳ نے نہس رہا باقی، نے نہس رہا بازی ۵۲
- ۳۹۶/۷۳ گرم غمناں ہے جس، اٹھ کر گیا قافلہ ۵۳
- ۳۹۸/۷۴ بری نوا سے چوتے زندہ عارف و عاصی ۵۴
- ۳۹۹/۷۵ ہر اک صفت م سے آگے لڑا یہ بہنو ۵۵
- ۳۹۹/۷۵ کھو نہ جا اس سحر و شام میں لے صاحبِ پیش ۵۶
- ۴۰۰/۷۶ تھا جہاں مدرسہ شیری شاہنشاہی ۵۷
- ۴۰۱/۷۷ ہے یاد مجھے نکتہ سلمان خوش آہنگ ۵۸
- ۴۰۱/۷۷ فقر کے ہیں معجزات تاج و سریر و سپاہ ۵۹
- ۴۰۲/۷۸ کمالِ جوشِ جنوں میں رہا میں کرم طواف ۶۰
- ۴۰۲/۷۸ شعور و جوش و غرور کا معاملہ ہے عجیب ۶۱

قطعہ (اندازِ بیاں گرچہ بہت شوخ نہیں ہے) ۲۰۳/۷۹

## رُباعیات

- ۱ ترے شیشے میں نئے باقی نہیں ہے ۳۳۶/۷۲
- ۲ دلوں کو مرکزِ مہر و وفا کر ۳۳۹/۷۵
- ۳ رو و رسمِ حرمِ ناصر مانہ ۲۰۵/۸۱
- ۴ ظلامِ بحر میں کھو کر سنبھل جا ۲۰۵/۸۱
- ۵ مکانی چوں کہ آزادِ مکان چوں ۲۰۶/۸۲
- ۶ خودی کی حسرتوں میں گم رہا میں ۲۰۶/۸۲
- ۷ پریشاں کار و بارِ آشنائی ۲۰۶/۸۲
- ۸ یقینِ مشعلِ خلیلِ آتشِ شینی ۲۰۶/۸۲
- ۹ عرب کے سوز میں ساغرِ جسم ہے ۲۰۶/۸۳
- ۱۰ کوئی دیکھے تو میری نئے نوازی ۲۰۶/۸۳
- ۱۱ ہر اک ڈرے میں ہے شاید سبکیں دل ۲۰۶/۸۳

- ۲۰۷/۸۳ ترا اندیشہ افلاکی نہیں ہے ۱۲
- ۲۰۸/۸۴ نہ مومن ہے نہ مومن کی اسیری ۱۳
- ۲۰۸/۸۴ خودی کی جلاوتوں میں مصطفائی ۱۴
- ۲۰۸/۸۴ نگہ الجھی چوٹی ہے رنگہ بونوں ۱۵
- ۲۰۸/۸۴ جمالِ عشق وستی تے نوازی ۱۶
- ۲۰۹/۸۵ وہ سیرا رونقِ محسنل کہاں ہے ۱۷
- ۲۰۹/۸۵ سوارِ نامتہ و محسنل نہیں میں ۱۸
- ۲۰۹/۸۵ ترے سینے میں دم ہے بول نہیں ہے ۱۹
- ۲۰۹/۸۵ ترا جوہر ہے نوری، پاک ہے تو ۲۰
- ۲۱۰/۸۶ محبت کا جسٹونوں باقی نہیں ہے ۲۱
- ۲۱۰/۸۶ خودی کے زور سے دنیا پہ چھا جا ۲۲
- ۲۱۰/۸۶ چمن میں رختِ گلِ شبنم سے ہے ۲۳
- ۲۱۰/۸۶ جسردے راہرو روشن بصر ہے ۲۴
- ۲۱۱/۸۷ جوانوں کو میری آؤ سحر دے ۲۵

۴۱۱/۸۷	ترسی ڈنیا جس ان مُرغ و ماہی	۲۶
۴۱۱/۸۷	کرم تیرا کہ بے جو نہر میں	۲۷
۴۱۱/۸۷	وہی اصل مکان و لامکان ہے	۲۸
۴۱۲/۸۸	کبھی اوارہ و بے خانان عشق	۲۹
۴۱۲/۸۸	کبھی تنہائی کوہ و ہن عشق	۳۰
۴۱۲/۸۸	عطا اسلاف کا جذب و زون کر	۳۱
۴۱۲/۸۸	یہ لگتے ہیں نے سیکھا بوجھن سے	۳۲
۴۱۳/۸۹	خبر و واقف نہیں ہے نیک بُد سے	۳۳
۴۱۳/۸۹	حسدانی آہنہ نام خشک و تر ہے	۳۴
۴۱۳/۸۹	یہی آدم ہے سلطانِ بحر کا	۳۵
۴۱۳/۸۹	وہ عارفِ نسیمِ صبح دم ہے	۳۶
۴۱۴/۹۰	رگوں میں وہ لہو باقی نہیں ہے	۳۷
۴۱۴/۹۰	کھلے جاتے ہیں اسرارِ نہانی	۳۸
۴۱۴/۹۰	زمانے کی یہ گردشِ جاودانہ	۳۹

۴۱۴/۹۰	۴۰	حکیمی نامہ سلمانی خودی کی
۴۱۵/۹۱	۴۱	ترا تن روح سے نا آشنا ہے
۴۱۵/۹۱	قطعہ	اقبال نے کل اہل خیاباں کو سننایا

## منظومات

۴۱۷/۹۳	۱	دعا
۴۱۹/۹۵	۲	سجدِ شریبہ
۴۲۸/۱۰۳	۳	قید خانے میں معتدل کی فریاد
۴۲۹/۱۰۵	۴	عبدالرحمن اول کا بویا ہوا کھجور کا پہلا درخت — سرزمینِ اندلس میں
۴۳۰/۱۰۶	۵	ہسپانیہ
۴۳۲/۱۰۸	۶	طارق کی دعا
۴۳۳/۱۰۹	۷	لینن (خدا کے حضور میں)
۴۳۴/۱۱۲	۸	فرشتوں کا ریت



- ۲۲۸/۱۱۵ ۹ ذوق و شوق
- ۲۲۶/۱۱۸ ۱۰ پروانہ اور حبیبگو
- ۲۲۳/۱۱۹ ۱۱ جاوید کے نام
- ۲۲۲/۱۲۰ ۱۲ کدائی
- ۲۲۵/۱۲۱ ۱۳ نغلا اور بہشت
- ۲۲۵/۱۲۱ ۱۴ دین و سیاست
- ۲۲۶/۱۲۲ ۱۵ الارضُ رُشد
- ۲۲۴/۱۲۳ ۱۶ ایک نوجوان کے نام
- ۲۲۸/۱۲۳ ۱۷ نصیحت
- ۲۲۸/۱۲۳ ۱۸ لالہ صحرا
- ۲۵۰/۱۲۴ ۱۹ ساقی نامہ
- ۲۵۸/۱۳۳ ۲۰ زمانہ
- ۲۶۰/۱۳۴ ۲۱ فرشتے آوم کو جنت سے رخصت کرتے ہیں

۲۶/۱۳۶	رُوحِ ارضی آدم کا استقبال کرتی ہے	۲۲
۲۶۲/۱۳۸	پیر و مُرید	۲۳
۲۷۲/۱۳۹	جبریل و ابلیس	۲۴
۲۷۵/۱۵۱	اذان	۲۵
۲۷۶/۱۵۲	مجتہد	۲۶
۲۷۷/۱۵۳	ستارے کا پیغام	۲۷
۲۷۷/۱۵۳	جاوید کے نام	۲۸
۲۷۸/۱۵۳	فلسفہ و مذہب	۲۹
۲۷۹/۱۵۵	یورپ کے ایک خط	۳۰
۲۷۹/۱۵۵	نیپولین کے مزار پر	۳۱
۲۸۰/۱۵۶	مسولینہی	۳۲
۲۸۲/۱۵۸	سوال	۳۳
۲۸۲/۱۵۸	پنجاب کے دہقان سے	۳۴
۲۸۳/۱۵۹	نادر شاہ افغان	۳۵

۲۸۲/۱۹۰	نوشحال خاں کی وصیت	۳۶
۲۸۲/۱۹۰	تاتاری کا خواب	۳۷
۲۸۶/۱۹۲	حناں مہتمم	۳۸
۲۸۶/۱۹۲	ابوالعلا معری	۳۹
۲۸۸/۱۹۳	سنیار	۴۰
۲۸۸/۱۹۳	پنجاب کے پیرزادوں سے	۴۱
۲۸۹/۱۹۵	سیاست	۴۲
۲۹۰/۱۹۶	فقتہ	۴۳
۲۹۰/۱۹۶	خودی	۴۴
۲۹۱/۱۹۷	جندانی	۴۵
۲۹۱/۱۹۷	خانفتاہ	۴۶
۲۹۲/۱۹۸	ابلیس کی عسرت	۴۷
۲۹۳/۱۹۹	لہو	۴۸
۲۹۳/۱۹۹	پرواز	۴۹

۲۹۴/۱۶	شیخ مکتبے	۵۰
۲۹۴/۱۶	فلسفی	۵۱
۲۹۵/۱۷	شاہیں	۵۲
۲۹۶/۱۷	بانگی مرید	۵۳
۲۹۶/۱۷	ہارون کی آخری نصیحت	۵۴
۲۹۷/۱۷	ماہر نفسیات سے	۵۵
۲۹۷/۱۷	یورپ	۵۶
۲۹۸/۱۷	ازادی افکار	۵۷
۲۹۸/۱۷	شیر اور چتر	۵۸
۲۹۹/۱۷	پیونشی اور عتاب	۵۹
۵۰/۱۷	(فطرت مری نامہ نسیم سحری ہے)	قطعہ
۵۰/۱۷	(کل اپنے مریدوں سے کیا پیر شفاں نے)	قطعہ



# عزلیات

پُھول کی پتی کے کتکتے پیرے کا جگر  
مردنواں پر کلام نرم و نازک بے اثر  
(بھرتی پری)

## حصہ اول



سیری نوائے شوق سے شوہر عظیمات میں      غلطہ ہائے الامان بت کدہ صفات میں  
خوہر و مرستہ ہیں اسیرِ تخیلات میں      سیری نگاہ سے خلل تیری تجلیات میں  
گرچہ ہے ہر خوبی تجوہرِ حرم کی نقش بند      سیری فغان سے مستخیز کعبہ سنات میں  
گاد مری نگاہ سے تیر چیر گئی دل و جوہر      گاہ الجھکے رولتس میرے توہمات میں

تو نے یہ کیا غضب کیا مجھ کو بھی فاش لڑایا  
نہیں ہی تو ایک از تصاسینہ کائنات میں





اگر کج زوہیں خبہم آسمان تیرا ہے یا میرا  
مجنے فکر جہاں صحیح جہاں تیرا ہے یا میرا؟  
اگر ہنگامہ شوق ہے لامکانِ خالی  
خطا کس کی ہو یا نبی لامکان تیرا ہے یا میرا؟  
اُسے صبح ازل انکار کی خبرات ہوئی کہیونکر  
مجھے معلوم کیا وہ دُرواں تیرا ہے یا میرا؟  
محدث بھی ترا بجز بریل بھی قرآن بھی تیرا  
مگر یہ جو شبشیریں تیرا جہاں تیرا ہے یا میرا؟

اسی قلب کی تابانی ہے تیرا جہاں روشن  
زوالِ آدمِ حنکلیاں تیرا ہے یا میرا؟



ترے شیشے میں سے باقی نہیں ہے  
بتا، کیا تو مرا ساقی نہیں ہے  
سندر سے پلے پلے سے کوشبہم  
بجنیل ہے یہ رزاقی نہیں ہے







کیسے تاب دار کو اور بھی تاب دار کر  
پوش و خروش کار، قلب و نظر شکار کر  
عشق بھی ہو حجاب میں، حسن بھی ہو حجاب میں  
یا تو خود آشکار ہو یا مجھے آشکار کر  
تو ہے محیِ طب لہراں میں، ہوں ذرا سی آج  
یا مجھے پہلنار کر یا مجھے بکنار کر  
میں ہوں صدف تو تیرے ہاتھ میرے گہری ابرو  
میں ہوں خرف تو تو مجھے کو پر شاہوار کر  
نعمتِ نوبہار اگر میرے نصیب میں نہ ہو  
اس دن نیم سوز کو طائر لب بہار کر  
باغِ بہشت سے مجھے حلیم سفر دیا تھا لیوں  
کا، جہاں دراز ہے اب مرا آٹنار کر

روزِ حساب جب مرا پیش ہو فترتِ عمل  
اپے بھی شرمسار ہو، مجھ کو بھی شرمسار



اثر کرے نہ کرے سن تو لے مری فریاد  
یہ شبِ خال یہ صحرایہ سمتِ افلاک  
نہیں ہے او کا طالب یہ نہ از آ  
کرم ہے یا کس تم تیری لذتِ ایجا  
شہرِ سکا نہ ہو ہے چن نہیں یہ گل  
یہی ہے فصلِ بہاری یہی ہے باؤمرا  
قصوڑا غریب اللہ یادوں کی  
ترا خسرانِ فرشتے زار کے آبا  
مری جفا طلبی کو دعائیں دیتا ہے  
وہ دشتِ سادہ وہ تیرا جہانِ بے فریاد  
خطر پسند طبیعت کو سازگار نہیں  
وہ وطنِ کج جہانِ گت میں چھوٹا

مقامِ شوق تھے قدسیوں کے بس کا نہیں  
انھی کا کام ہے یہ جن حوصلے ہیں زیاد





کیا عشق ایک زندگی ستارہ کا  
وہ عشق جس کی شمع بجائے اجل کی چوڑی  
کیا عشق پتہ دار سے ناما پتہ دار کا  
اُس میں مزا نہیں پیش و تظننہ دار کا  
میری بسا کیا ہے تب تا یہ نفس  
شعلے سے بے محل ہے الجھنا شرار کا  
کہ پہلے مجھ کو زندگی جا دوں عطا  
پھر ذوق و شوق و کھول بے قرار کا

کانٹا وہ دے کہ جس کی لٹک لٹکال ہو  
یار بے وہ در جس کی لٹک لٹکال ہو!



دلوں کو مرکز مہر و منار کر  
حریم کبیریا سے آشنا کر  
جسے نان جوین بخشش ہے تو نے  
اُسے بازو تے حیدر بھی عطا کر



پریشان ہو کے میری خال آخروں نہ بن جائے  
 نہ لڑیں مجھ کو مجبور نہو افردوس میں خچریں  
 جو مشکل ایسے یار بھڑھوئی شکل نہ بن جائے  
 مر اسو بڑوں پھر کرمی محسن نہ بن جائے  
 کبھی چھوئی غوغائی منزل بھی یاد آتی ہے اس فرغ  
 بنا یا عشق نے دریائے ناپیدا کراں مجھ کو  
 جھٹک سی جاوے نین غم منزل نہ بن جائے  
 یہ سیری خود نگہداری حاصل نہ بن جائے  
 وہی افسانہ نوبت اگے گسل نہ بن جائے  
 کہیں اس عالم بے رنگ ہو میں مجھ طلب سیری

عروج اوم خالی کے انجم سمے جاتے ہیں  
 کہ یہ ٹوٹا ہوا تارا سب کامل نہ بن جائے



دل ہر ذرہ میں غوغائے رستا خیز ہے ساقی  
 یہ کس کا نوا کا سنہرے ٹولے میں ہے ساقی  
 ہر گون سے جہاں تاروں کی لڑش تیرے ساقی  
 ستارے دین و دانش ٹٹ گئی آئندہ والوں کی  
 وہی یہ سیریں بیلری وہی ہنس کئی ل کی  
 علاج اس کا وہی آبِ نشا طائفہ نیر ہے ساقی

حرم کے نل میں سزا زدہ پیدا نہیں ہوتا  
 کہ پیدائی تری اب تک حجاب تیر ہے ساتی  
 نہ اٹھا پھر کوئی رومی مجھ کے لالہزاروں کے  
 وہی آنگل ایران وہی تیر سیر ہے ساتی  
 نسیم کے اُمید قبائل اپنی کشت میراں کے  
 فزائم ہو تو یہ مٹی بہت زرخیز ہے ساتی  
 فقیر راہ کو بخشے گئے اسرارِ سلطانی  
 بہا میری نوالی دل بست ہو کر ہے ساتی



لا پھر ال باروہی باود و جام اے ساتی  
 ہاتھ اجلتے مجھے میرا مقام اے ساتی  
 تین سو سال سے ہر ہند کے یگانہ بند  
 ابنا سب سے ترافض ہو عام اے ساتی  
 مری سینے نغزل میں تجھی داسی باقی  
 شیخ کہتا ہے کہ یہ بھی حرام اے ساتی  
 شیر مڑوں سے ہوا ہمیشہ متحقق تھی  
 رہ گئے صوفی و ملا کے غلام اے ساتی  
 عشق کی تیغ جلوار اڑالی کس نے  
 علم کے ہاتھ میں خالی ہے نیام اے ساتی  
 بسینہ روشن ہو تو ہے جو سخن عین حیا  
 تو مری ات کو متا ب محروم نہ رکھ  
 تھے پیمانے میں ماہ تمام اے ساتی!



ہٹا دیا مرے ساتی نے عالم سن تو  
 نہ مے نہ شعر نہ ساتی نہ شوہر چنگ رباب  
 کداتے مے کہہ لی شان بے نیاز ہی کچھ  
 مرا سب جو غنیمت ہے اس زمانے میں  
 میں تو نیاز ہوں مجھ سے حجاب ہی زولی  
 اگرچہ بکری موجدوں میں ہے مقام اس کا  
 جسیل تر ہیں کل لالہ فیض اس کے  
 پلا کے مجھ کو مے لالہ لالہ ہوا  
 سکوت کوہ واسطے لالہ شوہر و  
 پہنچ کے پشمہ حویاں یہ توڑتا ہے سبوا  
 کہ خافتا ہیں خالی ہیں صوفیوں کے لہو  
 کہ دل سے بٹھکے ہے سیرنی کادب کا بو  
 صفائے پالی طینت سے ہے گنک کا خندو  
 نگاہ شاہ رخیں نوامیں ہے جاو



سماع بے بہا ہے فرود سوز آرزو مندی  
 تھے آراہ بندوں کی نہ یہ دنیا نہ وہ دنیا  
 حجاب کسیر ہے آوارق کو تے محبت کو  
 مقام بندگی کے نہ لوں شاہ خداوندی  
 یہاں نے کی پابندی ہاں جسکی پابندی  
 برقی تیش کو بھنکات ہے تیرے زیر پوندی

کمزراوقات کر لیتا ہے کیوہو بیابان میں  
کدشاہیں کے لیے فلت ہے کراشیاں بندی  
فیضیاں نظر تھا یا لبت کی گھرتی  
سکھائے کس نے سہیل کو اداب فرزند  
زیارت گاہ اہل عزم و ہمت ہے لحدیری  
کہ خال راہ لو میں نے بتیا راز الوند  
ہری مشاطی کی لیا ضرورت حسین  
کہ فطرت خود بخود کرتی ہے لالے کی چاندنی



تجھے یاد کیا نہیں ہے کون کا وہ زمانہ  
وہ اوسب کہ محبت اودہ نگہ کا آزیانہ  
یہ بیان عصر حاضر کہ بنے ہیں رے میں  
نہ او اسے کافر نہ نہ تراشیں آزرانہ  
نہیں اس کھلی فضا میں کون کی گوشہ فرات  
یہ جہاں عجب جہاں ہے نہ نفس نہ آشیانہ  
رک تال منتظر ہے تری بارش کرم کی  
کہ عجم کے سے کدوں میں نہ رہی سے صفا  
مرے ہم ضمیر اسے بھی اثر بہا رہے  
انھیں کیا خبر کہ کیا ہے یہ نوائے عاشقانہ  
مرے خال و خوش سے ٹونے یہ جہاں ہے پیدا  
جہلہ شہید کیا ہے تب تاب جاودانہ  
تری بند پڑی سکرے کن کز رہے ہیں  
نہ گلہ ہے دوستوں کا نہ شکایت نہ مانہ





ضمیرِ لالہ سے لعل سے ہو بسیر  
 بچھالی ہے جو ہمیں عشق نے بسا لاپنی  
 پڑانے ہیں یہ ستارے فداک بھی فرٹوہ  
 کئے خبر ہے کہ ہنکارِ نشو ہے کیا  
 نہ چھین لذتِ آجھ کسری مجھے  
 دل غمیں کے موافق نہیں ہے سو ہم کل  
 حدیثِ بنی خیراں ہے تو باز ماہِ بسا  
 اشاد پاتے ہی صوفی نے توڑ دی پریم  
 کیا ہے بس نے فقیروں کو وارثِ پرور  
 جہاں وہ چلے ہے مجھ کو لہو ابھی نوخیز  
 تری نگاہ کی لڑکھس ہے میری رشتا خیز  
 نہ لڑکے سے تغافل کو التفات آسیر  
 جدتے نزعِ حسین ہے بہت نشاطِ گھیز  
 زمانہ باتوں سازو تو باز ماہِ ستیز



وہی میری کنصیبی وہی تیری بے نیازی  
 میں کہاں ہوں تو کہاں ہے یہ کہاں لاسکان ہے  
 مے سے کام کچھ نہ آیا کیسے ال نے نوازی  
 یہ جہاں مرا جہاں ہے کہ تری لڑکھساری  
 کبھی سوز و سازو کبھی بیچ و تاب آری  
 اسی ملک میں لڑیں مری زندگی کی آری



وہ فریبیہ وہ شاہیں کہ پلا جو لڑکوں میں  
اُسے لیا خبر کو کیا ہے وہ رسم شاہی  
نہ زبان کی غزل کی نہ زبان کا خبر میں  
کوئی نکلتا صدا جو عجب سی ہو کاتاری  
نہیں تہہ سلطنت میں کوئی امتیاز  
یہ سپہ کی تیغ بازی وہ گنگلی تیغ بازی  
کوئی کاروان ٹوٹا کوئی بدگمان رسم  
کہہ سیکر جان میں نہیں ٹوٹے دل نوازی



اپنی جولاں گاہ زیر آسمان سمجھا تھا  
اب گل کے ٹھیل کو اپنا جاس سمجھا تھا  
بے جبابی سے ترمی ٹوٹا نکا چوں کا طسم  
اک روز نئے نیلاوں کو آسمان سمجھا تھا  
کاروان تھک کر فضا کے چرخوں میں گیا  
میرا وہ مشتری کو ہم عنان سمجھا تھا  
عشق کی اک جسٹیکے لے کر دیا قصہ تمام  
اس میں آسمان بے لال سمجھا تھا  
کہ گتیں راز محبت پر وہ دریا بہنے شروع  
تھی فغان وہ بھی جسے فغان سمجھا تھا

تھی کسی دراندہ ہر کی جھلنے روز ناک  
جس کو او اڑ جھیل کاروان سمجھا تھا میں



اک دہشیں نورانی اک دہشیں بنوانی  
 اس پیکر چمکی میں اک شے ہے سو تو ہی  
 اب کیا جو نغان سیری مہنچی ہے ستا دل  
 چو نقش اگر باطل تکرار سے کیا حال  
 مجھ کو تو بیکھا دی ہے افزائے زندگی  
 تقدیر شکن قوت باقی ہے ابھی اس میں  
 تیرے بھی صنم خانے میں ہے جس صنم خانے  
 ہے دہشیں بنوانی حضرت کی من اوان  
 میرے لیے شکل ہے اس شے کی گمان  
 تو نے ہی بکھائی تھی مجھ کو غیب ان  
 کیا تجھ کو خوش آتی ہے دم کی ایندانی  
 اس فونکے ملا ہیں کیوں نہاب سلمانی  
 ناداں جسے کہتے ہیں تہت دیکر زندانی  
 دونوں کے صنم خانے دونوں کے صنم خانے



یارب! یہ جہاں گزراں جو ہے لیکن  
 گو اس کی خدائی میں مباحر کا بھی ہے پتہ  
 تو بربگیا ہے نہ ہی اہل حسد ورا  
 کیوں غار میں مران جھانکیش و نہر مند  
 دنیا تو سمجھتی ہے فرنگی کو حسد اند  
 او کشت گل لالہ بخشد بہ خرے چند

حاضر ہیں کلیسا میں کتاب کے کلموں  
مسجد میں ہر الیاس پھر نہ غلط و پند  
احکام تم کے حق ہیں مگر اپنے غم سے  
تاویل سے قرآن کو بنا سکتے ہیں پارتھ  
فرووس جو تیرے کسی نے نہیں دیکھا  
افرنک کا ہر قریہ ہے فرانس کی مانند  
مذمت ہے آوازہ منلاک مراد  
کروے اسے اب چاند کی غاروں میں نظر بند  
فطرت نے مجھ بچتے ہیں جو ہر ظلم و  
خالی ہوں مگر خاک سے رکھتا نہیں یہ پند  
درویش خداست نہ شرفی ہے غریبی  
کہتا ہوں وہی بات سمجھتا ہوں جسے حق  
اپنے بھی خفا مجھ سے ہیں بیگانے بھی ناخوش  
نہیں ہر بلا پال کو کبھی کہ نہ سکا قند  
مشکل ہے کہ ال بندہ حق ہیں حق پند  
خاشاک کے توڑے کو کسے کوہ و ماوند  
زہول تشنہ کوئے شعلوں میں بھی خاموش  
نہیں بندہ ہوسن ہوں نہیں انہ اسپند  
پرسوز و نطنہ باز و نکو بین کلم ازار  
ازادہ گرفتار تو سی کیسہ غور سند  
ہر حال میں سید اول بقید ہے غم  
کیا چھینے کا غنچے سے کوئی ذوق شکر خندا

چپ نہ سکا حضرت یزداں میں بھی اقبال  
کہ تا کوئی اس بند گستاخ کا منہ بند

مختلفہ پسند و پرہیز اور سادہ خاندانی و ترسیدہ عہد کے مختلف حکم سے نوزاد ہونے والے بچوں کو  
 کہتا ہے۔ یہ بچے کسی بڑے بڑے گھرانے میں پیدا ہوتے ہیں۔ یہ بچے عموماً اپنے گھرانے میں ہی رہتے ہیں۔  
 بڑے بڑے گھرانے کے بچے بڑے بڑے گھرانے کے گھرانے میں پیدا ہوتے ہیں۔

۱۔ سادہ گھرانے کے بچے اپنے گھرانے میں پیدا ہوتے ہیں۔  
 ۲۔ عموماً یہ بچے اپنے گھرانے میں ہی رہتے ہیں۔  
 ۳۔ یہ بچے عموماً اپنے گھرانے میں ہی رہتے ہیں۔  
 ۴۔ یہ بچے عموماً اپنے گھرانے میں ہی رہتے ہیں۔  
 ۵۔ یہ بچے عموماً اپنے گھرانے میں ہی رہتے ہیں۔

۱۔ یہ بچے عموماً اپنے گھرانے میں ہی رہتے ہیں۔  
 ۲۔ یہ بچے عموماً اپنے گھرانے میں ہی رہتے ہیں۔  
 ۳۔ یہ بچے عموماً اپنے گھرانے میں ہی رہتے ہیں۔  
 ۴۔ یہ بچے عموماً اپنے گھرانے میں ہی رہتے ہیں۔  
 ۵۔ یہ بچے عموماً اپنے گھرانے میں ہی رہتے ہیں۔

۶۔ یہ بچے عموماً اپنے گھرانے میں ہی رہتے ہیں۔  
 ۷۔ یہ بچے عموماً اپنے گھرانے میں ہی رہتے ہیں۔  
 ۸۔ یہ بچے عموماً اپنے گھرانے میں ہی رہتے ہیں۔  
 ۹۔ یہ بچے عموماً اپنے گھرانے میں ہی رہتے ہیں۔  
 ۱۰۔ یہ بچے عموماً اپنے گھرانے میں ہی رہتے ہیں۔

## حصہ دوم



اعلیٰ حضرت شہید امیر المومنین نادر شاہ غازی حمد آتش علیہ کے لطف کرم سے نومبر ۱۹۳۲ء  
میں منتقل ہو کر حکیم سنانی غزنوی کے مزار رحمت میں لی زیارت نصیب ہوئی۔ یہ چند افکار پریشا  
جن میں حکیم ہی کے ایک مشہور تصدیق کی پیروی کی گئی ہے، اس پر سید کی یادہ میں  
شہرت کم لگے:

’ما از پے سنانی و عظام اکبریم‘

سماکتا نہیں پہناتے فطرت میں ہر اسوا  
غلط بھٹائے جنوں شاید ترا اندازہ صحرا  
خودی سے اس طلسم رنگ و بو کو توڑ سکتے ہیں  
یہی توحید تھی جس کو نہ تو سمجھانہ میں سمجھا  
نگہ پیداکر لے غافل تجب تلی میں فطرت ہے  
کہ اپنی سوچ سے بیکانہ رہ سکتا نہیں وزیا

رقابتِ علم و فضل میں غلط بینی ہے جسے برکتی  
کہ وہ حجاج کی سولی کو سمجھا ہے قیسا پنا  
خدا کے پاک بندوں کو حکومت میں غلامی میں  
بزرگ کوئی اگر محفوظ رکھتی ہے تو استغنا  
نہ کرتی سید اے جبریل میرے جذبِ مستی کی  
تن آساں عرشوں کو ڈکڑو تسبیح و طوافِ اولیٰ



ہست دیکھے ہیں میں نے شرقِ مغرب کے میخانے  
یہاں ساتی نہیں پیدا، وہاں بے ذوق ہے صہبا  
نہ ایراں میں ہے باقی، نہ توراں میں رہے باقی  
وہ بندے فقر تھا جن کا ہاں کب قصیر کسری  
یہی شیخِ حرم ہے جو چہرہ الہیچ لکھاتا ہے  
گلیمِ بو ذر و ذوقِ اویسش چہ اور زہرا!  
حضورِ حق میں اسرافیل نے میری شکیات کی  
یہ بندہ وقت سے پہلے قیامت کر نہ دے بڑا

بنا آئی کہ آشوب قیامت سے یہ کیا کم ہے  
گرفتہ چینیوں احرام و کئی خفت بطحہ!  
لبالب شیشہ تہذیب حاضر ہے منالائے  
گرساقتی کے ہاتھوں میں نہیں پیانہ آلا  
و بارگھا ہے اس کو زخمہ و رکی تیزوستی نے  
بہت نیچے سڑوں میں ہے ابھی یورپ کا و اوپلا  
اسی دریا سے اٹھتی ہے وہ موج تند جولاں بھی  
تنگوں کے نشیمن جس سے ہوتے ہیں تہ و بالا



غلامی کیا ہے؟ ذوقِ حسنِ زیبائی سے محرومی  
جسے زیب کہیں آزاد بندے ہے وہی زیبا  
بھروسہ کر نہیں سکتے غلاموں کی بصیرت پر  
کہ دنیا میں فقط مروانِ خسرو کی آنکھ سے مینا

\* یہ مصرع حکیم سنائی کا ہے

وہی ہے صاحب امروز جس نے اپنی تمہارے  
زلزلے کے کمنڈر سے نکالا لوہر مندروا  
فرنگی شیشہ لڑکے فن سے پتھر جو گئے پانی  
مری بسیر نے شیشے کو بخشی سمجھی حنا را  
رہے ہیں اور ہیں عمران میری لکھات میں اب تک  
مگر کیا غم کہ میری استیں میں ہے یہ بیضیا  
وہ چنگاری حسن و خاشاکے کس طرح و سب جاتے  
جسے حق نے کیا چونیتاں کے واسطے پیدا  
محبت خویشتن بینی، محبت خویشتن داری  
محبت استان قصیدہ کسری سے بے پروا  
عجب لیا کر مد و پروں کے نچھتے ہو جاتیں  
کہ فرستے کہ صاحب دو لے بستم سر خود را

• یہ مصرع مرزا صاحب کا ہے جس میں صرف ایک لفظی تغیر کیا گیا



وہ دامن سے جبل خیمہ الرسل، مولائے گل جس نے  
 غبارِ راہ کو بخشا فرغ وادیِ ہدایت  
 نگاہِ عشق و سستی میں وہی اول وہی آخر  
 وہی شکرانہ وہی شرفان وہی سبب وہی اطمینان  
 سنائی کے ادب سے میں نے غواصی کی ورنہ  
 ابھی اس بحر میں باقی ہیں لاکھوں لوگوں کو لالا



یہ کون غزلِ خواں ہے جو پر سوز و نشاطِ گلخیز	اندیشہ و انا کو کرتا ہے چُسنوں آسیر
گو فہمِ تیر بھی رکھتا ہے اندازِ ملوکانہ	ناچختہ ہے پرویزی بے سلطنتِ پرویز
اب حجبِ صفائی میں وہ فقر نہیں بُتی	خونِ دل شیراز جو جس فقر کی دستاویز
اے سلفِ درویشانِ اہم و خدا کیسا	جو جس کے گریباں میں ہنگامہ رہتا خیز
جو ذرا کی لڑی سے شعلے کی طرح رو	جو فقر کی مُرعت میں بجلی سے یادہ تیز
کرتی ہے ملکیتِ آسمانِ چُسنوں بیدا	اللہ کے کشتہ ہیں تیز چو یا چنگیز

یوں اب سخن مجھ کو دیتے ہیں علق پائیں  
یہ کافر منہ ہی ہے تبیح و سناں سخن ناز



وہ عرفباز کہ مجھ کو سکھا گیا ہے جنوں  
ستارہ کیا مری تقدیر کی خبر دے گا  
حیات کیا ہے خیال و نظر کی مجذوبی  
عجب مزاج ہے مجھے لذتِ خودی دے کر  
ضمیرِ پال و نگاہِ بلند و سستی شوق  
سبقِ بلا ہے یہ معراجِ مصطفیٰ سے مجھے  
یہ کائنات ابھی نام ہے شاید  
علاجِ آتشِ رومی کے سوز میں ہے ترا  
خدا مجھے نفسِ جبریل دے تو انہوں  
وہ خود فراغیِ افلاک میں ہے غمخواروں  
خوشی کی موت ہے ہمیشہ ہائے لوٹا لوٹوں  
وہ چلتے ہیں کہ نہیں اپنے آپ میں رہوں  
نہ مال و دولتِ قارون نہ فکرِ افلاطون  
کہ عالمِ بشریت کی زو میں ہے گمراہوں  
کہ ادرہ ہے ماہِ مصداقے کن فیکنون  
تری خرد ہے غالبِ سرخسوں کا فسوں

اسی کے فیض سے میری نگاہ ہے روشن

اسی کے فیض سے کیے سب بویں ہے جھول



عالم آسب خاک و باو استرجیاں ہے تو کہ نہیں  
وہ جو نظر سے ہے نہاں اُس کا جہاں ہے تو کہ نہیں  
وہ شبِ روز و سوزِ عشم کہتے ہیں زندگی جسے  
اُس کی سحر ہے تو کہ نہیں اُس کی اذاس ہے تو کہ نہیں  
کس کی نوہ کے لیے شام و سحر ہیں کہ ہم سیر  
شانہ روزگار پر بارگراں سے تو کہ نہیں  
تو کہ خاک و بصر نہیں کہ خاک و خود نظر  
بکشت و جو کہ لیے آسب رواں ہے تو کہ نہیں



(لندن میں لکھے گئے)

تو ابھی رہ گزر میں ہے قیدِ بہتِ شام سے گزر  
سحر و حجاز سے گزر پارس و شام سے گزر

جس کا عمل ہے بے غرض اُس کی جزا کچھ اور ہے  
خوردِ خیام سے لڑا، بادوہ و جام سے لڑا  
گرچہ ہے دلکش بہت حسنِ فرناک کی ہمار  
طائرِ بلند بال، دانہ و دام سے لڑا  
کوٹھکانِ تیری ضربِ تہجے کشادِ شروق و غرب  
تیجِ ہلال کی طرح عیشِ نیام سے لڑا  
تیرا امام ہے حضورِ تیری نماز ہے سرور  
ایسی نماز سے لڑا، ایسے امام سے لڑا



امین اذ ہے مرانِ جس کی روشی  
کسے خبر کہ سفینے ڈبو چکی کتنے  
نگاہِ لرم کہ شیریں جس چوٹ اڑ جائیں  
طبیبِ عشق نے دیکھا مجھے تو فرمایا  
کہ جبریل ہے جس کو نسبتِ نبوی  
فقیرِ صوفی و شاعرِ نازش اندیشی  
نہ اوسر کہ ہے گو سفندی ویشی  
ترا مرض ہے فقط آرزوی بے زیشی

وہ شے کچھ اور ہے کہتے ہیں جان پال جسے  
یُنک فہم یہ لہو آبِ نمان کی ہے مِشِی



پھر چراغِ لال سے روشن مچتے کوہِ و دمن  
پھول ہیں صحرا میں یا پر مین قطارِ اندِ قطا  
اُدے اُدے نیلے نیلے پیلے پیلے پیر ہیں  
اور چمکتی ہے اس ممتی کو سوج کی کرن  
ہوں رشکوں بن سہارے شہرِ اچھے کہ بن  
تو اگر میرا نہیں بنانا نہ بن اپنا تو بن  
سن کی دنیا اس کی دنیا سوو سو امل و فن  
سن کی دولت چھانڈنا آگے چھن جاتا چھن  
سن کی دنیا میں نہ دیکھے میں تے شیخ و برہن

پانی پانی کر لیتی مجھ کو قلندر کی یہ بات  
تو جھکا جب غم کے آگے نہ بن تیرا نہ تن



(کابل میں ملتے گئے)

مسلمان کے انہو میں سے سلیقہ والے نوری کا	مروت حسین عالم لکیر ہے مروان غازی کا
شکایت ہے مجھے یارب خدو انہو کتب سے	سبق شاہین کج کلمے ہے ہرین غازی کا
بہت عت کے پنچھروں کا انداز نگہ بدلا	کہ میں نے کاش لڑوا لاطر قیاسہ ہبازی کا
قلندر جزدو حرف لالہ کچھ بھی نہیں لھتا	فقیہ شہرقاروں ہے لغت طے ہبازی کا
حدیث باوہ ویسنا و جام الی نہیں مجھ کو	نہ لڑخار اشکافوں سے متقاضیہ شہازی کا

کماں سے ٹوڑے اے اقبال سبھی سے پیر ویشی  
کہ چرچا پاؤں میں تیری بجنیازی کا



عشق سے پیدا نوائے زندگی میں نیریم	عشق سے شہی کی تصویروں میں زہم و ہم
اومی کے ریشے میں سما جاتی ہے عشق	سنگ ل میں جس طرح بوجھ گری کا نم
اپنے اذوق کو نہ پہچانے تو محتاج ملوک	لو پر چلنے تو ہیں تیرے گلا دارا و جسم

دل کی ازادوشی سنسا سہنی شکم سا ماہر تو  
فیصلہ تیرے ہاتھوں میں دل یا شکم  
اے مسلمان اپنے دل سے پوچھ لگائے نہ پوچھ  
جو کیا اللہ کے بندوں سے غی علی حرم



دل سوئے خالی ہے ہلکے پلک نہیں ہے  
پھر اس میں عجب کیا کہ توجہ پاک نہیں ہے  
نئے وقت تجلی بھی اس خال میں نہیں ہے  
خالف تُو زرا صاحب اور ال نہیں ہے  
وہ اٹلہ کہ ہے سر زرافرنگ کے روشن  
پڑکار و سخن ساز ہے نم نال نہیں ہے  
کیا صوفی و ملا کو خبر میرے جنوں کی  
اُن کا سزا سن بھی ابھی چال نہیں ہے  
کب تک ہے مگھوئی جسم میں خال  
یا میں نہیں یا کہوش اقبال نہیں ہے  
بجلی ہوں نطفہ کو چھو گیا ہاں ہے پیری  
میسے لیے شایاں خوش فاشاک نہیں ہے  
عالم ہے فقط سوہن جان باز کی سیرا  
موسن نہیں جھ صاحب لال نہیں ہے



ہزار خوف کیسین زبان دل کی مسیت  
یہی ہے ازل سے قائدوں کا طریق

ہجوم کیوں ہے زیادہ شراب چائیں	فقط یہ بات کہ پیرس کا مرد و حسیق
علیٰ رضی اللہ عنہم میں ان سے نہیں کتا	غریب اگرچہ ہیں بازی کے نکتے ملتے و ملتے
مڑیادہ تو روئے ہو گیا تاب	خدا کے کئے سے شیخ کو بھی تو مسیق
اہی طلسم کس میں اس کے کلام	بشل میں کس کی میرا بت کتا بن عتیق
مے لیے تو ہے اترا بالہاں بھی بت	ہزار شکر لڑنا ہیں صاحب بدین
اگرچہ عشق تو لےئے سبھی مسلمان	نہ ہو تو مرد مسلمان کج فتنہ نڈیق



نوجھہ اس کو مقبول ہے فطرت کی لو بھی	تو صاحب سب نزل کے لکھنا چوڑا بھی
کاف ہے مسلمان تویش بنی فقیری	موس ہے تو لڑتا ہے فقیر میں بھی شامی
کاف ہے تو شمشیر کرتا ہے بھروسا	موس ہے تو ہے تیس بھی لڑتا ہے سپاہی
کاف ہے تو ہے تابعت مسلمان	موس ہے تو وہ اپنے سے تعتیر الہی

میں نے تو کیا پروہ اس لڑ کو بھی چا  
ویرینہ ہے تیرا مرض لڑنگا ہی





(مترجم میں لکھے گئے)

یہ جو ریاضِ سنہ زکویٰ دلِ نظر کا حجاب  
بہشتِ مغربیاں جلوہ ہا پایہ کا باب  
دلِ حشر کا سفینہ بنجھال کر لے جا  
مڑتا رہیں محمّدؐ وہیں کرباب  
جہانِ جوت صدائیں سانسہیں کھتی  
لطفِ ازل سے فغانِ چنکِ رباب  
بکھلے ہیں اسے شیوہائے ناقصی  
فقیر شہر کو صوفی نے کر دیا ہے خراب  
وہ عجزِ زرعِ زمیں جس کا پانی تھی  
اُسی کو آج ترستے ہیں نہرِ حوضِ آرا  
سنی نہ مصرِ فلسطین میں ازاں میں نے  
دیا تھا جس نے پہاڑوں کو عرشہ سیلاب  
چوائے قوطیہ شاید ہے اثر سیاہ  
مری نو میں ہا سوز و سوزِ عہدِ شباب



دلِ بیدار فاروقی، دلِ بیدار کراری  
بسرانِ تم کے حق میں کیسا ہے دل کی بیداری  
دلِ بیدار پیدا کر کے دلِ ابید ہے جب تک  
نہ تیرے بے کاری میرے بے کاری

شام تیز سے بلتا ہے صحرا میں نشان اس کا  
 نطن تجھ میں سے ہاتھ آتا نہیں آتے تاتاری  
 اس اندیشے سے غصہ پھیلتا ہے تمہیں کہ تمہیں کس تک  
 کس نواز سے لے جانیں تمہی قسمت کی چکاری  
 خداوند تیرے سا دل بس کہ کدھر جائیں  
 کدویشی بھی عتداری سے سلطان کی بھی عتداری  
 مجھے تمہیں حاضر نے عطا کی ہے دلاوی  
 کدھہر تو آراوی ہے باطن میں کدھہر کی

تو نے مولائے شربت آپ سے میری چاڑھ ساری  
 بری نشے افزائی ہر ایک سے بڑھاری



خودی کی شوخی مندی میں کبزار نہیں  
 جو ناز چو بھی تو بے لذت نیاز نہیں  
 نگاہ عشق دل زندہ کی تلاش میں ہے  
 شکار مردہ سزاوار شاہساز نہیں  
 بری نوا میں نہیں ہے اداسے مجھ جوی  
 کہ بانگ صبرِ افسیل دل نواز نہیں  
 سوال سے نہ کروں ساقی فرما کے نہیں  
 کہ طیسر تھیر زندان پال باز نہیں  
 جوتی نہ عام جہاں میں کبھی کلو متب عشق  
 سبب یہ ہے کہ محبت زمانہ ساز نہیں  
 اک خطرا پسل غیاب ہو کہ حضور  
 میں جو کہوں تو عمری استاں داز نہیں

اگر ہر ذوق تو خلوت میں پڑھ زبور عجم  
فغانِ نیم شبی بے نوائے از نسیم



میر پاؤ نامنراہ شکر یان شکستہ صف  
تیرے محبت میں کہیں نہ ہر گز نہیں  
عشقِ تباہ کا ہاتھ ٹھاپنی خودی میں ڈوبا  
کھول لے لیا بیاں لرون ستر تمام کرک شوق  
صحبتِ پیروم سے مجھ پر تو اید از فاش  
مثل کا یسہ ہوا ارمغ کہ از مالوتی  
خیز نہ کہ کجا مجھ جلوہ دہا شش فرنگ  
آواہ تیرے کیم شمس کس نہ چو کونئی ہدف  
وہ خط چکا میں موج و کج چکا صف صد  
نقش و نگار زور میں غم جن جسک نہ کہ تلف  
عشق کے کرل با شرف کرل حیات شرف  
لاکھ حکیم سے بچ گیا یک حکیم سے بچت  
اب بھی درختِ بلو کے اتے سے کاماب لا  
دوسرے میری انکھ کا خاک بید نہ بچت



(پورپ میں لکھے گئے)

زستانی ہوا میں کرچہ تھی شمشیر کی تیری  
نہ چھوڑے مجھ سے لندن میں بھی ابی اپنے خیر کی

کہیں سب پریشان گئی میری کم آسری  
 طریق کو بھن میں بھی ہی جیسے ہیں پروری  
 جلد ہویں سیاست تو رہ جاتی ہے چکنیزی  
 وہی عبرت ہے عیبت ہے شان ال امیزی

کہیں سب پرانی محفل تھی میری گرم گفتاری  
 زماں ظالم اور مزدور کے ہاتھوں میں ہو پھیر لیا  
 جلالِ پاپوش پر ہی کہ جمہوری تماشا ہو  
 سوادِ روستہ اللہ بے میں آتی یاد آتی ہے



شکل ہے کز اس میں نالہ آتش ناک  
 لطفِ غلشنِ نیکن اسو گئی فستاک  
 سمجھے کہ وہ جب تک بے رنگ نہ ہو دراک  
 ہے جذبِ سلمانی سہر فلک الافلاک  
 نے راہِ عمل پیدا نے نشانِ یقین ناک  
 ہر شوق نہیں ستاں ہر جذب نہیں بے باک

یہ دیر نہیں کیا ہے انبا جس و خشاک  
 نچنہ میرِ محبت کا قصہ نہیں طرانی  
 کھو یا کیا جو سب سے بہت اور وقت میں  
 اک شہرِ سلمانی اک جذبِ سلمانی  
 لئے ہر روز نہر نہر ہے جذبِ سلمانی  
 رزمیں ہیں محبت کی گستاخی بے باکی

فانغ تو نہ بیٹھے گا محشر میں جنوں میرا  
 یا اپنا کریب ان حال یاد آہن نر و ان حال!



کمال تک نہیں آسکتا سب کچھ مجھ جی  
میں ایسے وقت سے لے کر اہل حلقہ بنا کر آیا  
کہاں تک ہے تجھ جی کی ونوری  
تھمرا وقت ہے بڑا دلتی اور مجوری  
وہ قوم جس نے کٹوا پاتا ہے تیرے سمجوری  
عیار کر بھی چھوٹے ہے عریض فوری  
کنجے بکر کہ تجھی ہے عین ستوری  
نہ ہوں تو صحن چسپ بھی تمام مجوری  
فرنگ ل کی خرابی ضروری سموری  
بڑا زمانہ ذرا ازمائے دیکھ اے



عقل کو آستان سے نور نہیں  
دل بیٹا بھی کر خدا سے طلب  
اس کی تعمیر میں حضور نہیں  
آنکھ کا نور دل کا نور نہیں  
یہ وہ جنت ہے جس میں عجز نہیں  
علم میں بھی سرور ہے لیکن

کیا غضب ہے کہ اس زمانے میں  
اک جنوں ہے کہ باشعور بھی ہے  
ہاں صبور ہے زندگی دل کی  
بے حضور ہے تیری موت کا راز  
زندہ چو تو تو بے حضور نہیں  
تو ہی آماؤدہ ظہور نہیں  
یہ حدیثِ کلیم و طور نہیں  
آرئی میں بھی کہ رہا چوں مگر



خودی وہ بھر ہے جس کا کوئی کنارہ نہیں  
طلسمِ کیم سنبد لرون کو توڑ سکتے ہیں  
خودی میں ڈبے ہیں پھر پھر بھی آتے ہیں  
ترے نام کو خیم شناس کیا جانے  
تو اب جائے سمجھا اگر تو چارہ نہیں  
زجاج کی یہ عمارت سنبد خارہ نہیں  
مگر یہ جھسلد مردہ سبج کا رہ نہیں  
کہ خاکِ زندہ ہے تو تاجِ ستارہ نہیں  
ترے نگ میں ابھی شوخی نطفہ نہیں  
وہ سپہن مجھے بخشا کہ پارہ پارہ نہیں  
یہ سیدِ شت بھی ہے عور و جبریل بھی ہے  
مخے جنوں نے زمانے کو غیب چھپانا

غضب سے عین کرم بخش ہیں یہ فطرت  
کہ اعلیٰ نواب آتش تو بے شمار نہیں



یہ پیام دے گئی ہے مجھے باوجود کچھ  
ترسی نہ ملے اس سے ترسی آبرو اس سے  
نہ دیا نشان نسل مجھے حکم تو نے  
میرے صلہ سخن میں انجمنی ترسیت ہیں  
یہ صلے ہیں نازل جو تری ضیا ہو تو  
تو چمکا ہے شکاری ابھی ہتدے تری  
تو عزت جے یا عجم ہو ترا نلا اللہ الا  
کہ خودی عافوں کے ہے ستام پادشاہی  
جو رنجی وہی تو شاہی نہ رہی تو دیہاہی  
مجھے کیا بلکہ تجھے تو زوروشین تراہی  
وہ کہدا کہ جانتے ہیں اور رسم کجگلاہی  
کہ مجھے تو ہوشن آیا یہ طریق خانقاہی  
نہیں صلہ سے خالی یہ جہان نرغ واپہی  
نفت نریب جب تک ترا دل شوئے اپہی



ترسی نگاہ منور مایہ ہاتھ ہے کو تاہ  
گلا تو گھونٹ دیا ازل سے نے ترا  
ترا گند کہ نخیل بند کا ہے گناہ  
کساں سے آئے صمد نلا اللہ الا اللہ

خودی میں کم بے خالی تلاش کر غافل!  
 حدیث دل کسی روشنی کی سیم کو چھو  
 برہنہ سحر تو عزم بند پید کر  
 نہ ہے ستارے کی روشنی بازمی افلاک  
 اٹھامیں رسوخانہ عیسنم لک  
 یہی ہے تیرے لیے اصلاح کار کی اُ  
 خاک کے تجھے تیرے مقام کے گاہ  
 یہاں فقط شاہین کے واسطے گاہ  
 خودی کی موت ہے تیرا اول نعمت جاہ  
 نر زندگی نہ محبت نہ نفرت نہ نکاہ



خرو کے پاس بکے سو اچھ اور نہیں  
 ہر امت سے لے کے مقام ہے تیرا  
 کران ہمایہ تو حنظ خودی کے ہونے  
 رگوں میں کر روشنی سے ہا کر تو کیا حاصل  
 عروس لانا مناسب نہیں مجھے سجا  
 جسے کس جتنے ہیں جب افرنگ  
 بڑا کہیم ہے قبائل بے نوا لیکن  
 ترا سلاج نظر کے سو اچھ اور نہیں  
 حیات ذوق بننے کے سو اچھ اور نہیں  
 گھر میں اب کس کے سو اچھ اور نہیں  
 حیات سے ہر جگہ کے سو اچھ اور نہیں  
 کہ میں یہ سیم کے سو اچھ اور نہیں  
 وہ شے سب کے سو اچھ اور نہیں  
 عطیہ شہادہ شکر کے سو اچھ اور نہیں





ننگا فہم تہیں بن سکندی کیا ہے  
بتوں سے تجھ کو امیدیں خدا سے نومیری  
فلک کے اُن کھ عطا کی ہے جہاں کہ جنس  
فقط کجا ہے ہوتا ہے منی صمد دل کا  
اسی خط سے عتاب نکالے ہے مجھ پر  
کسے نہیں ہے تمہارے سرور کی لین  
محشر لاتی ہے جہاں کو قلندری سیری

خراب کی جو لگا چو وہ قصیری کیا ہے  
مجھے بت تو سہی اور کا نسری کیا ہے  
خبر نسیریں رشس بند پڑی کیا ہے  
نہ ہونگا میں شوخی تو لب سیری کیا ہے  
کہ جانا چوں مال سکندی کیا ہے  
خودی کی موت پر جس میں سروری کیا ہے  
دل نہ شعر ا لیا ہے شاعری کیا ہے



نہ تو زمیں کے لیے ہے نہ آسمان کے لیے  
عیمت دل میں شر شعلہ محبت کے  
مقام پر پرش آؤ نالہ ہے یہ پس

جہاں ہے تیرے لیے تو نہ میں جہاں کے لیے  
وہ خار و خس کے لیے ہے نہ یہ تیاں کے لیے  
نہ سیر گل کے لیے ہے نہ ہشتیاں کے لیے

رہے کاراویں و سبیل و فرات میں کرتکب  
ترا سفینہ کہ ہے بحر بکر اس کے لیے!  
نشان راہ دکھاتے تھے جو ستاروں  
ترس گئے ہیں کسی مژدراہ اس کے لیے  
یہی ہے رختِ سفر میر کا وہ اس کے لیے  
بڑھایا ہے فقط زینِ بہتاس کے لیے  
ذرا سی بات تھی اہلِ شہرِ عجم کے لیے

ہر کے طومر سے آلِ نغمہ جبریلِ آشوب  
سنبھال کر جسے رکھنے لاکھان کے لیے



تو اے سیرنگانِ لاسکانِ دوزنہیں  
وہ جلوہ گاہِ ترے خاکِ داسِ دوزنہیں  
وہ مفرار کہ بنیمِ خزانہیں جس میں  
غمین ہو کہ ترے آئینیاں دوزنہیں  
یہ ہے حلاوتِ عجمِ قلمِ کرمی جیسا  
خدا جنت ہے لیکن کیاں دوزنہیں  
فضا تری مڑے پڑیں سے ہے ذرا آگے  
قدم اٹھایا ہے آسمانِ دوزنہیں

کہے نہ اڑنے سے کہ چھوٹے مجھ کو

یہ بات اہر و نکلتے واں سے دوزنہیں



(یورپ میں لکھے گئے)

حسرت نے مجھ کو عطا کی نظر علیا نہ  
سکھائی عشق نے مجھ کو حدیثِ رندانہ  
نہ بادہ ہے نہ صراحتی نہ دورِ پشیا  
فقط نکات سے نکلیں ہے بزمِ جانانہ  
مری نوائے پشیاں کو شاعری سمجھ  
کہ میں جو محسوم از دوزخِ محبت  
کلی کو دیکھ کتے تہنہ نسیمِ حسرت  
اسی میں ہے مرنے والے کا تمام افسانہ  
کوئی بتائے مجھے یہ غیب ہے کہ حضور  
سب شاہین یہاں ایک ہی جگہ بیٹھا  
فرنگ میں کوئی دن اور بھی ٹھہر جاوے  
مجھے جنوں کو سنبھالے الہیہ ریازت

بقا عمقل سے ساں لڑ گیا آسماں  
مقامِ شوق میں لھویا لیا دوفرزانہ



افلاک سے آتا ہے انوں کا جوابِ اختر  
کرتے ہیں خطابِ اختر اٹھتے ہیں حجابِ اختر

احوال محبت میں کچھ فرق نہیں آیا  
میں سمجھ لو بتاتا ہوں تقدیر اتم کی ہے  
میں خانہ یورپ کے دستور نزلے ہیں  
کیا وہ بے ناد کیا شوکت سموری  
سو وہ کتاب اول سو وہ کتاب آخر  
ششہ و سناں اول طاووس و رباب آخر  
لاتے ہیں سُرِ اول بیتے ہیں شراب آخر  
ہو جاتے ہیں بے فکر غرق مے ناب آخر  
چھٹنے کو بھجی جسی سے آغوش سحاب آخر  
خلوت کی گھڑی لرزی جلوت کی گھڑی  
تھا ضبط بہت مشکل اس میل جانی کا  
کہ وہ ازلہ قلند نے زاسر ارتاب آخر



ہر شے مسافر پر چسپ نرہا ہی  
تو مرد میدان تو میرا شہر  
کچھ دست در اپنی ٹوٹنے نہ جانی  
ویناتے دُوں کی کب تک عندا ہی  
کیا چاند تارے کیا مرغ و ماہی  
نوری حضور تی سیر سپاہی  
یہ بے سودا می یہ کم نکاہی  
یار آہ سب کی کیا پو شاہی  
کڑوا رہے سوز، کُفتار واہی  
چیرم کو دیکھئے میں نے



ہر چیز ہے مجھوں نے  
بے ذوق نمود زندگی، موت  
راتی زورِ خودی سے پرست  
تارے آوارہ و لم آسز  
یہ پھیلے پہر کا زرد رُچا  
تیری قندیل ہے ترا دل  
اک تو ہے کہ حق ہے اس جہاں میں  
ہیں عقدہ نشینِ حرا  
ہر ذرہ شہیدِ کبریا  
تعمیرِ خودی میں ہے حنائی  
پرستِ ضعفِ خودی سے الٹی  
تقدیرِ وجود ہے جُدائی  
بے راز و نیازِ آشنائی  
تو اسپے اپنی روشنائی  
باقی ہے نمودِ سیمائی  
کم کر بگڑے برہنہ پائی



اعجاز ہے کسی کا یا کر روشن مابا  
تعمیر بیاں سے میں نے یہ ازی پایا  
تو ما ہے ایشیا میں سحر فرغیا نہ  
اہلِ نوا کے حق میں بجلی ہے آشیانہ

یہ بندگی خدائی وہ بندگی کہ الٰہی  
غافل نہ ہو خودی کے کراپنی پاسبانی  
یابنہ خدا بن یا بنہ زمانہ  
شاید کسی جسم کا تو بھی ہے آستانہ  
اے لالہ کے ارشاد باقی نہیں تجھ میں  
گفتار وہ بے لہو و آفتابہر آنہ  
تیری نگاہ سے دل سینوں میں کافتے تھے  
لکھو یا کیا ہے یہ اجذب قلندرانہ

راز حرم سے شاید اقبال باخبر ہے  
ہیں اس کی گفتگو کے اندازِ محرمانہ



خروہندوں سے کیا بچوں کہ میری ابتدا کیا ہے  
کہ میں اس منکر میں رہتا ہوں میری ابتدا کیا ہے  
خودی کو کہ لب بند انا کہ تہتید سے پہلے  
خدا بندے سے خود تو چھتے بات میری خدا کیا ہے  
مقامِ نعمت کو کیا ہے اگر نہیں کیسی کہ ہوں  
یہی سوزِ نفس ہے اور میری کیسی کیا ہے

نظر آتیں مجھے تعذیر کی کہائیاں اُس میں  
نہ پوچھ لے ہم شیں مجھے وہ چشم برسا لیا ہے  
اگر جو تا وہ مجذوبِ فرنگی اس زمانے میں  
تو اقبال اس کو سمجھتا مقابم برسا لیا ہے  
نوائے صبح کا پس نے جس کو خوں کر دیا سیرا  
خدا یا جس خطا کی یہ سزا ہے وہ خطا لیا ہے



جب عشق سکھاتا ہے، اونچے کا ہی  
عطار ہو رومی ہو، رازی ہو، عزالی ہو  
نوسید نہ جو ان سے لے رہے فرزانہ  
اے طائرِ لاجپاتی! اُس رُزق سے تاجھی

کھلتے ہیں سلاسون اُس رُزقِ شہنشاہی  
کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہ سحر کا ہی  
کلمہ شش تو ہیں کین بد تو نہیں ایسی  
جس رُزق سے آتی جو پڑا زمین کو تاپھی

\* جبرسنی کا مشہور مجذوب فلسفی نولٹن جو اپنے قلبی واروات کا صحیح اندازہ نہ کر سکا اور  
اس لیے اس کے فلسفیانہ افکار نے اسے غلط راستے پر ڈال دیا

وارا اسکندر سے وہ مرو فقیر اولیٰ  
جو جس کی فقیری میں بوجے اسد اٹھی  
آمین جو انرواں حق لوائی بے بالی  
اللہ کے شیروں کو اتنی نہیں وہا ہی



مجھے آوونغانم شب بچہ پر پیام آیا  
ذرا تقدیر کی لہرا میں میں بجا تو بھی  
یہ صبح لکھو یا کس شوخ نے مراب مسجد بڑ  
چل لے میری غریبی کا تماشا دینے والے  
دیا اقبال نے ہند ہی مسلمانوں کو سوزنا  
تھم لے سہرولہ شایہ پھر لوائی مشکل معام آیا  
کہ اہن جگہ سے میں کتنے تیغ بے نیام آیا  
نیواں لکھے سجدوں میں جب وقت قیام آیا  
وہ محفل اٹھ لئی جس دم تو مجھ تک فوجام آیا  
یہ آل مڑتن کساں تھیں اسماں کے ظم آیا

اسی اقبال کی نہیں جستجو کرتا ہا برسوں  
بڑی تہ تکے بعد آخر وہ شاہین زیورم آیا



نہ ہر طغیان شستاں تو نہیں ہر تانیں باقی  
کہ میری زندگی کیسے یہی غنیاں شستاں



مجھے فطرت نوا پر یہ پھو جو کرتی ہے  
 ابھی محفل میں ہے شاید کوئی درد آشنا باقی  
 وہ آتش ساج بھی پیرا شین بھونکتی ہے  
 طلب صبا تو نہ تھی یہی تو کچھ کرا شکوہ ساقی!  
 نہ لاف نہ کافرانہ ازہ اس کی تابانی سے  
 کہ جس کے چرخوں سے اس خمیہ کی برائی  
 دلوں میں لولے لافاق کیری کے نہیں اٹھتے  
 نگاہوں میں اگر یہ اندھ انداز افاقی  
 خزاں میں بھی لے سکتا تھا میں صبا کو تو میں  
 مری غماز تھی شاخ نشین کی الم اور اقی  
 اُلٹ جا میں کی تیریں لعل عابیں کی تقدیر  
 حقیقت ہے نہیں مجھے تخیل کی یہ خلاقیت



فطرت کو غرور کے زور ہو کر  
 تسخیر مہم رنگ و بو کر  
 تو اپنی خودی کو کھو چکا ہے  
 کھوئی ہوئی شے کی جستجو کر  
 تاروں کی فضا ہے بیکرانہ  
 تو بھی یہ مہم آرزو کر  
 غمیاں ہیں ترے چمن کی عریں  
 چالبغل و لالہ کو رفو کر  
 بے ذوق نہیں اگر فطرت  
 جو اس سے نہ ہو کھاؤ تو کرا!



یہ پیراں کلیسا و حرم اے وائے مجھ بوی!  
صلہ ان کی لہو کاوش کاسے سینوں کی بے زوی  
یقین پیدا کرانے ناوان یقین سے تھاتی ہے  
وہ درویشی کہ جس نے سامنے جھکتی ہے منغفوری  
کبھی حیرت کبھی ہستی کبھی کبھی کبھی  
بدلتے ہزاروں زمانے اور ہوجو ہی  
حد اور اسکے باہر ہیں باتیں عشق و ہستی کی  
سمجھ میں اس قدر آیا کہ دل کی ہوس ہے پوری  
وہ اپنے نرسن کی ہستی سے ہیں مجبور پیدائی  
مری آنکھوں کی بینائی میں ہیں اسباب تعوی  
کوئی نصیر کی منطق سمجھ سکتا نہیں  
نہ تھے ترکاں عثمانی سے کم ترکاں سیوس

فقیرانِ حرم کے ہاتھ قبّالِ ایک کیونچہ  
میسٹر مسٹر سلطان کو نہیں شاہین کا فوری



تازہ پھرواشن حاضر نے کیا سحرِ قدیم  
عقل عیاں ہے نہ مجھ میں بنا لیتے ہے  
کز اس عین میں ممکن نہیں بچو چسیم  
عشق بے چارہ نہ تھلا ہے نہ زاہد نہ حکیم  
عیشِ منزل ہے غریبانِ محبتِ حرام  
سب سفر ہیں بظاہر نظر آتے ہیں تقسیم  
ہے لراں عیرِ نسیم راعلہ و زاوے  
کوہ و وریا سے لڑ سکتے ہیں مانند نسیم  
مرد و رویشیں کا سر یہ ہے زاویٰ مری  
ہے کسی اور کی خاطر نصیبِ نسیم



تیاروں کے گے جہاں اور بھی ہیں  
تسی زندگی سے نہیں فیضائیں  
ابھی عشق کے آتھان اور بھی ہیں  
یہاں سیکڑوں کاروان اور بھی ہیں

قناعت نہ کرے عالم زندہ ہو پر  
چمن اور بھی اشیاں اور بھی ہیں  
الہ لہو کیا کنشیں تو کیا نسیم  
مقامت آہ و فغاں اور بھی ہیں  
تو شاہوں نے پڑا ہے کام تیرا  
تسے تسے آسمان اور بھی ہیں  
اسی روز شب میں الجھ لڑ رہا  
کہ تیرے زمان مکان اور بھی ہیں  
کتنے دن کہ تنہا تھا میں جس میں  
یہاں اب کے رازوں اور بھی ہیں



(فرانس میں لکھے گئے)

وہ تہمت نے خام و آئے تہمت نے خام  
وہ تہمت نے خام و آئے تہمت نے خام  
چھتے تھے تیری فغان اب اسے ل میں  
چھتے تھے تیری فغان اب اسے ل میں  
اس وقت خوار و اچھتے تھے اس  
اس وقت خوار و اچھتے تھے اس  
نہیں سکتا کبھی شہ زبدا نہ عام  
نہیں سکتا کبھی شہ زبدا نہ عام  
صلحت سے صوفی میں لڑ رہے روز سنا  
صلحت سے صوفی میں لڑ رہے روز سنا

عشق تری تہا عشق تری تہا  
نو بجی بجی تہا تم میں بھی بھی تہا  
اے کہ گھویا ایک تجھے یہ کراز  
ورنہ ہے مال فقیر لہنت ہوم و شام



خودی ہو علم محے کم تو غیرت جبریل  
عذاب و آتش حاضر ہے باخبر ہوں میں  
فریبِ نجوم وہ منزل ہے کاوانِ رنہ  
نظر نہیں تو مجھے حلقہ سخن میں بیٹھ  
مجھے وہ در فرسنگ آج یاد آتے ہیں  
انہی شہی جہا اپنے قافلے سے پتو  
اگر عشق محے کم تو حضورِ اسراہیل  
کہ میں کمال میں لایا جوں شہنشاہ  
زیادہ احسنیٰ نزل ہے نشاوارِ حیل  
کہ کج تہا نے خودی میں شال تیغِ اہیل  
کہاں حضوری لذت کہاں حجابِ لیل  
ترے لیے ہے اسلحہ نو تو ہنہیل

غریبِ بادہ زنجیں ہے داستانِ حرم  
نہایت اس کی پیش آتے ہے اسلحہ حیل





مکتبوں میں کس عرسِ عالیٰ افکار بھی ہے؟  
خالقِ جہاں میں کس لہجہٴ سحرِ بھی ہے؟  
منزلِ راہِ رواں فو و بھی روشِ وار بھی ہے؟  
کوئی اس قافلے میں تافلہٴ سلا بھی ہے؟  
برطوں کے خیرے ہے میرے خیرینِ وطن  
اس زمانے میں کوئی حیلہٴ ساز بھی ہے؟  
ہم کی حکمت پرے بن کر ہوس کے لیے  
لذتِ شوق بھی ہے غنیمتِ دیدار بھی ہے؟

پیرِ چینانہ یہ کہتا ہے لایوانِ فرنگ

سُت بن گیا وہ بھی ہے، اُسٹن دیوار بھی ہے؟



حادثہٴ وہ جو بھی بڑا ہنساک میں ہے  
عسکری شکرِ طمعے آئینہٴ اوراک میں ہے  
یہ سائے میں کے زکوشِ افضال میں ہے  
تیر تھی تیر کے نالربِ بال میں ہے  
یا مری آہ میں کوئی شہرِ زندہ نہیں  
یا ورا نام ابھی میرے حسنِ خاشاک میں ہے  
کیا عجیب یہی نوا ہے سخنِ کابھی ہے  
زندہ ہے جو جابے وہ آتشِ لہرِ خفاک میں ہے

توڑ ڈالے گی یہی خاکِ طلسمِ شبِ روز  
گرچہ کبھی ہوئی تقدیر کے پیمانے میں ہے



رہا یہ حلقہ صوفی میں بوشتاق  
خواب کو شکرِ سلطانِ خانقاہِ فقیر  
ضمے کی اور محشر کو شکرِ اسرارِ روز  
نیچنی چشمِ نبی و ذرہ رومی شامی  
مے شہانہ کی مستی تو جو چلی سکین  
چمن میں تلخ نوائی مری لواکر  
عزیز تر ہے متاعِ امیرِ سلطان سے  
فسانہ ہائے کرامت روکنے باقی  
فغاں کہ تختِ بوسلی کمالِ انزاقی  
کتابِ ضوفی و ملائی کا وہ انزاقی  
سما کا زورِ عالم میں مردِ آفاق  
لکھنک رہے لوں میں حریرِ ساقی  
کہ زیرِ بھی لکھی لرتا ہے کارِ تریاقی  
وہ شعر جس میں کج بے کا سوہ بڑا



جہاں زور سے اس کے کوئی لریباں چاک  
اگرچہ مغربوں کا جنسوں نے تھنچا چالاک

میں یوں تھے ضمیر حیات ہے پرورد  
 عروج اور حلالی کے منتظر ہیں تمام  
 یہی مانہ غاسر کی کائنات ہے کیا  
 تو بے بصر ہو تو یہ مانہ نکاوہی ہے  
 زمانہ کس کو سمجھا ہو شعلہ  
 جہاں کام حیرت فرموسن کی  
 نصیب سے لیب آریا بخت نشانک  
 یہ نشانک سے تارے نیلکوں افلاک  
 مانع روشن دل تیرے کو ہے باک  
 اور نہ اس کے ہوسن جہاں خوش خاشاک  
 کئے خبر کو خبروں سے جدا اور مال  
 مے ظلم چھتے تنگت سے لولال



یوں ہاتھ نہیں آتا وہ کوہ پر کیا نہ  
 یا خج و طعنہ دل کا تین جہاں لیری  
 یا حیت سے فارابی یا تاب تب ہوسی  
 یا حمت کی روباہی یا عشق ڈالہی  
 یا شرح سلمانی یا ویر کی وربانی  
 میری میں فقیری میں شاہی میں غلامی میں  
 یک رنگی و آزادی کے تہمت مروانہ  
 یا مرد و ستندر کے انداز ملکوانہ  
 یا نکر علیمانہ یا جذب طیمانہ  
 یا حیلہ اسنہ علی یا حیلہ ترکانہ  
 یا نعرہ ستانہ بعبہ ہولت خاشا  
 لچھ کام نہیں بناتا بے جرات نہدا





نہ تخت تاج میں نہ لشکر سپاہ میں سے  
جہات مرقومہ کی بارگاہ میں سے  
صنم کہ ہے جمال اور مروت ہے خلیل  
نیکتہ ہے پوشیدہ لالہ میں سے  
وہی جہان ہے ترا جس کو تو کہے پیدا  
یہ نیک و نشت نہیں جو تری نگاہ میں سے  
مہ و ستارے لگے ستارے ہیں جس کا  
وہ نشت خاک ابھی اور کائنات میں سے  
خبر ملی ہے حیدر بان بھروسے مجھے  
فرنگ کہ لڑ زبیل بے پناہ میں سے  
تراش اس کی فضاؤں میں جو نصیب اپنا  
جہان تازہ بری اہو شب و عکاس میں سے

مرے کہ و کو عنایت سمجھ کہ باوہ نام  
نہد سے میں جو باقی نہ خانہ تہ میں سے



فطر تے نے نہ شب مجھے اندیشہ چالاک  
رکھتی ہے مگر طاقت پڑ از بری خاک  
وہ خاک کہ ہے جس کا جنوں صفتیل اور اک  
وہ خاک کہ جبریل کی ہے جس کا بیاچاک

وہ خاک کے پرانے شبنم نہیں رکھتی  
پختی نہیں پہناتے چمن نے شکر خاشاک  
اس خال و اللہ نے بخشے ہیں وہ آنسو  
کرتی ہے چاہ جن کی ساروں عرواق



کریں گے اہل نظر تازہ بستیاں با  
یہ مدرسہ جو اسے رو و عنائی  
یہ فلسفی سے نہ تلاسے ہے عرض مجھ کو  
فقیہ شہر کی تختی کئی مجال ہی  
خریدتے ہیں دنیا میں عشرت پرور  
کیے ہر فاش نمونہ دستند رہی ہیں  
برسی کے فاقوں کو مانا ہے بزمین کا طلسم  
عصیانہ ہے تو کھلی ہے ہر بے بنیاد  
خدا کی دین ہے ساری عینم فرما  
کہ سب در و خانقاہ ہوا آرا  
مگر یہ بات کہ میں نے تو آجوں دل کی نشا  
یہ دل کی ہوتا وہ اندیشہ و غلط کافرا  
انہی کے دم کے چھینا نہ تو ما سب  
میری نگاہ نہیں تھکتے کو فہم بند



کئی حق سے فرشتوں نے قبائل کی عمارتی  
گستاخ ہے کہ کتابہ فطرت کی جنابندی

رومی ہے زشامی ہے کاشی ز سمرقندی  
اوم کو بکھاتا ہے داچند دوزنی

خالی ہے مگر اس کے اندر زمین ہلال  
بکھلائی فرشتوں اوم کی تیرپ اس نے



جیسا ہے رومی، ہاں اسے راز سی  
شاہی نہیں ہے بے شیشہ بازی  
تو بھنی نازی میں بھنی نازی  
جس سر کے میں تھا چوں غازی  
حرفِ محبتِ شکر کی نہ تازی  
کاغذِ سیلاں حنا را لدازی  
باقی ہے جو لچھڑ سب خال بازی

زمنے ز باقی نے نئے نئے بازی  
روشن ہے جاگم بشیاد تک  
دل ہے سمان سیرا نہ تیرا  
میں جانتا ہوں انجام اس کا  
ترکی بھی شیریں تازی بھی شیریں  
آذر کا پیشہ حنا را تراشی  
تو زندگی ہے پائندگی ہے



ولسے وہ رہو کہ ہے منتظرِ راحلہ!

گر بم فغاں ہے جس سے اٹھو کہ کیا قافلہ

تیری طبیعت ہے اور تیرا زمانہ ہے اور  
 تیرے موافق نہیں خانقہ سلسلہ  
 دل جو غلامِ حسد و مالکِ اہم حسد  
 سلاکب و زچہ شیارِ بخت ہے یہ جلد  
 اُس کی خوئی ہے ابھی شامِ سحر میں ہے  
 کر و شبن اُن کا ہے جس کی زبان چلے  
 تیرے نفسِ بڑی آتش کُتر ہے  
 نرغِ چمن ہے یہی تیرا سدا



مری نواسے نعتے زندہ عارفِ عامی  
 ویلے نہیں نے انھیں فوقِ آتشِ آسمی  
 حرم کے پاس کوئی ابھی ہے نہ مزینج  
 کہ تار تار جوئے جسامت نے احرامی  
 حقیقتِ ابدی ہے مقامِ شبیری  
 بدلتے رہتے ہیں اندازِ لونی و شامی  
 مجھے ڈر ہے مٹھار ہیں بے نجاتِ کار بہت  
 نذنگ لائے کہیں تیرے ہاتھ کی خامی  
 عجیب نہیں کہ سداں کو پھر عطا کر دیں  
 شکوہِ سحر و جنتِ جنید و بسطامی

قیامتِ عالم ہوئے لطفِ خاص ہے وہ زندہ  
 تری نگاہ میں تھی میری ناخوشِ اندامی





ہر اہم سے لے کر لیا سہ نو لال کس غومیتروا ہے بے تہ و  
نفس کے زور سے و غنچہ و ابرو بھی تو کیا جنے نصیب نہیں آفتاب کا پرتو  
نگار پاک ہے تیری تو پاک ہے ال بھی کہ دل کو حق نے کیا ہے کا دکا سپر  
شپ سکا نہ نصیب باں میں لالہ ل سو کہ از کار نہیں جہاں کنت م جو

ہے نہ ایک غوری کے سر کے باقی

ہمیشہ تازہ و شیریں ہے نغمہ سہ



لکھو نہ جا اس سحر و شام میں اے صاحب ہوش!  
اگ جہاں اور بھی ہے جس میں فرما ہے نہ دوش  
کس کو معلوم ہے سکا نہ فردا کا مقام  
مسجد و مکتب و مین نہ ہیں ہر دستے کا خوش

میں نے پایا ہے اسے اشکِ بے رگاہی میں  
جس فریبِ کمالی ہے صنم کی آغوش  
نئی تہِ ذیبِ تکلف کے سوا کچھ بھی نہیں  
چہرہ روشن ہو تو کیا حاجتِ گلگونہ فروش!  
صاحبِ زکوٰۃ لازم ہے کہ عنِ نفل نہ ہے  
گلے کا ہے صنمِ کمالیٰ بھی ہوتا ہے سروش



تھا جہاں مر سے شیرازی شاہ نشاہ  
نظر آتی نہ مجھے بت فلاں لاؤں میں  
لذتِ نغمہ کماں مرغِ خوش الحان کے لیے  
ایک کسرتِ حیرت سے سر پہ پاتا یہ  
اج آج انہماک میں ہے فقط رُوباہی  
وہ شبانی کہ تمہیں یک کلیم اہلسی  
آہ اس باغ میں کرتا ہے کسوت آہی  
ایک کسرتِ حیرت سے تمام اکاہی

صفتِ برق چمکتا ہے مرشدِ بلند  
کہ جس کے زہیرِ طینتِ شبِ بزمِ آہی



ہے اور مجھے نکتہ ستارگان شمس آئینک  
چیتے کا جگر چاہئے شاہوں کا تخت بس  
دنیا نہیں مڑان جہا شمس کے لیے تنگ  
جی سکتے ہیں بے روشنی و دشمنی ہر  
کرنبل و غاؤس کی تقلید سے توبہ  
نبل فقط آؤ اپنے طاؤس فقط زنا!



فقر کے ہیں معجزات تاج و سیرو پاہ  
علم کا مقصود ہے پائی عمتل و خرد  
فقر ہے میریزل کا بریز فقر ہے شاہوں کا شاہ  
فقر کا مقصود ہے عفت قلب و نگاہ  
علم ہے جو یاتے راہ، فقت ہے و اناتے راہ  
فقر مستام نظر، علم مستام خبر  
فقر میں سستی ثواب علم میں سستی کنا  
علم کا موجود اور فقت کا موجود آؤ  
اشهد ان لا اله الا الله، اشهد ان لا اله الا الله!

✽ سلمان، ہمد و سعد سلمان، غزنوی، دودر کا نامور ایرانی شاعر جو غالباً لاہور میں پیدا ہوا

چڑھتی ہے جب فکر کی سان پہنچ خوبی  
ایک سپاہی کی ضرب آتی ہے کار سپاہ  
دل اگر اس حال میں زندہ ہو بیدار ہو  
تیری بلکہ توڑے آسمان سے ماہ



کمال جو بن خون میں ہا میں گرم طواف  
خدا کا شکر سلامت ہا حرم کا خلاف  
یہ تعین مبارک ہو مومنوں کے لیے  
کہ ایک نباں میں فتحیمان شرمیرے خلاف  
ترپ ہا ہے غلاطوں سیاں غیب جنوں  
ازل سے ایل حنہ کا مقام ہے اعرف  
ترے ضمیر یہ جب تک نہ نزل کتاب  
گرو شا ہے رازی نہ صاحب کشف

سزور و سوز میں ناپا مدار ہے اور نہ  
مے فرنگ کا ترے جبر بھی نہیں نصنا



شورہ پوش و ضرور کا معاملہ ہے عجیب  
مقام شوق میں ہیں سب دل و نظر کے قیب



میں جانتا ہوں جماعت کا حشر کیا ہوگا      سائل نظری میں انہو کیسے خطیب  
اگرچہ نئے نشین کا گھر رہا ہے ہر طواف      مری نوامیں نہیں طائر چمن کا نصیب  
سُن ہے میں نے سخن بس ہے گلِ عثمانی      سُناتے کون اسے اقبال کا یہ شعرِ غریب

سمجھ رہے ہیں وہ یورپ کو ہم جوار اپنا  
تاکے جن کے نشین سے ہیں زیادہ قریب

## قطعہ

اندازِ بیاں اگرچہ بہت شوخ نہیں ہے  
شاید کہ اتر جائے ترے دل میں مری بات  
یا وسعتِ افلاک میں تجسیرِ سلسل  
یا خاک کے اغوش میں تسبیح و مناجات  
وہ مذہبِ مردانِ خودِ آگاہ و خداست  
یہ مذہبِ مُلا و جمادات و نباتات



کوئی

دردِ بزمِ نامحرمانہ !  
کلیں کی ادا سودا گرازا !  
تیرے برابر اپنی چاکر  
بیراہلِ خود کا یہ زمانہ !

# 2  
حصہ دوم

ظہیم بھر میں عورتیں سنجل جا  
سیر جا کئے ~~سیر جا کئے~~ بیچ کھا کر بدل جا  
سینہ کھانے ~~سینہ کھانے~~ بیچ پر سائل تری قسمت میں آج !  
انجیر حسین مرف چاہے لعل جا !

# رباعیتا

رہ و رسم حرم نامحسب نہ  
تبرکے مراد پیراہن چاک  
کلیسا کی ادا سو دگر نہ  
تہیں اہل حسنوں کا یہ زمانہ

ظلامِ حجب میں لھو کر سنبھل جا  
نہیں ساحلِ ترقی قسمتیں اے موج  
تڑپ جا، پیچ لھا لھا کر بدل جا  
اُبھر کر جس طے چاہے نہ بھل جا!



مکانی ہوں کہ آزاد و مکاں ہوں جہاں بیچوں کھن خود سارا جہاں ہوں  
وہ اپنی لامکانی میں ہیں ت مجھے اتنا بتادیں میں کہاں ہوں!



خود ہی کی حسرتوں میں لم ہائیں خدا کے سامنے گویا نہ تھا میں  
نہ دیکھا کچھ اٹھا کر جہت سے قیامت میں کاشا بن گیا میں!



پیشاں کار و بار آشنائی پریشاں تر مرئی نکسین نوائی!  
کبھی میں ٹھونڈا ہوں لذت و صل خوش آتا ہے کبھی سو جہدائی!



یقین، خلیل آتش نشینی یقین، اللہ ستی، خود کزینی  
سن کے تہذیب نصر کے لڑنا غلامی سے بہتر ہے نفیستینی

عرب کے سونے میں ساز و سیم ہے  
حسرم کا راز توحیدِ دائم ہے  
تمہی وحدت کے ہے اندیشہ غروب  
کہ تمہذیبِ نبوی ہے جسم ہے

کوئی دیکھے تو سیرِ نوازی  
نفسِ ہندی تمامِ نعمتِ نوازی  
نیکہ اودہ اندازِ فنک  
طبیعتِ غمزہ نوی قسمتِ ایازی!

ہر آلِ فتنے میں ہے شاید سحرِ دل  
اسی جلوت میں ہے خلوتِ نشینِ دل  
اسیرِ دوش و سر ہے لیکن  
غلامِ کروش و روانِ نسینِ دل

ترا اندیشہِ فکری نہیں ہے  
ترسی پر رازِ لولائی نہیں ہے  
یہ مانا اصلِ شاپہنی ہے تیری  
ترسی آنکھوں میں ہے بالی نہیں ہے

نہ مومن ہے نہ مومن کی امیری  
رہا صوفی ابھی روشن ضمیری  
خدا سے پھر تھی قسب و نظر مانگ  
نہیں ممکن ایسے بے تقیری

خودی کی جستجو میں مصطفائی  
خودی کی جستجو میں کبر پائی  
زمین آسمان اُڑی عرش  
خودی کی وہیں ہے ساری خدائی

ننگہ الجھی ہوئی ہے ننگ و بویں  
خبر و لہوئی لئی ہے چپار بویں  
نہ چھوڑائے دل فنانِ بجاہی  
اماں شاید ملے اللہ ٹھونہیں!

جمالِ عشق وستی نے نوازی  
جلالِ عشق وستی بے نیازی  
کمالِ عشق وستی ظرفِ حیدر  
زوالِ عشق وستی حرفِ ازی



وہ سیرارونق محصل کماں ہے      مری بجلی مرا حاصل کماں ہے  
مقام اس کپے ل کی خلوتوں میں      خدا جانے ستارم دل کہاں ہے



سوار ماتہ و محمل نہیں میں      نشان جاوہ ہوں منزل نہیں میں  
مری تقدیر ہے حاشاک سوئی      فقط بجلی ہوں میں حاصل نہیں میں



تمہیں سینے میں دم ٹل نہیں ہے      ترا دم گرمی محصل نہیں ہے  
گزر جاتل سے آگے کہ یر نور      چراغِ رائے ہنزل نہیں ہے



ترا جوہر ہے نورنی پاک ہے تو      منورع دید و افلاک ہے تو  
تر صے زبوں افرشتہ تو      کہشہین شہ لولاک ہے تو



محبت کا جذبوں باقی نہیں ہے  
مسلمانوں میں عن باقی نہیں ہے  
صوفیوں کی دلچسپیاں سجدے بے رفق  
کہ جذبہ اندرونی باقی نہیں ہے



خود ہی کے زور نے نیا چھا جا  
مستم رنگ بونو کارا ز پاجا  
بڑا بچہ حاصل اشنارہ  
کف حاصل ہے امن لھنچتا جا



چمن میں خست گل شبنم سے تر ہے  
سمن ہے سبز نئے باؤ سحر ہے  
گورہ نکارہ ہو سکتا نہیں م  
یہاں لالہ بے سوز جگر ہے



خبر سے ابرو روشن ہے  
خبر دیا ہے چہ ابرو دل ہے  
روزِ جنازہ تک ہمیں لیا لیا  
چہ ابرو رہ لزر کو کیسا خبر ہے





جانوں کو مری اہ سحرے      پھران شاہین بچوں بال پرے  
خدا یا آرزو سیری یہی ہے      مرانو بصیرت عام کر دے



تری دنیا جہان مرغ و ماہی      مری دنیا فغان صبح کاہی  
تری دنیا میں محکوم و مجبور      مری دنیا میں تیری پاوشاہی



کہ تم یہ کہ بے جوہر نہیں ہیں      غلام حنرل و خب نہیں ہیں  
جہاں بینی مری فطرت ہے لیکن      کسی بیشک عینہ نہیں ہیں



وہی اصل مکان لا سکاں ہے      مکان کھائے ہے انداز بیان ہے  
نظر کنو کر بتائے کیا بتائے      اگر ماہی کے وریا کساں ہے

کبھی آوارہ و بے خانماں عشق کبھی شاہ شہماں نوشیراں عشق  
کبھی میدان میں آتا ہے زرد پوش کبھی عریان و تیسخ و سنان عشق!

کبھی تنہا کی کوہ و دامن عشق کبھی سوز و سُرور و انجمن عشق  
کبھی سرمایہ محراب و منبر کبھی ہوا عشقِ خیر شکن عشق!

عطا اسلاف کے جذبِ دروں کر شریکِ زمر و لایحِ نژوں کر  
بخرد کی گتھیاں سلجھا چکا میں مرے مولا مجھے صاحبِ جنوں کر!

نیچت میں سیکھا ہوا حسن کہ جاں تہی نہیں مرگ بدن سے  
چمک سرج میں کھاتی ہے لی اگر بس نزار چو اپنی کرن سے!



خبر و واقف نہیں ہے نیک و بد  
بڑھی جاتی ہے ظالم اپنی حد  
خدا جانے مجھے کیا ہو گیا ہے  
خبر و بیزار دل سے دل خبر و سے!



خداوند! خداوند! خداوند! خداوند!  
خداوند! خداوند! خداوند! خداوند!  
یہ درد سوز نہیں درد جو بگڑے  
وہی کن بندگی استغرا



یہی آوم ہے سلطان محروم کا  
کہوں کیا جا بس اس بے بصر کا  
نہ خود بین نے خدا بین نے جمان میں  
یہی شہکار ہے تیرے شہر کا!



وہ عارفِ نسیمِ جدم ہے  
اسی سے ریشہ معنی میں نم ہے  
اگر لولہ شیب اسے سینتر  
شبانہ سے گلہبی دستم ہے



رگوں میں دلوں تو باقی نہیں ہے      وہ دل وہ آرزو باقی نہیں ہے  
نہ زور روزہ و تہذیبانی و ج      یہ باقی ہیں تو باقی نہیں ہے



کھلے جاتے ہیں اسرارِ نہانی      کیا اور حدِ شکرِ تراقی  
جہولت جس کی خودی پہلے نموداً      وہی مدی وہی آخرِ زمانہ



زمانے کی یہ گردشِ جاوڈا      حقیقت ایک تو باقی فسانہ  
کسی نے دوشن دکھایے نہ فردا      فقط امروز ہے یہ رازِ زمانہ



حکیمیں ہاں مسلمانانِ خودی کی      کلیمیں رمزِ نپستانِ خودی کی  
تجھے کفعت و شہابی کا بتا دوں      غریبوں میں نیکبستانِ خودی کی

ترا تن رُوح سے نا آشنا ہے      عجب کیا آؤ تیر می نارا ہے  
تن بے رُوح سے بیزار ہے حق      خدا کے زندہ زندوں کا خدا ہے

## قطعہ

اقبال نے کل اپنی خیابان کو سنایا  
یہ شعرِ نشاط اور وہ پُرسوز و طرب ناک  
میں صورتِ گلِ مستِ صبا کا نہ محبتِ ج  
کہتا ہے مرا جوشِ جنوں میری قبا چال

دعا  
مسجدِ قطیف میں لکھی گئی

ہے یہی میری غماز ہے یہی میرا دُعا  
ری نواؤں میں ہے رے جگر کا لہو!  
صحبتِ اہلِ صفا نورِ حضورِ دسرور  
سرفروشِ دہرے روز ہے لالہ لبِ آبجو  
راہِ محبت میں ہے کون کسی گارفتیق  
ساتھ ہے گئی ایک مری آرزو!  
مرا شمیم نہیں دگر میر و وزیر  
میرا شمیم بھی تو شاخِ شبنم بھی تو  
تجھ سے سرِ بیاں مرا سفلو صبحِ لشور  
تجھ سے مرے سینے میں آتشِ اللہ تھو!

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَعَا

(مسجدِ نبویؐ میں لکھی گئی)

ہے یہی میری نماز ہے یہی میرا وضو  
میری نواؤں میں ہے میرے جگر کا لہو  
صحبتِ ایل صفا، نور و حضور و سرور  
سرخ شش و پیروز ہے لالہ لب اس بگو  
راہِ محبت میں ہے کون کسی کا فریق  
ساتھ مرے رہ گئی ایک مری آرزو  
میرا نشین نہیں در کہ میرا وزیر  
میرا نشین بھی ٹو شاخ نشین بھی تو

تجھ سے کریباں ہر اسطبع صبح نشور  
تجھ سے مرے سینے میں آتش اُٹھو  
تجھ سے مری زندگی سوز و تب و درد و داغ  
تو ہی مری آرزو، تو ہی مری جستجو  
پس اگر تو نہیں، اشہر ہے ویران تمام  
تو ہے تو آباد ہیں اجڑے ہوئے کاغذ و کو  
پھر وہ شراب کُن مجھ کو عطا کر کہ میں  
ڈھونڈ رہا ہوں اُسے توڑ کے جام و سبو  
چشم کرم سا قیام! دیر سے منتظر نہ  
جس لوٹیوں کے سب، جن لوٹیوں کے لڑ  
تیری حنائی سے ہے میرے جنوں کو گلا  
اپنے لیے لامکان میرے لیے چار سوا  
فلسفہ و شعر کی اور حقیقت ہے کیا  
حرف تمنا ہے کہ نہ سکیں رُو برو



## مسجدِ قرطبہ

(ہسپانیہ کی سرزمین، پنجہ صوفیوں میں گئی)

بلسلہ روز و شب، نقشِ کبریا و ثبات  
بلسلہ روز و شب، اصل حیات و ممات  
بلسلہ روز و شب، آثارِ سرور و رنگ  
جس سے بنا ہے ذاتِ اپنی قبلے صفات  
بلسلہ روز و شب، سازِ ازل کی فغان  
جس سے دکھائی ہے ذاتِ زیر و مجسمات  
تجھ کو پرکھتا ہے یہ مجھ کو پرکھتا ہے یہ  
بلسلہ روز و شب، جھسیر فی کائنات  
تو جو الکرلم عیار، میں ہوں الکرلم عیار  
موتے تیری برات، موتے میری برات

تیرے شب و روز کی اور حقیقت ہے کیا  
ایک زمانے کی رُو جس میں نہ دن ہے نہ رات  
آئی و فانی تمام معجزہ ہائے مُہمنہ  
کجا جہاں بے ثبات، کجا جہاں بے ثبات!  
اول و آخر فنا، باطن و ظاہر فنا  
نقشِ کُہن ہو کہ نو، منزلِ آخر فنا  
ہے مگر اس نقش میں رنگِ ثباتِ دوام  
جس کو لیا جو کسی موجد نے تمام  
موجد کا عمل عشق سے صاحبِ مبدع  
عشق ہے اصل حیات، موت ہے اس پر حرام  
شد و سبک سیر ہے کچھ نہ ماننے کی رُو  
عشق خدواک سبیل ہے سبیل کو لیتا ہے تمام  
عشق کی تقویم میں عصا ہواں کے سوا  
اور زمانے بھی ہیں جن کا نہیں کوئی نام

عشق ہم جسب سبیل، عشق دل مصطفیٰ  
عشق خدا کا رنول، عشق خدا کا کلام  
عشق کیستی ہے یہ سیکر گل تابناک  
عشق ہے صہباتے خام، عشق ہے کانس اللہرام  
عشق فقیہ حرم، عشق ایسے برجنوہ  
عشق ہے ابن اسبیل، اس کے ہزاروں مقام  
عشق کے مضراب نے نعمتہ تار حیات  
عشق سے نور حیات، عشق سے نار حیات  
اے حرم قرطبہ! عشق سے تیرا وجود  
عشق سہرا پا دوام جس میں نہیں رفت و بود  
رنگ ہو یا خشت و سنگ چنک ہو یا حرف و صوت  
معبزۃ فن کی ہے خون جبکہ سے نمود  
قطرۃ خون جبکہ سبیل کہ بناتا ہے دل  
خون جبکہ سے صد سوز و سُرور و سرود

تیری فضا دل منور، میری نوا سینہ سوز  
تجھ سے دلوں کا حضور، مجھ سے دلوں کی کشور  
عرشِ محبتی کے کم سینہ اونہ نہیں  
گرچہ کفِ خال کی حد ہے سپہر کبوتر  
پیکرِ نور کی کو ہے جبر و میتر تو کیا  
اس کو میتر نہیں سوز و کدازِ سجود  
کافر ہندی ہوں میں، دیکھ مرا ذوق و شوق  
دل میں صلوٰۃ و درود، لبِ صلوٰۃ و درود

شوق مری لے میں ہے، شوق مری لے میں ہے  
نعنۃ اللہ ہو میرے دل و پے میں ہے  
تیرا جلال و جمال، مردِ خدا کی دلیل  
وہ بھی حسین و جلیل، تو بھی حسین و جلیل  
تیری بنا پاتا، تیرے سنتوں بے شمار  
شام کے صحرا میں ہو جیسے ہجومِ خلیل

تیرے دروہام پر داد ہی امین کا نور  
تیرا منہ برکتِ جلوہ کہ جب تریل  
ہٹ نہیں سکتا کبھی مردِ سماں کہ ہے  
اس کی اذانوں سے فاش سپریم و خلیل  
اس کی زمیں بے حدود، اس کا اُفق بے شعور  
اس کے سمندر کی موج، و جلد و دیوب و نیل  
اس کے زمانے عجیب، اس کے فسانے غریب  
عہدِ کھن کو دیا اس نے پیامِ رحیل  
ساتی اربابِ فوق، غائبِ میدانِ شوق  
بادہ ہے اس کا حقیق تیغ ہے اس کی اکیل  
مردِ سپاہی ہے وہ، اس کی زرہ 'لا الہ  
سایہ شمشیر میں اس کی پنہ 'لا الہ'  
تجھ سے ہوا آشکار بندہ مومن کا راز  
اس کے دنوں کی تیش، اس کی شبوں کا کداز

اس کا مستام بلند، اس کا خیال عظیم  
اس کا سرور اس کا شوق، اس کا نیاز اس کا ناز  
ہاتھ سے اللہ کا بندہ مومن کا ہاتھ  
غالب و کار انہریں، کارنشا، کار ساز  
خاکی و نور ہی نہ ساد، بندہ مولا صفات  
پرو و جہاں سے غنی اس کا دل بے نیاز  
اس کی نہیں قلیل، اس کے معاصد حلیل  
اس کی ادا دل فریب، اس کی نلد دل نواز  
نرم دم گفتگو، کرم دم مستجو  
رزم ہو یا بزم ہو، پائل و پاپا  
نقطہ پر کار حق، مرد خدا کا یقین

اور یہ عالم تمام دہم و غلسم و مجاز  
عقل کی منزل ہے وہ، عشق کا حاصل ہے وہ  
حلمتہ آفاق میں لرہی محفل ہے وہ

کعبہ ارباب فن! سلطوت دین نہیں  
تجھے جسے سرم مرتبت اندھیوں کی زمیں  
ہے تہ لہروں الحسن میں تیری نظیر  
قلب سماں میں ہے اور نہیں ہے کہیں  
آہ وہ مروان حق! وہ عربی شہسوار  
حاملِ شہنشاہ عظیم، صاحبِ صدق و یقین  
جن کی حکومت ہے فاشس یہ رمزِ غریب  
سلطنتِ اہلِ دل فہم ہے شاہی نہیں  
جن کی نگاہوں نے کی تربیتِ شرق و غرب  
ظلمتِ یورپ میں تھی جن کی حیرتِ راہ میں  
جن کے لہو کی طغیانی آج بھی ہیں اندھی  
نہشِ دل و کرمِ احتلاط، ساوہ و روشن جبین  
آج بھی اس ویس میں عام ہے چشمِ غمِ زلال  
اور نگاہوں کے تیر آج بھی ہیں دل نشین

بُوسے میں آج بھی اس کی ہواؤں میں ہے  
رنگِ حجاز آج بھی اس کی نواؤں میں ہے

دیدۂ انجسم میں ہے تیری زمیں، آسماں

او کہ صدیوں سے ہے تیری فضا بے اڈاں

کون سی وادی میں ہے کون سی منزل میں ہے

عشقِ بلاخیز کا تافذِ سخت جان!

ویٹھ چکا المنی، شورشِ صلاح دیں

جس نے نہ چھوٹے نقیشِ نهن کے نشاں

حرفِ غلط بن لئی عصمت پر کینشت

اور چوٹی منکر کی کشتی نازک رواں

چشمِ فراس پر تو بھی ویٹھ چلی نہتلاب

جس سے دل لوں ہوا منہ نہ ہواں جہاں

مقتبِ رومی نژاد کس نہ پرستی سے پیر

لذتِ تجدید سے وہ بھی ہوتی پھپھراں



رُوحِ سُلَمَّاں مِیں ہِے اَج وِجِی اُخْطِ سَرا۔  
رازِ حِندِ اُتِی ہِے یِہ، کَہ نہِیں سَکتِی زَبان  
دِیکھیے اِس بَحرِ کِی تِیرے اُچھلتے پَریا  
گنبدِ نِیلو مَنسِری رَناب بدلتا ہِے لَیا!  
واوِی کُساہ مِیں عِسْرقِ شَفَق ہِے سَحاب  
لعلِ بَدخْشاں کَے ڈُھیرِ چھوڑِیا نِستاب  
ساوہ وِپُرسوز ہِے دُخترِ بَہتِاں کالیت  
کشتِی دَل کَے لَیے سَیل ہِے عہدِ شَباب  
اِسب وَا بِن کِیسِیرِ اُتِیرے کُنکے کَوَی  
دِیکھ رہا ہِے کِسی او زَمَنے کا خراب  
عالمِ نُو ہِے ابھی پِروہِ تَعْتِیرِ مِیں  
مِیرِی نِگاہوں مِیں ہِے اِس کِی سَحرِ بے حِجاب

---

✽ واوِی کِیسِیرِ رُقلَبہ کا مشہور دِیا جس کَے قَریب ہی مسجدِ شَرِیْفہ واقع ہِے

پر وہ اٹھتا دوں اگر چہ سہرا افکار سے  
لانہ کے گانگنا سیری نواؤں کی تاب  
جس میں نہ ہو تلاب موت کے وہ زندگی  
زورِ اُغم کی حیات کشماکش انقلاب  
صورتِ شیر ہے دستِ قضا میں وہ قوم  
کرتی ہے جو ہر زمان اپنے عمل کا حساب  
نقش ہیں سب ناتمام خونِ جگر کے بغیر  
نغمہ ہے سولتے خام خونِ جگر کے بغیر

## قید خانے میں مستعد کی فریاد

مستعد شہید کی بادشاہ اور عربی شاعر تھا۔ اپنے لیے ایک حکمران نے اس کو شکست دے کر قید میں ڈال دیا تھا۔ مستعد کی نظیر انگریزی میں ترجمہ ہو کر روزنامہ آف ویسٹ انڈیا میں شائع ہو چکی ہیں۔

اک فنِ بان بے شر سینے میں باقی رہ گئی

سوز بھی رخصت ہوا، جاتی رہی تاشیر بھی

مرد سرزنداں میں ہے بے نیرہ و شمشیر آج  
میں پشیمان ہوں پشیمان ہے مری تدبیر بھی  
خود بخود زنجیر کی جانب گھنچا جاتا ہے دل  
تھی اسی فولاد سے شاید مری شمشیر بھی  
جو مری تیغ و دودم تھی، اب مری زنجیر ہے  
شوخی و بے پروا ہے کتنا حقیقت دیر بھی!  
عبدالرحمن اول کا بویا ہوا کھجور کا پہلا درخت

### سرزین اندلس میں

یہ اشعار جو عبدالرحمن اول کی تصنیف سے ہیں تاریخ المعری میں موج ہیں۔ سند جب فریل  
اردو نظم ان کا آزاد ترجمہ ہے (درخت مذکور مدینۃ الزہراء میں بویا گیا تھا)

میرے دل کا سرور ہے تو      میرے سسکھوں کا نور ہے تو  
میرے لیے نخیل طور ہے تو      اپنی وادی سے دور ہوں میں  
صحرائے عرب کی خور ہے تو      مغرب کی چوٹ نے تجھ کو پالا

پر دیس میں نا صبور چوں نہیں      پر دیس میں نا صبور ہے تو  
غربت کی ہوا میں بار آور چو  
ساتی تیرا غم حشر چو

عالم کا عجیب ہے نظارہ      دامانِ رنگہ ہے پارہ پارہ  
ہمت کو شناوری مبارک!      پیدا نہیں حشر کا کنارہ  
ہے سوزِ دُروں سے زندگانی      اٹھتا نہیں خاک کے شرارہ  
صبحِ غربت میں اور چمکا      ٹوٹا چو ا شام کا ستارہ  
مومن کے جہاں کی حد نہیں ہے  
مومن کا متام پر کہیں ہے

ہسپانیہ

(ہسپانیہ کی سرزمین میں لکھے گئے)  
(واپس آئے تھے)

ہسپانیہ تو خونِ مسلمان کا امیں ہے  
مانندِ حرمِ پاک ہے تو میری نظر میں

پوشیدہ تری خاک میں سجدوں کے نشاں ہیں  
خاموش اذانیں ہیں تری باؤ سحر میں  
روشن تھیں ستاروں کی طرح ان کی سنانیں  
نیچے تھے کبھی جن کے ترے کوہ و کمر میں  
پھر تیرے حسینوں کو ضرور تھے جنا کی؟  
باقی ہے ابھی رنکے خون جگر میں!  
کیونکر حسن و خاشاکے دب جائے مسلمان  
مانا، وہ تب و تاب نہیں اس کے شہر میں  
عسکر طہ بھی دیکھا مری آنکھوں نے لیکن  
تسکین سامندر نہ سفر میں نہ حضر میں  
دیکھا بھی دکھایا بھی سنایا بھی سنا بھی  
ہے دل کی تسلی نہ نطنبر میں نہ خبر میں!



# طارق کی دعا (اندلس کے میدان جنگ میں)

یعنی زمی تیرے پراسرار بندے  
جنہیں تُو نے نہ بخشا ہے ذوقِ خدائی  
وہیم ان کی ٹٹھو کر سے صحرا و دریا  
بسمٹ کر پہاڑ ان کی ہمیت سے آئی  
دو عالم سے کرتی ہے سیکانہ دل کو  
عجب چیز ہے لذتِ آشنائی  
شہادت ہے مطلوب و مقصودِ مومن  
نہ مالِ غنیمت نہ کشورِ شائی

خیاباں میں نئے منتظر لالہ لب سے

قبا چاہے اس کو خونِ عرب سے

کیا تو نے صحرائیں کو گیت  
خبر میں نظر میں اذانِ سحر میں  
طلب جس کی صدیوں سے تھی زندگی کو  
وہ سوز اس نے پایا انھی کے جگر میں  
کشا و در دل سمجھتے ہیں اس کو  
پلاکت نہیں معان کی نظر میں  
دل مردِ مومن میں چہ زندہ کرنے  
وہ جہلی کی تھی سزا لاتذریں  
عزائم کو سینوں میں بیدار کرنے  
ننگا و سلاں کو توار کرنے!

## لینن (خدا کے حضور میں)

اے انفسِ آفاق میں پیدا ترے آیات  
حق یہ ہے کہ ہے زندہ و پاستدِ ترمخفات  
نیں کیسے صحبت کہ تو ہے یا کہ نہیں ہے  
ہر دم تغیر تھے حسد کے نظریات  
محرم نہیں فطرت کے سر و اذلی سے  
میں تے کو اکب ہو کہ وانا تے نباتات  
آج آنکھ نے دیکھا تو وہ عالم ہوا ثابت  
نیں جس کو سمجھتا تھا کلیسا کے خرافات  
ہم بندِ شبِ روز میں جکڑے ہوئے بندے  
تو حنابقِ اعصار و نگارندہ آفات!

اک بات اگر مجھ کو اجازت ہو تو پوچھوں  
حل کرنے کے جس کو حکیموں کے معانات  
جب تک میں جیامیہ لفظ کے نیچے  
کھٹے کی طرح دل میں لکھ سکتی رہی یہ بات  
گفتار کے اسلوب پر قابو نہیں رہتا  
جب رُوح کے اندر مستلاطم ہوں خیالات  
وہ کون سا آدم ہے کہ تو جس کا ہے مہم بود  
وہ آدم حنکی کہ ہے زیرِ سماوات؟  
مشرق کے خداوند سفیدانِ منبرِ نبی  
مغرب کے خداوند درخشندہ فلذات  
یورپ میں بہت روشنی علم ٹپ رہے  
حق یہ ہے کہ بے چشمہ حیاں ہے ظلمات  
رعنائی تعمیر میں رونق میں صفا میں  
اگر جس سے کہیں بڑھ کے ہیں نگوں کی عمارات



ظاہر میں تجارت ہے، حقیقت میں جُبا ہے  
سُو و ایک کالاکھوں کے لیے مرلِ مفاجات  
یہ علم، یہ حکمت، یہ تدبیر، یہ حکومت  
چٹتے ہیں لہو، دیتے ہیں تسلیم مساوات  
بے کاری و غرمانی و مے خواری و افلاس  
کیا کم ہیں منگنی مذہبیت کے مستوحات  
وہ قوم کہ فیضانِ سماوی سے چھوڑا  
حد آس کے کمالات کی ہے برق و بخارا  
ہے دل کے لیے موتِ شینوں کی حکومت  
احساسِ مروت کو نپل دیتے ہیں آلات  
اُتار تو کچھ کچھ نظر آتے ہیں کہ آس  
تدبیر کو تقدیر کے شاطرنے کیا مات  
میخانے کی بنیاد میں آیا ہے تزلزل  
بیٹھے ہیں اسی منکر میں سپہانِ خرابات

چہروں پر جو سرخی لٹن آتی ہے شہرم  
یا عنازہ ہے یا عسروہ یا لی کر امانت  
تو فت اور و عادل ہے مگر تیرے جہاں میں  
میں تلخ بہت بندہ مزدور کے اوقات  
کب ڈوبے گا سر یا پرستی کا بھینسا؟  
دنیا ہے تری منتظر روزِ مکافات!

## فرشتوں کا کیت

عقل ہے بے زمام ابھی عشق ہے بے تمام ابھی  
نقش کبر ازل! ترا نقش ہے تمام ابھی  
خلقِ خدائی لہات میں زند و فقیہ و مرید میر  
تیرے جہاں میں ہے وہی گردشِ صبح و شام ابھی  
تیرے مہرِ مالِ مست تیرے فقیرِ حالِ مست  
بندہ ہے کوچہ گرو ابھی خواجہ بند باہم ابھی

دانش دین و علم و فن بندگی ہو ستم  
عشق کرہ نشاے کافض نہیں ہے عام ابھی  
جو ہر زندگی ہے عشق جو ہے عشق ہے خودی  
اہ کہ ہے یہ تیغ تیز پر دگی نیام ابھی!

## فرمانِ خدا ( فرشتوں سے )

اٹھو! مری دنیا کے غریبوں کو بجا دو  
گرماء و غلاموں کا ٹوسو زینتیں سے  
سُطانی جسمور کا آگ ہے زمانہ  
جس کھیت سے ہمتاں کو میر نہیں روزی  
کیوں خالق و مخلوق میں حائل رہیں ہر دو  
حق را بسجودے نصنماں اب طولی نے  
میں ناخوش و سیزار ہوں مفر کی پہلوں سے  
تہذیب نبی کا کارلہ شیشہ گراں ہے

کلیخ امرا کے در و دیوار بجا دو  
گنیشک فر و ماریہ کو شاہیں سے لڑا دو  
جو نقش کائنات کو نظر آتے رہا دو  
اس کھیت کے ہر خوشہ کندم کو جلا دو  
پیران کلیسا کو کلیسا سے اٹھا دو  
بہتر ہے چراغ حرم و دیر بجا دو  
میرے لیے مٹی کا حرم اور بنا دو  
آداب جنوں شاعر مشرق کو بجا دو!

## ذوق و شوق

(ان اشعار میں سے اکثر فلسطین میں لکھے گئے)

’در بیخ آدم زماں ہمہ بوستان تھی دست زرقن سوئے بوستان‘

قلب و نطنس کی زندگی وشت میں صبح کا سماں  
چشمہ آفتاب سے نور کی تہیاں رواں  
حسن ازل کی ہے نمود، چاک ہے پڑوہ وجود  
دل کے لیے ہزار شود ایک نگاہ کا زیاں  
سرخ و لبوہ بدلیاں چھوڑ گیا سماں شب  
کو چہ اضم کو دے لیا زنگ بزنک طلساں  
کو دے پاک ہے ہوا، برگ نخیل و محل گئے  
ریک نواح کا طنسہ نرم ہے مثل بریاں  
آک بجھی ہوئی اوجسہ زوٹی جوئی طناب ادھر  
کیا خبر اس مقام سے لرزے ہیں کتنے کارواں

اکی صد اے چہرے چہرے تیرا تمام ہے یہی  
ایل و نراق کے لیے عیش و دوام ہے یہی  
کس سے کہوں کہ نہ ہر ہے سے لیے نئے حیات  
کنہ ہے بزم کائنات، تازہ ہیں میرے واردا  
کیا نہیں اور غم نہ نوی کار لہ حیات میں  
بیٹھے ہیں کب سے منتظر ایل جسم کے سہاتا  
ذکر عرب کے سوز میں منکر عجم کے ساز میں  
نے عربی مشاہدات نے جھسی تختیا  
قافلہ حجاز میں ایک حسین بھی نہیں  
گرچہ ہے تاب دار ابھی کیونے و جلد و فرات  
عقل و دل و نگاہ کا مرشد اولیں ہے عشق  
عشق نہ ہو تو شرع دوں بُت کہ تصور اتا  
صدق خلیل بھی ہے عشق، چہرے حسین بھی ہے عشق  
مسرکہ و جود میں بدر و حسین بھی ہے عشق

ایسے کائنات کا مہسبی و پریا ب تو  
نکلے تری تلاش میں قافلہ ہائے رنگ و بو  
جلوتیاں بدرسد کو رنگاہ و نمرود ذوق  
خلوتیاں مے لہہ کم طلب تھی لہہ  
میں کہ مری غزل میں ہے آتشِ الفتہ کا سراغ  
سیری تمام سرگزشت کھوئے ہوں کی جستجو  
باچھریا کی موج سے نشوونما کے خار و خس  
سیرے نفس کی موج سے نشوونما کے آرزو  
خونِ دل جب کہ سے ہے سیری نوا کی پرورش  
ہے رک سز میں ہواں صاحبِ سزا کا لہو  
نقصتِ شمشادہ میں دل بے قرار را  
یک دوشکن زیادہ کن کیوسے تابدار را  
نوح بھی تو، مستلم بھی تو، تیرا وجود اللہ تاب  
گنبدِ ابلیس نہ رنگ تیرے محیط میں حباب

عالم آب و خاک میں تیرے نظور سے فروغ  
ذرتہ ریک کو دیا تو نے طلوع آفتاب  
شوکتِ سخنِ سلیم تیرے حلال کی نمود  
فقیرِ خستہ و باز تیرے اجال بے نقاب  
شوق ترا لرنہ چو میسری نواز کا امام  
میرا قیام بھی حجاب میرا سجود بھی حجاب  
تیسری نگاہ ناز سے دونوں مراد پا گئے  
عقلِ غیاب و جستجو، عشقِ حضور و خطر اب  
تیرے و تارے جہاں کرو شرفِ آفتاب کے  
طبعِ زمانہ تازہ کر جب آؤ بے حجاب کے  
تیری نظر میں ہیں تمام میرے لڑتے روز و شب  
مجھ کو خبر نہ تھی کہ ہے علمِ نخیل بے رطب  
تازہ مرے خمیر میں سرکہ کنسن جو  
عشقِ تمام مصطفیٰ، عقلِ تمام نوبل

کاہنجیلمہ می برو، گاہ بزور می کشد  
عشق کی ابتدا عجب، عشق کی انتہا عجب  
عالم سوز و ساز میں وصل سے بڑھ کے ہے فراق  
وصل میں مرکبِ آرزو، حجب میں لذتِ طلب  
عینِ حوصال میں مجھے حوصلہ نظر نہ تھا  
گرچہ بہانہ جو رہی میسری نکاہے اب  
گر می آرزو منساق، شورشِ ہائے وہو منساق  
موج کی جستجو منساق، قطرے کی آبرو منساق  
پروانہ اور جنگنو

پروانہ  
پروانے کی منزل سے بست تو چنگو  
کیوں آتش بے روزیہ مغرور ہے جنگنو  
جنگنو  
اللہ کا شکر کہ پروانہ نہیں میں  
دریوزہ کو آتش بیگانہ نہیں میں



## جاوید کے نام

خودی کے ساز میں ہے غم جاویدان کل سرائع  
خودی کے سوزے روشن ہیں آنتوں کے چراغ  
یہ ایک بات کہ آدم ہے صاحب مقصود  
ہزار گونہ منروغ و ہزار گونہ منسراع  
ہوتی نہ زراغ میں پیدا بلند پروازی  
غراب گر گنتی شاہیں نیچے کو صحبت زراغ  
جیا نہیں ہے زمانے کی آنکھ میں باقی  
خدا کرے کہ جوانی تری رہے بے داغ  
ٹھہر سکا نہ کسی حنا نقا و میں اقبال  
کہ ہے ظریف و خوش اندیشہ و شکفتہ داغ



## کہلاتی

مے کہے میں ایک دن اک زنبیر کے لئے کہا  
ہے ہمارے شکر کا والی کہلاتے بے جیا  
تاج پسنا ہے کس کی بے گلاہی نے لے  
کس کی عزیزانی نے بخش ہے اسے زریں تبا  
اس کے لب لالوں کی خون بہت کس کشید  
تیرے کھیت کی تھی ہے اس کی لیمیا  
اس کے نعت خانے کی ہر چہ ہے مانگی ہوئی  
دینے والا لون ہے مردِ غریب و بے نوا  
ماننے والا کہ ہے صدقہ ماننے یا خراج  
کوئی ماننے یا نہ ماننے، بسیر و سلطان سب کہلا!  
(ماخذ از انور سی)

## ملا اور بہشت

میں بھی حاضر تھا وہاں ضربِ بطن کرنے کا  
حق ہے جب حضرت ملا کو ملا حکم بہشت  
عرض کی میں نے اُسی امریٰ تقصیر سے  
خوش نہ آئیں گے اے حور و شراب و آبِ کشت  
نہیں فردوس مقامِ بدل و تال و اقول  
بہشت تو تکرار اس لہجہ کے بندے کی کشت  
ہے بد آموزی اقوام و ملل کام اس کا  
اور جنت میں نہ مسجد نہ کلیسا، نہ گنستا!

## دین و ستیا

کلیسا کی بنیاد رُہنیت تھی      سماں کہاں اس فقیری میں پیری  
نصہوت تھی سلطانی و راہی میں      کہ وہ سر بلندی ہے یہ سب زیری

سیاست نے مذہب سے کچھ اٹھڑا  
چلی کچھ نہ سپر کلیما کی پیروی  
ہوتی دین دولت میں جس دم جدائی  
جس کی ایسے ہی جوس کی ذریعہ  
دوئی ملک ہوں کے لیے نامرادی  
دوئی چشم ہندی کی بھبھی  
یہ عجز ہے ایک صحرائش کا  
بشیری ہے آسینہ دار ندیری!

اسی میں حفاظت ہے انسانیت کی  
کہ ہوں ایک خستیدہ اور شیری

## الأرض للعدا!

پاٹ ہے بیج کو رشتی کی تاریکی میں کون  
کون دریاؤں کی موجوں سے اٹھاتا ہے سحاب؟  
کون لایا کھینچ کر پھتھر سے باؤ زکار  
خاک یہ کیس کی ہے کس ہے یہ نورِ آفتاب؟  
کس نے بھروی موتیوں سے خوشہ کندم کی جیب  
موسموں کو بس نے فرسکھلائی ہے خوشے انقلاب؟

وہ چنڈا یا! یہ زیتیں سیرمی نہیں تیریں  
تیرے ابا کی نہیں تیریں سیرمی نہیں

## ایک نوجوان کے نام

ترے صوفے ہیں انگریزی ترے متالین ہیں ایرانی  
لوگو مجھ کو ڈراتی ہے جانوں کی تن آسانی  
امارت کیا ہشکوہ خسروی بھی ہو تو کیا حاصل  
نہ زور سیدی تجھ میں نہ استغنا سے سلمان  
نہ ڈھونڈ اس چیز کو تہذیبِ نصر کی محبتی میں  
کہ پایا میں نے استغنا میں سرِ راجِ سلمان

عقابی رُوح جب بیدار ہوتی ہے جانوں میں  
نظر آتی ہے اس کو اپنی منزلِ آسمانوں میں  
نہ جو نو بید، نو بید سیدی زوالِ علم و عقل ہے  
نہ امید و مومن ہے خدا کے رازدانوں میں

نہیں تیرا دشمنِ قصرِ سلطانی کے گنبد پر  
تو شاہیں ہے بسیرا لہر پہاڑوں کی چٹانوں میں

## نصیحت

بچہ شاہیں سے کہتا تھا عقابِ ساخورد  
اے ترے شہسپہر پر ایساں فوجت چرخ بریں  
ہے شاب اپنے لہو کی آگ میں جلنے کا نام  
سخت کوشی سے ہے تلخ زندگانی انجیس  
جکبوتر پر چھپنے میں مزا ہے اسے پندر!  
وہ مزا شاید کبوتر کے لہو میں بھی نہیں

## لالہ صحرا

یہ گنبدِ سینائی، عینِ الم تنہائی  
مجھ کو تو ڈراتی ہے اس شہت کی پسنائی

بھٹکا ہوا راہی میں بھٹکا ہوا راہی تو  
سنزل ہے کہاں تیری اے لاکھ سرائی!  
حنالی ہے کلیوں سے یہ لوہ و کمر ورنہ  
تو شعلہ سینائی میں شعلہ سینائی!  
تو شاخ کے کیوں چھوٹا میں شاخ کے کیوں ٹوٹا  
اک جذبہ پیدائی اہل لذت کی جانی!  
نعوا جس محبت کا ائمہ کسب ہے جو  
ہر قطرہ دریا میں دریا کی ہے لہرائی  
اُس موج کے ماتم میں دلی ہے بھنورلی آنکھ  
دریا سے اٹھی لیکن ساحل سے نہ ٹلوائی  
ہے کرمی آدم سے ہنکارے عنالمکرم  
سورج بھی تماشائی، تارے بھی تماشائی  
اے بادبیا بانی! مجھ کو بھی عنایت ہو  
حشاموشی و دل سوڑی، سرمستی و عنایتی!

## ساقی نامہ

ہوا خمیر نزن کاروان بسا  
ازم بن گیا دامن کو ہمار  
گل و زکس و سوسن و سترن  
شہید ازل لالہ خونیں لہن  
جہاں چھپ گیا پردہ رنگ میں  
لہو کی ہے گردش رگ سنگ میں  
فضا زبلی زبلی، ہوا میں سرور  
تھہرتے نہیں اشیاں میں طیور  
وہ جوئے کستاں اچھلتی چوٹی  
اچھلتی پھلتی، سنبھلتی چوٹی  
اچھلتی پھلتی، سنبھلتی چوٹی  
بڑے بیچ لھک کر اچھلتی چوٹی  
رنگے جب تو سہل چیر دیتی ہے یہ  
پہاڑوں کے دل چیر دیتی ہے یہ  
ذرا دیکھ اے ساقی لالہ غام!  
پلا دے مجھے وہے پردہ سوز  
وہ جس کے روشن ضمیر حیات  
وہ جس میں ہے سوز و ساز ازل  
سناتی ہے یہ زندگی کا پیام  
کہ آتی نہیں فصل گل روز روز  
وہ جس سے ہے سستی کائنات  
وہ جس سے کھلتا ہے راز ازل



اٹھا ساقیا پروہ اس راز سے  
لڑا دے مموئے کوشباز سے

زمانے کے انداز بدلے گئے  
نیا رال ہے اس زبدلے گئے  
ہوا اس طرح فاشس راز فرنگ  
کہ حیرت میں ہے شیشہ باز فرنگ  
پُرانی سیاست کبریٰ خوار ہے  
زمین میر و سلطان سے بیزار ہے  
کیا دوسرا سرمایہ داری کیب  
تماشا دکھا کر مدار کی کیب  
گراں خواب چینی سنبھلنے لگے  
ہمالہ کے چشمے ایلنے لگے  
دلِ طوہر سینا و فرائد و ہم  
تجلی کا پھر منتظر ہے کلیم  
مسلمان ہے توحید میں کرم جوش  
مگر دل ابھی تک ہے زرتار پوش  
تمدن، تصوف، شریعت، کلام  
بتان عجبم کے پنجہری تمام  
حقیقت خرافات میں کھو گئی  
یہ امت روایات میں کھو گئی  
نُجھاتا ہے دل کو کلامِ خطیب  
مگر لذت شوق سے بے نصیب  
بیان اس کا منطق سے سلجھا ہوا  
نُقت کے بکھیڑوں میں الجھا ہوا  
وہ صوفی کہ تھا حدست حق میں مرد  
محبت میں کیا جرئت میں فرد

عجم کے خیالات میں لکھو گیب یہ سالک معانات میں لکھو گیا  
نبھی عشق کی آگ اندھیر ہے  
مسلمان نہیں راکھ کا ڈھیر ہے

شراب کنن پھر پلا ساقیا وہی جام کروش میں لا ساقیا!  
مجھے عشق کے پر لگا کر اڑا مری حال بگنو بنا کر اڑا  
جنر کو غلامی سے آزاد کر جانوں کو پیروں کا استوار کر  
ہری شہنشاہت تم سے نم سے نفس اس بدن میں تم سے نم سے  
ترپنے پھر کئے کی تو نسیق دے دل ترضیٰ، سوزِ جہتِ دین دے  
جلد سے وہی تیسر پھر پار کر تمنا کو بسینوں میں بیدار کر  
تم سے آسمانوں کے تاروں کی خیر زمینوں کے شب زندہ واروں کی خیر  
جانوں کو سوزِ جہتِ بخش دے مرا عشق میری نظر بخش دے  
مری ناؤ کو داب سے پار کر یہ ثابت ہے تو اس کو سوار کر  
بتا مجھ کو اسرارِ مرگ و حیات کہ تیری نگاہوں میں ہے کائنات  
مرے دیدہ ترکی بے جوابیاں مے دل کی پوشیدہ بے تابیاں

مرے نالائذیم شب کا نیاز  
مری حسرت و اُخسب کا گزار  
اُسنگیں مری آرزو میں مری  
امیدیں مری جستجو میں مری  
مری فطرت آئینہ روزگار  
غیر الان افکار کا مزار  
مرا دل، مری رزم کا حیات  
گمانوں کے لشکرِ یقین کا شہت  
یہی کچھ ہے ساقی مستیِ فقیر  
اسی سے فقیری میں ہوں میں امیر

مرے قافلے میں لٹوے اے

لٹاؤے، ٹھکانے لگاؤے اے!

و ماد م رواں ہے یہ زندگی  
ہر اک شے سے پیدا برم زندگی  
اسی سے ہوتی ہے بدن کی سود  
کہ شعلے میں پوشیدہ ہے موج وود  
گراں گرچہ ہے صحبت آب و گل  
خوش آئی اے محنت آب و گل  
یہ ثابت بھی ہے اور ستیا رہی  
عناصر کے پھندوں سے بیزار بھی  
یہ وحدت ہے کثرت میں ہر دم امیر  
مگر ہر کہیں بے چلوں بے نظیر  
یہ عالم، یہ بیت خانہ شش جہات  
اسی نے تراشا ہے یہ سونات  
پسند اس کو تکرار کی خوشیں  
کہ تو میں نہیں، اور میں تو نہیں

من و شو سے ہے انجمنِ مشرین  
گر صحیح نسل میں خلوت نشین  
چمکاس کی بجلی میں تارے ہیں  
یہ چاندی میں سونے میں پلے میں ہے  
اسی کے بیابان اسی کے نبول  
اسی کے ہیں کانٹے اسی کے ہیں ٹھول  
کہیں اس کی طاقت کا افسار چور  
کہیں اس کے پھندے ہیں جبریلِ خود  
کہیں جبرہ شاہین سیاب تک  
لہو سے چکوروں کے آلودہ چنگ  
کہو تر کہیں اشیانے سے دور

پھڑکتا ہوا حال میں ماہرِ بُو

فریظ ہے کون و ثبات  
ترپت ہے ہر ذرۃ کا سنات  
تھمت رہا نہیں کراؤ ان وجود  
کہ ہر لحظہ ہے تازہ شانِ وجود  
سمجھتا ہے ثوراز ہے زندگی  
فقط ذوق پر داز ہے زندگی  
بہت اس نے دیکھے ہیں پست و بلند  
سفر اس کو منزل سے بڑھ کر پسند  
سفر زندگی کے لیے برکِ حسان  
سفر ہے حقیقت، حضر ہے محبان  
الجبہ کرنا بھنے میں لذت ہے  
ترپتے پھڑکنے میں راحت ہے  
چو اجب اسے سامنا موت کا  
کٹھن تھا بڑا تھا سامنا موت کا

اُتر کر جہاں کائنات میں      رہی زندگی موت کی لگھات میں  
مذاقِ دوئی سے بنی زوج زوج      اٹھی دشتِ کُنسار سے فوج فوج  
گل اس شاخ سے ٹوٹے بھی رہے      اسی شاخ سے پھوٹے بھی رہے  
سمجھتے ہیں ناداں اسے بے ثبات      ابھرتا ہے ہٹ ہٹ کے نقشِ حیات  
بڑھی سینہ جولاں بڑھی زور و سرس      ازل سے ابتدا تک ہم یک نفس

زمانہ کہ زنجیرِ ایام ہے

دُموں کے اُلٹ پھیر کا نام ہے

یہ موجِ نفس کیسا ہے تلوار ہے      خود می کیا ہے تلوار کی جھسا ہے  
خود می کیا ہے رازِ درونِ حیات      خود می کیا ہے بیداری کائنات  
خود می جلوہ بہت و خلوت پسند      سندر ہے ال بوند پانی میں بند  
اندھیرے اُجالے میں ہے تابناک      سن و ٹو میں پیدا من و ثو سے پاک  
ازل اس کے پیچھے اُبھرنے      نہ حد اس کے پیچھے نہ حد سمنے  
زمانے کے دریا میں بہتی ہوئی      ستم اس کی موجوں کے سستی ہوئی  
تجسس کی راہیں بدلتی ہوئی      دما دم نکا ہیں بدلتی ہوئی

سبک اس کے ہاتھوں میں ننگ کر لیں  
سفر اس کا انجام آغا ز ہے  
کرن چاند میں ہے شرر سنگ میں  
اسے واسطہ کیا کم و بیش سے  
ازل سے ہے کشمکش میں امیر  
پہاڑ اس کی ضرروں سے ریکہ روں  
یہی اس کی تقویم کا راز ہے  
یہ بے رنگ ہے ثوب کرنگ میں  
نشیب فراز و پس و پیش سے  
نہوئی خالی اوم میں صورت پذیر

خودی کا شمشین تے گل میں ہے

فداک جس طرح آنکھ کے گل میں ہے

خودی کے نگہبیاں کو ہے زہر ناب  
وہی ناں ہے اس کے لیے ارجند  
فر و مال محسو سے درگزر  
کہ جو جس سے ہر سجدہ تجھ پر حرام  
یہ عالم کہ ہے زینبہ بان موت  
جہاں زندگی ہے فقط خورد و نوش  
سائنہ ایہ تیرا شمشین نہیں  
وہی سجدہ ہے لائق اتہام  
یہ عالم یہ پنہنگارہ رنگ و صوت  
یہ عالم یہ بت خانہ چشم و گوش  
خودی کی یہ ہے سنبل اولیں

ترسی آگ اس خاک واں سے نہیں  
جہاں تجھ کے ٹو جہاں سے نہیں  
بڑے جسا یہ کوہِ گراں توڑ کر  
طلسمِ زمان و سکاں توڑ کر  
خودی شیر بولا، جہاں اس کا صید  
زمین اس کی صید آسماں اس کا صید  
جہاں اور بھی ہیں ابھی بے نمود  
کہ کنالی نہیں ضعیف سیرِ جو  
چراگ منتظف تیری مینار کا  
ترسی شوخی منکر و کردار کا  
یہ ہے مقصدِ گردشِ روزگار  
تو ہے فاتحِ عالمِ نوب و زشت  
تجھے کیا بتاؤں تری سرِ نشت  
حقیقت پر ہے جاہِ صرف تنگ  
حقیقت ہے آئینہٴ گفتارِ زندگ  
فروزاں ہے سینے میں شمعِ نفس  
مگر تابِ نفستِ ارکستی ہے بس!

اگر یک سبرِ نوے برتر پزم  
منرو بخِ تجبلی بسوز پزم



## زمانہ

جو تھا نہیں ہے، جو ہے نہ ہو گا یہی ہے اک حرفِ مہرمانہ  
قریب تر ہے، نو جو جس کی، اسی کا شتاق ہے زمانہ  
ہری صراحی سے قطرہ قطرہ نئے عواطف نیک رہے ہیں  
نیں اپنی تسبیح روز و شب کا شمار کرتا ہوں، انداز  
ہر ایک سے آشنا ہوں، لیکن جدا جدا رسمِ راہ میری  
کسی کا رال، کسی کا کرب، کسی کو عبرت کا آزیانہ  
نہ تھا، اگر تو شریکِ محض، قصور یہ ہے یا کہ تیرا  
ہر اظہارِ حیت نہیں، کہ رملوں کی خاطر ہے، شبانہ  
ہمے جسمِ پیچ، کو نجومی کی آنکھ، چھپاتی نہیں ہے  
ہر فکے سے، کمانہ تیرا، کس کا نظر نہیں جس کی عارفانہ



شفق نہیں سہری اُفق پڑیہ ججے خوں ہے یہ ججے خوں ہے  
طلوع منہ کا منتظر رہ کہ دوشن و امروز سے فنا  
و منہ گزستخ جس نے غزماں کیا ہے فطرت کی طاقتوں کو  
اُسی کی سی تاب بھلیوں سے خطر میں ہے اُس کا آشیانہ  
جو آتیں اُن کی فضا میں اُن کی ہمندر اُن کے جہاز اُن کے  
کرہ بھنور کی گھسٹے تو کیونکر بھنور ہے تھتدیر کا بہا  
جہاں نو ہو رہا ہے پیدا، وہ عالم پیر مر رہا ہے  
جسے منہ گزستدیروں نے بنا دیا ہے قمار خانہ  
جو ہے گوشند تیز لکین چسراغ اپنا جلا رہا ہے  
وہ مرودریش جس کو حق نے ویلے ہیں انداز خسروا



## فرشتے آدم کو جنّت سے رخصت کرتے ہیں

عطا فرمائی ہے تجھے رُز و شب کی بیتابی  
خبر نہیں کہ تُو جنّت کی ہے یا کہ سیلابی  
سنا ہے خاک سے تیری نمود ہے، لیکن  
ترہی پرشت میں ہے کہ لوبی مر تابی  
جمال اپنا اگر خواب میں بھی تو دیکھے  
ہزار ہوش سے خوشتر تری شکنجہ جابی  
گر ان بسے ترا لریہ حسد کا ہی  
اسی سے ہے تر خنسل کُنن کی شاہابی

ترہی نوا سے ہے بے پڑہ زندگی کا ضمیر

کہ تیرے ساز کی فطرت سے کی ہے بضرابی

## رُوحِ ارضی آدم کا استقبال کرتی ہے

کھول آنکھ زمین دیکھ، فضا دیکھ  
شرق سے ابھرتے ہوئے رُوح کو ذرا دیکھ  
اس جلوہ بے پڑہ کو پردوں میں چھپا دیکھ  
ایامِ جدائی کے ستم دیکھ، جفا دیکھ  
بے تاب نہ ہو کہ دیکھ دو رجا دیکھ

ہیں تیرے تصرف میں تباہ لکھنیاں تیں گے کس بد فعاک یہ خاموش فضا میں  
یہ کوہِ حیرا، یہ سندر، یہ ہوائیں تھیں شین نظر کل تو فرشتوں کی ادا میں

اسی دنہ آیم میں آج اپنی ادا دیکھو!  
سجھے کا زمانہ تری آنکھوں کے اشارے دیکھیں گے تجھے دور سے لڑوں کے سارے  
ناپید ترے بحرِ بخشیل کے کنارے پہنچیں گے فلک تک تری آہوں کے سارے  
تعمیرِ خودی کرا اثر اہر اوسا دیکھو!

خوشید جہاں تاب کی صورتیہ شرر میں آباد ہے اک تازہ جہاں تیرے ہنر میں  
چھتے نہیں نکتے ہوئے فردوسِ نظر میں جنتِ تری پنہاں ہے تے خونِ جگر میں  
اے پیکرِ کل کوششِ سیم کی جسزادیکھو!

نالندہ ترے خود کا ہر تارا ازل سے تُو جسِ محبت کا حسریہ ازل سے  
تُو پیرِ غمِ اسرار ازل سے محنت کش و غولِ ریزہ کم ازار ازل سے  
ہے را کب بت دیر جہاں تیری رضا دیکھو!



# پیر و مرید

مریدِ پندہ

چشمِ بینکے ہے جاری جوئے نول علم حاضر سے ہے دین زار و زبوں!

پیرِ رومی

علم را بر تن زنی مارے بود

علم را بر دل زنی یارے بود

مریدِ پندہ

اے امامِ عاشقانِ دوسدا یاد ہے مجھ کو ترا حرفِ بلند

نخک منغر و خشک تار و خشک پست

از کب ساسی ایدایں آواز دوست

دور حاضرست چنگ و بے سوز بے شبات و بے یستین و بے حضور

کیا خبر اس کو کہ ہے یہ راز کیا  
دوست کیا ہے دوست کی آواز کیا  
ادب اور با فروغ و تاب نال  
نغمہ اس کو لکھنیچتا ہے سونے خال

پیر رومی

برسایع راست ہر کس چیز نیت  
طعمہ ہر فرعون کے انجیر نیت

مرید ہندی

پڑھ لیے میں نے علوم شرق و غرب  
روح میں باقی ہے اب تک ہر دو کرب

پیر رومی

دست ہر نائل بیدار کن  
سوتے ماوراء آک تیار کن

مرید ہندی

اے نکتہ تیری سے دل کی کشاد  
کھول مجھ پر نکتہ تیر حکیم جہاد

پیر رومی  
نقش حق را ہم بہ امر حق شکن  
بر زجاج دست گنک دوست نزن

مرید ہندی

ہے نکاح اور ان سے خوب  
خوبست کے خوشتر خوب

پیر رومی  
ظاہر تکرار اس پیدائش و نو  
دست جامہ ہم سے لڑواؤ

مرید ہندی

اس مکتب کا جان گرم خون  
ساحر ہرگزنگ کا صید زبوں!

پیر رومی

مربغ پر ناز ستہ چوں پراں شود  
طعمہ ہرگز بہ دریاں شود

## مرید ہندی

تاجک آویزش دین و وطن جو ہر جہاں پر مستقیم ہے بدن

## پیر رومی

قلب پہلومی زند بازر بشب

انتظار روز می دارو ذہب

## مرید ہندی

ستر آدم سے مجھے آگاہ کر خاک کے ذرے کو مہر و ماہ کر!

## پیر رومی

ظاہر شہ راپشہ آرزو چرخ

ہنش آسمیہ بیفت چرخ

## مرید ہندی

خاک تیرے نور سے روشن بھر غایت آدم خم بند ہے یا نظر؟

پیر رومی

آومی دید است، باقی پوست است  
دید آن باشد کہ دید و دست است

مرید ہندی

زندہ ہے مشرق تری گفتارے امتیں مرقی ہیں کس آزار سے؟

پیر رومی

پیر بلاک اُمت پشیں کہ بود  
ز اُمت بجز بدل سناں بڑ بند عود

مرید ہندی

اب مسلمان ہیں نہیں وہ رنگ و بو نہرو کیونکر ہو گیا اس کا لہو؟

پیر رومی

تاول صہا جب دلے نامد بہ درد  
ہیچ قومے را حند از سوانہ کرو



## مرید ہندی

گرچہ بے رونق ہے بازار وجود کون سے سوئے میں ہے فردوں کا سوؤ؟

## پیر رومی

زیر کی بے سروش و حیرانی نخر  
زیر کی نطن است و حیرانی نظر

## مرید ہندی

ہم نفس میسے سلاطین کے ندیم ہیں فقیر بے کلاہ و بے کلیم!

## پیر رومی

بندۂ یک مرد روشن دل شوی  
بکہ بر فرق سر شاہاں روی

## مرید ہندی

اے شریکِ سستی خاصانِ بد! میں نہیں سمجھا حدیثِ جبر و قدر!

## پیر رومی

بال بازاں را سوئے سلطان برو  
بال ز اغان را بلورستان برو

## مرید ہندی

کار و بار خسروی یا راجہ سی کیا ہے آخر غایت دین نبی؟

## پیر رومی

مصلحت دروین با جنگ و شکوہ  
مصلحت دروین عیسیٰ غار و کوہ

## مرید ہندی

کس طرح قابو میں آئے اب و گل کس طرح بیدار ہو سینے میں ڈل؟

## پیر رومی

بند و باش و بر زمین زوچوں سمند  
چوں جنازہ نے کہ بر گردن برند

## مرید ہندی

سترہویں اور اک میں آتا نہیں کس طرح آتے قیامت کا یقین؟

## پیر رومی

پس قیامت شو قیامت اب میں

دیدن ہر چیز را شرط است ایں

## مرید ہندی

آسماں میں راہ کرتی ہے خودی صید مہر و ماہ کرتی ہے خودی  
بے حضور و با فروغ و بے فراغ اپنے پنچھیروں کے ہاتھوں داغ و داغ!

## پیر رومی

اں کہ از زو صیدِ عشق است و بس

لیکن او کے گنجد اندر واکم کس!

## مرید ہندی

تجھ پہ روشن ہے ضمیر کائنات کس طرح محکم چو ملت کی حیات؟

## پیر رومی

دانہ باشی مرغکانت جرسند

غنچہ باشی کودکانت برکسند

دانہ پنہاں کن سراپا دام شو

غنچہ پنہاں کن لسیا و بام شو

## مرید ہندی

تو یہ کہتا ہے کہ دل کی کرتلاش      طالبِ دل باشی و پرکارِ باشی

جو مرادِ دل ہے مئے سینے میں ہے      میرا جو ہر یہ کہتا ہے

## پیر رومی

تو ہی کوئی مرادِ دل نہیں ہت

دل فرارِ عرشِ باشی نے بہت

تو دلِ خود را ولے پنداشتی

بُستجوے اہلِ دل بگداشتی!

## مرید ہندی

آسمانوں پر مرا نکر بلند      میں زمیں پر خار و زار و وردمند  
کار دنیا میں باجاتا ہوں میں      ٹھوکر میں اس راہ میں کھاتا ہوں میں  
کیوں مرے بس کا نہیں کار زمیں      ابلہ دنیا ہے کیوں اٹاتے ہیں؟

## پیر رومی

اں کہ برانگلاک رفتارش ہو  
برز میں رستن چہ دشوارش ہو

## مرید ہندی

علم و حکمت کا رے کیونکر سراغ      کس طرح ہاتھ آئے سوز و درد و داغ؟

## پیر رومی

علم و حکمت زیاد از ماں جلال  
عشق و وقت آید از ماں جلال

مرید ہندی

ہے زمانے کا قہر ضبا انجمن اور بے خلوت نہیں سوز سخن!

پیر رومی

خلوت از غیب آریا بیغنی زیاد

پوستیں بہرے آمد نے بہار

مرید ہندی

پہند میں اب نور ہے باقی نہ سوز اہل دل اس دس میں ہر تیر روز!

پیر رومی

کار مردان روشنی و گرمی است

کار دونماں جیلہ و بے شرمی است



## جبریل و ابلیس

جبریل

ہمدرد و پریشان کیسا ہے جس کا رنگ و بو؟

ابلیس

سوز و ساز و درد و داغ و جستجوے و آرزو

جبریل

ہر گھڑی انسانک پر رہتی ہے تیری گفتگو  
کیا نہیں ممکن کہ تیرا چاہ و امن ہو فو؟

ابلیس

آہ لے جبریل! تو واقف نہیں اس آرزے  
گر کیا سرتب مجھ کو ٹوٹ کر میرا سبُو  
اب یہاں میری گزار ممکن نہیں ممکن نہیں  
کس قدر خاموش ہے یہ عالم بے کلام و کلام

جس کی نویسی سے چوسو زور و زون کانت  
اُس کے حق میں تَقَطُّوا، اچھا ہے یا لا تَقَطُّوا؟

چہرہ تِل

لکھو ویسے انکار سے تُو نے سقا ماست بند  
چشمِ یزداں میں فرشتوں کی رہی کیا ابرو!

اہلیس

ہے مری جُرا سے شتِ خاک میں ذوقِ نو  
میرے فتنے جاہِ تِل و جنہر و کاتار و پو  
دیکھتا ہے تو فقط حاصل سے رزمِ شہر  
کون طوفاں کے طمانچے لکھا رہا ہے، میں کہ تو؟  
خضر بھی بے دستِ پیار، الیا کس بھی بے دستِ پیار  
میرے طوفاں ہم بے ہم، دریا بہ دریا، جو بہ جو  
کہ کبھی حلاوتِ مستر ہو تو پو صیہ اللہ سے  
قصتِ آدم کو زنجیں کر لیا کس کا لہو!



میں کھٹکتا ہوں دل نیرواں میں کانشے کی طرح  
تو فقط اَللّٰهُ هُوَ ، اَللّٰهُ هُوَ ، اَللّٰهُ هُوَ !

## ادوان

اک رات ستاروں سے کہنا نجمِ سخن نے  
اوم کو بھی دیکھا ہے کسی نے کبھی بیدار؟  
کہنے لگا مرتیخ ، ادا فسم سے تعتیر  
ہے غنڈ ہی اس چھوٹے سے فتنے کو سزاوار  
زہرہ نے کہنا اور کوئی بات نہیں کیا؟  
اس لڑکے کو شب کو رے کیا ہم کو سزاوار؟  
بولا میرے کامل کہ وہ کو کب ہے زینبی  
تم شب کو نمودار چو ، وہ دن کو نمودار  
واقف چو الر لذت بیداری شب سے  
اُونچی ہے شریک سے بھی یہ حال پر اسرار

انگوش میں سس کی وہ تھکتی ہے کہ جس میں  
لکھو جائیں گے افلاک کے سب ثابت و تیار  
ناگاہِ فضل بانگِ اذان سے پُھوئی لبیز  
وہ نعرہ کہ پل جاتا ہے جس سے دل کُسا را

## محبت

شہیدِ محبت نہ کا منہ غازی  
وہ کچھ اوشے ہے محبت نہیں ہے  
یہ جو ہر اک کارِ منہ نہیں ہے  
نہ محتاجِ سلطان نہ عروبِ سلطان  
محبت کی رسمیں نہ ترکی نہ تازی  
سکھاتی ہے جو غمِ نومی کو ایازی  
تو ہیں علم و حکمت فقط شیشہ بازی  
محبت ہے آزادی و بے نیازی

ہر نعمت بہتر ہے اکھڑی سے

یہ آدمِ کرمی ہے وہ آئینہ سازی



## ستارے کا پیغام

مجھے ڈرانہیں سکتی فضائی تاریکی مری سرشت میں ہے پکی و دُورِ نشانی  
تو نے سافرِ شبِ ابد و چراغِ بنِ پناہ کو اپنی رات کو داغِ جگر سے نورانی

## جاوید کے نام

(لندن میں اُس کے ہاتھ کا لکھا ہوا پہلا خط آنے پر)

دیارِ عشق میں اپنا سمت مہیا کر  
خدا اگر وہ فطرت شناس ہے تجھ کو  
نیا زمانہ نئے صبح و شام مہیا کر  
انٹھانہ شیشہ کراں فرنگ کے احساں  
سکوتِ لالہ و گل سے کلام مہیا کر  
میں شاخِ تالِ چوں میری نل ہے میرا سر  
سفالِ ہند سے سینا و جام مہیا کر  
مے شہ سے مے لالہ و جام مہیا کر

مرا طریقِ ایسی نہیں فقیر ہے

خودی نہ بیچِ عہدِ سیر ہے میں نام مہیا کر!



## فلسفہ و مذہب

یہ آفتاب کیا، یہ سپر بریں ہے کیا!  
سمجھا نہیں تسلسلِ شامِ چمک کو میں  
اپنے وطن میں ہوں کہ عنبریتِ الدیار ہوں  
ڈرتا ہوں دلیچہ دیکھ کے اس شت و در کو میں  
کھلتا نہیں مرے حسنِ زندگی کا راز  
لاؤں کہاں سے بندہ صبا حسبِ نغمہ کو میں  
حیراں ہے بوعلی کہ میں آیا کہاں سے ہوں  
رومی یہ سوچتا ہے کہ جاؤں کہہ کو میں  
”جاتا ہوں تھوڑی دُور ہر اک راہِ رو کے ساتھ  
پہچانتا نہیں ہوں ابھی راہِ سبر کو میں“



## یورپ کے ایک خط

ہم خاکِ موسس میں ساحل کے خدیوا اک بھر پراشوب و پراسرار ہے آدمی  
تو بھی ہے اسی قافلہ شوق میں اقبال جس قافلہ شوق کا سالار ہے آدمی  
اس عصر کو بھی اُس نے دیا ہے کوئی پیغام؟  
کتے ہیں چراغِ رہا سراسر ہے آدمی

## جواب

کونباید خورد و جوڑ پھوں خراں آجوانہ در حستن چہ از خواں  
ہر کہ گاہ و جو خورد متسرباں شود ہر کہ نور حق خورد متسراں شود

## نیپولین کے مزار پر

راز ہے راز ہے تفتدیر جہان تک و تراز  
جوشِ کردار سے کھل جاتے ہیں تفتدیر کے آزار

جوشِ کروار سے ششیر سکندر کا طلوع  
کوہِ الوند چو جس کی حرارت سے گداز  
جوشِ کروار سے تیمور کا نیل ہے گیر  
نیل کے سامنے کیا شے ہے نشیب اور فراز  
صہبِ جنگاہ میں مردانِ حند کی تجسیر  
جوشِ کروار سے بنتی ہے حند کی آواز  
ہے مگر فرصتِ کروار نفسِ ناپوس  
عوضِ یکِ نفسِ قبر کی شبِ بے دراز  
”عاقبت منزلِ ماواویٰ خاموشان است  
حالیٰ غفلتہ در سنبدِ افلاک انداز“

## مسوینہ

نڈرتِ فکر و عمل کیا شے ہے ذوقِ انقلاب  
نڈرتِ فکر و عمل کیا شے ہے ہمتِ کاشاب

نڈرتِ فکر و عمل سے معجزاتِ زندگی  
نڈرتِ فکر و عمل سے سنگِ خارہ اسلِ ناب  
رومۃ اللب لب نے ڈر لگوں پہ کیا تیرا ضمیر  
ایٹک می بینیم بہ بیدار است یارب یا بہ جواب  
چشمِ پیرانِ نسن میں زندگانی کا فروغ  
نوجوان تیرے ہیں سوزِ آرزو سے سینہ تاب  
یہ محبت کی حرارت، یہ تمنا، یہ نمود  
فصلِ گل میں پھول روکتے نہیں زیرِ حجاب  
نغمہ ہائے شوق سے تیری فضا مسور ہے  
زخمہ ور کا منتظر تھا تیری فطرت کا رباب  
فیضِ یہ کس کی نظر کا ہے کراست کس کی ہے؟  
وہ کہ ہے جس کی بندگی شعلِ آفتاب



## سوال

اک مجلسِ خود واریہ کہتا تھا خدا سے      نہیں کر نہیں سکتا کلمہ درودِ تیری  
لیکن یہ بتا تیری اجازت سے فرشتے      کرتے ہیں عطارِ درودِ مایہ کو میری

## پنجاب کے وہقان سے

بتا کی تری زندگی کا ہے از      ہزاروں برس سے ہے تو خاک باز  
اسی خاک میں بگتی تیری آگ      سحر کی ازاں چھو گئی اب تو جاگ!  
زمین میں ہے گونا گویوں کی برات      نہیں اس اندھیرے میں اب حیات  
زمانے میں جھوٹا ہے اس کا بھیس      جو اپنی خودی کو پرکھتا نہیں  
ہستانِ شعوب و قبائل کو توڑ      رشوم کٹن کے سلاسل کو توڑ  
یہی وہی حکم یہی مستجاب      کہ دنیا میں توحید ہو بے حجاب

بجاکِ بدن دانہ دل نشاں

کہ اس دانہ واروز حاصلِ نشاں



## نادر شاہ افغان

حضورِ حق سے حلالے کے نولوئے لالا  
وہ ابر جس سے رگِ گل ہے مِشَلِ تمارِ نفس  
بہشتِ راہ میں دیکھا تو چو کیا بیتاب  
عجب مقام ہے سچی چاہتا ہے جاؤں برس  
صدِ بہشت سے آئی کہ منتظر ہے ترا  
ہرات و کابل و غزنی کا سبزۂ نورس  
سرِ شکِ دیدۂ نادر بہ داغِ لالہ نشاں  
چناں کہ آتشِ اورا دگر فروزِ نشاں!



## خوشحال خاں کی وصیت

قبائل ہوں ملت کی وحدت میں گم کہ جو نام آفتابوں کا بلند  
محبت مجھ ان جوانوں سے ہے ستاروں پہ جو ڈالتے ہیں کبند  
مغل سے کسی طرح کست نہیں قسماں کا یہ بچہ از جہند  
کہوں تجھ سے اے ہم نشین دل کی بات وہ مدفن ہے خوشحال خاں کو پسند  
اڈا کر نہ لائے جہاں بادِ کوہ  
مُغل شہسواروں کی گروہ مند

## تاتاری کا خواب

کہیں سجتا وہ عتاسہ ہزن کہیں ترسا بچوں کی چشم بربال!

خوشحال خاں نے ایک پشتہ زبان کا شہسوار وطن دست شاعر تھا جس نے افغانستان کے جنگوں سے آزاد  
کرانے کے لیے سرحد کے افغانی قبائل کی ایک جمیت قائم کی۔ قبائل میں صرف آفریدیوں نے آخر دم تک اس کا  
ساتھ دیا اس کی قرینا ایک سونظوں کا انگریزی ترجمہ ۱۸۹۲ء میں لندن میں شائع ہوا تھا۔

روائے دین و ملت پارہ پارہ  
قباۓ ملک و دولت چاک و درچاک!  
مرا ایساں تو ہے باقی و لیکن  
نہ کھا جائے کہیں شعلے کو خاشاک!  
ہوا ہے شند کی موجوں میں محصور  
سرخند و بھنار الی کھنڈ خاک!

بلدِ اُردو خود چن اکنہ بیسنم

بلا انگشتری و من نگینم

یسا یک پل گئی حنا کِ ترند  
انٹھا تیمور کی تربت سے اک نور  
شفق آمیز تھی انس کی سفیدی  
صدا آئی کہ میں چوں روح تیمور  
اگر محصور ہیں مردانِ تانار  
نہیں اللہ کی تعذیر محصور  
تقاضا زندگی کا کیا یہی ہے  
کہ تورانی جو تورانی سے مجبور؟

’خودی را سوز و تاب بے دیکرے وہ‘

’جہاں را انعتاب بے دیکرے وہ‘

\* یہ شعر معلوم نہیں کس کا ہے، نصیر الدین طوسی نے غالبؔ

’شرح اشعار‘ میں اسے نقل کیا ہے

## حالِ مہتمم

دل زندہ و بیدار اگر چہ تو بتدیج  
بندے کو عطا کرتے ہیں چشمِ نظراں اور  
احوال و مقامات پر موقوف ہے سب کچھ  
ہر لحظہ ہے سالک کا زمان اور مکان اور  
الفاظِ معنائی میں تعناوت نہیں لیکن  
ملا کی اذیاں اور، مجاہد کی اذیاں اور  
برواز ہے دونوں کی اسی ایک فضا میں  
گر لکس کا جہاں اور ہے شاہین کا جہاں اور

## ابوالعلا معری

کہتے ہیں کبھی کوشت نہ کھاتا تھا معری  
پھل پھول پہ کرتا تھا ہمیشہ کز اوقات

✽ ابوالعلا حسنی، عربی زبان کا مشہور شاعر

اک دوست نے بھونا چہا تم تر اے بھیجا  
شاید کہ وہ شاطر اسی ترکیب سے چومات  
یہ خوان ترو تازہ مستری نے جو دکھا  
کنے لگا وہ صاحبِ عنفران \* و لزومات †  
اے مرغاب بیچارہ! ذرا یہ تو بتا تو  
تیرا وہ کس نے کیا تھا یہ ہے جس کی مکافات؟  
افسوس صد افسوس کہ شاہیں نہ بنا تو  
دیکھے نہ تری آنکھ نے فطرت کے اشارات  
تقدیر کے قاضی کا یہ فتویٰ ہے ازل سے  
ہے خبر ہم ضمینی کی سزا مرگِ مفاعبات!



\* عنفران — رسالۃ العنفران مسز می کی ایک مشہور کتاب کا نام ہے

† لزومات — اس کے قصائد کا مجموعہ ہے

## سنیما

وہی بُت فروشی وہی بُت گری ہے      سنیما ہے یا صنعتِ آزری ہے  
وہ صنعت نہ تھی ہشیوہ کافر ہی تھا      صنعت نہیں شیوہِ ساحری ہے  
وہ مذہب تھا اقوامِ عبد کائن کا      یہ تہذیبِ حاضر کی سوداگری ہے

وہ ڈیک کی مٹی یہ فونج کی مٹی

وہ بُت خانہ خالی یہ خاکسری ہے

## پنجاب کے پیر زادوں سے

حاضر ہوا میں شیخ مجتہد کی لحد پر

وہ جنال کہ ہے زیرِ فلکِ مطہر انوار

اس خاک کے ذروں سے ہیں سر زندہ ستارے

اس خاک میں پوشیدہ ہے وہ صاحبِ اسرار

گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے لے لے

جس کے نفسِ گرم سے ہے گرمیِ احرار

وہ ہند میں سرمایہ ملت کا نگہبان  
اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار  
کی عرض یہ میں نے کہ عطا فہم ہو مجھ کو  
اسکھیں مری پسناہیں، لیکن نہیں بیدار  
آئی یہ صد اسلذ فقر ہوا بند  
ہیں اہل نظر کشور پنجاب سے بیزار  
عارف کا ٹھکانا نہیں وہ نقطہ کہ جس میں  
پیدا کلمہ فقر سے جو طُترہ دستار  
باقی کلمہ فقر سے مٹتا ولولہ حق  
طُتروں نے چڑھایا نشہ خدمت سرکار

## سیاست

اس کھیل میں تعین برآ تب ہے ضروری  
شاطر کی عنایت سے تو فرزین میں پیادہ  
یہ چارہ پیادہ تو ہے اک مُترہ چا پسز  
فرزین سے بھی پوشیدہ ہے شاطر کا ارادہ

## فقر

اک فقر رکھتا ہے جس تیا دل کو پختیری  
اک فقر سے کھلتے ہیں اسرار جہاں لیری  
اک فقر سے قوموں میں سکینی ڈال لیری  
اک فقر سے مٹی میں خاصیت اک لیری  
اک فقر ہے شہبازی اس فقر میں ہے میری  
میراث سلسلہ سانی ساری شہبازی

## خودی

خودی کنوے بسیم زر کے عوض نہیں شعلہ دیتے شرک کے عوض  
یہ کہتا ہے منہ دوسری دید اور عجم جس کے کُسمے سے روشن بھر

”زبہر درم شند و بد خو باش

تو باید کہ باشی درم کو مباحش“



## جُدائی

سُورج بُنت ہے تارِ زر سے      وُنیک کے لیے روائے نوری  
عالم ہے خموش وست گویا      ہر شے کو نصیب ہے حضورِ  
دریا، کُسا رہ چاند، تارے      کیا جانیں فراق و ناہبوری

شایاں ہے مجھے عنبرِ جُدائی

یہ ناک ہے محرمِ جُدائی

## خانقاہ

رمز و ایسا اس زمانے کے لیے توں نہیں  
اور آتا بھی نہیں مجھ کو سخن سازی کا فن  
تُم باذن اللہ کہہ سکتے تھے جو نصرت ہوتے  
خانقاہوں میں محب اور رہ گئے یا لور کن!



## ابلیس کی عرضداشت

کہتا تھا عزرا زیل خداوند جہاں سے  
پر کالہ آتش ہوئی آدم کی کھنڈ خاں!  
جاں لاغر و تن مند بہ و بلبوس بدن زیب  
دل نزع کی حالت میں، خرد و نچست و چالاک!  
ناپاک جسے کہتی تھی مشرق کی شریعت  
مغرب کے فقیہوں کا یہ فتویٰ ہے کہ ہے پاک!  
تجھ کو نہیں معلوم کہ حوران بہشتی  
ویرانی جنت کے تصور سے ہیں عنم ناک؟  
جسٹور کے ابلیس ہیں ارباب ریاست  
باقی نہیں اب سیری ضرورت تہ افلاک!



لہو

اگر لہو ہے بدن میں تو خوف ہے نہ ہراس  
اگر لہو ہے بدن میں تو دل ہے بے وسواس  
جسے ملا یہ مستیاع گراں بہا، اُس کو  
نہ سیم وزر سے محبت ہے نہ عنیم افلاس

پرواز

کہا درخت نے اک اور مرغِ صحرائے  
ستم یہ عنیم کدہ رنگ و بو کی ہے بنیاد  
خدا مجھے بھی الکر بال و پر عطا کرتا  
شگفتہ اور بھی ہوتا یہ عالمِ ایب  
دیا جواب اُسے خوب مرغِ صحرانے  
غضب ہے واو کو سمجھنا ہوا ہے تو سدا  
جہاں میں لذت پرواز حق نہیں اُس کا  
وجود جس کا نہیں جذبِ خاک سے آزاد

## شیخ مکتبے

شیخ مکتبے ہے اک عمارت گر جس کی صنعت ہے روح انسانی  
نکتہ دل پذیر ہے کہ گیب ہے حکیم مت آنی  
”پیش خورشید بخش یوا“  
خواہی ار صحن حنا نہ نورانی“

## فلسفی

بند بال تھا، لیکن نہ تھا جسور و غیور  
حکیم سے محبت سے بے نصیب رہا  
پھر افضلوں میں لرس الچہ شاہین رہا  
شکار زندہ کی لذت سے بے نصیب رہا



## شاہیں

کیا میں نے اُس خاکِ اداں سے کنارہ  
بیاباں کی خلوتِ خوش آتی ہے مجھ کو  
نہ باؤ بساری نہ نگہیں، نبلِ بل  
خیا بانوں سے ہے پر یہی لازم  
چولتے بیاباں سے ہوتی ہے کاری  
حمام و کبوتر کا ٹھوکا نہیں میں  
جھپٹنا، پلٹنا، پلٹ کر جھپٹنا  
یہ پورب! یہ پختہ چلوں کی دنیا

جہاں رُزق کا نام ہے آبِ دانہ  
ازل سے ہے فطرتِ مری اہرہ بنا  
نہ بیمار ہی نصیبِ عافیت نہ  
ادا میں ہیں ان کی بہت دُسرہ  
جہاں مرد کی ضربتِ عن زینا  
کہ ہے زندگی باز کی زاید آ  
نہو کرم رکھنے کا ہے اک بہنا  
ہر نیلگوں آسماں بیکرا

پرندوں کی دنیا کا درویش ہوں میں

کہ شاہیں بنانا نہیں ایشیانا



## باغی مُرید

ہم کو تو میسٹر نہیں مٹی کا دیا بھی  
گھر پیر کا بجلی کے چراغوں سے ہے روشن  
شہری ہو، دیہاتی ہو، مسلمان ہے سادہ  
مانڈ بٹاں بچتے ہیں کعبے کے برہمن  
نذرانہ نہیں منو ہے پیرانِ حرم کا  
ہر خرفتر سا کوس کے اندر ہے مہاجن  
میراث میں آتی ہے انھیں سند ارشاد  
زاغوں کے تصرف میں عصابوں کے نشیمن!

## ہارون کی آخری نصیحت

ہارون نے کہا وقتِ رحیل اپنے پسرے  
جائے گا کبھی تو بھی اسی راہ کترے

پوشیدہ ہے کافر کی نظر سے ملک الموت  
لیکن نہیں پوشیدہ مسلمان کی نظر سے

## ماہر نفسیات سے

جبراً ہے تو افکار کی دنیا کے لڑجا  
ہیں محسوس خودی میں ابھی پوشیدہ جزیرے  
کھلتے نہیں اس قلندرِ خاموش کے سرا  
جب تک تو اسے ضربِ کلیمی سے نہ چھیے

## یورپ

تاک میں بیٹھے ہیں مدت سے یہودی سوڈو  
جن کی رو باہمی کے آگے ہیج ہے زور پلنگ  
خود بخود کرنے کو ہے پتے پتے پھل کی طرح  
دیکھیے پڑتا ہے آخر کس کی جھولی میں فرنگ!

(ماخوذ از نطشہ)

## آزادی افکار

جو دُونی فطرت سے نہیں لائق پرواز  
اُس مُرخاب بیچارہ کا انجسام سے اُفتاد  
ہر سینہ نشین نہیں جبریل امین کا  
ہر منکر نہیں طائر فردوس کا صیاد  
اُس قوم میں ہے شوخیِ اندیشہ خطرناک  
جس قوم کے اندر اچوں ہر بندے آزاد  
گو منکرِ خدا واد سے روشن ہے زمانہ  
آزادی انکار ہے ابیس کی ایجاد

## شیر اور خچر

شیر  
ساکنانِ دشت و صحرا میں ہے تو سب سے لگ  
کون ہیں تیرے اب بڈ کس قبیلے سے ہے تو؟



خچتر  
میرے ماموں کو نہیں پہچانتے شاید حضور  
وہ صبار فقار شاہی اہل صہبیل کی ابرو!  
(ماخوذ از جہنم)

## چیونٹی اور عقاب

### چیونٹی

نیں پائمال و خوار و پریشان درو مند  
تیرا مست کم کیوں ہے ستاروں سے بھی بلند؟

### عقاب

تو رزق اپنا ڈھونڈتی ہے خاکِ اہ میں  
نیں نہ سپر کو نہیں لاتا نکاو میں!

## قطعہ

فطرت مری مانند سیم سحری ہے  
رفقار ہے میری کبھی آہستہ کبھی تیز  
پہناتا ہوں اسلس کی قبائل و گل کو  
کرتا ہوں سحر کار کو سوزن کی طرح تیز

## قطعہ

گل اپنے مُردوں کے کہا پیرمناں نے  
قیمت میں یہ معنی ہاؤر ناس کے چند  
زہرا ہے اُس قوم کے حق میں مے افرنک  
جس قوم کے بچے نہیں خود دار و ہنسند



ضربِ کلیم  
یعنی

اعلانِ جنگ، دورِ حاضر کے خلاف

اقبال

نہ کلیم

انکار نازہ

اسم جناب زانہ فریم کے طرف  
( )



تسین صمت کم کی غور طبیعت آزاد  
چوائے سیر مشال نسیم پیدا کر  
ہزار چشمہ تے رنگِ راہ سے چھوٹے  
خودی میں ڈوب کے ضربِ کلم پیدا کر





بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## فہرست

۵۲۱/۲۱ \* اعلیٰ حضرت نواب محمد حمید اللہ خاں  
فرماں روا کے بھوپال کی خدمت میں

۵۲۲/۲۲ \* ناظرین سے

۵۲۳/۲۳ \* تہیہ

۵۲۵/۲۵ اسلام اور مسلمان

۵۲۶/۲۶ ۱ صبح

۵۲۷/۲۷ ۲ لا الہ الا اللہ

۵۲۸/۲۸ ۳ تن بہ تعذیر

۵۲۹/۲۹	۴	معراج
۵۳۰/۳۰	۵	ایک فلسفہ زوہ ستیزاوسے کے نام
۵۳۱/۳۱	۶	زمین و آسماں
۵۳۲/۳۲	۷	سلمان کا زوال
۵۳۲/۳۲	۸	علم و عشق
۵۳۳/۳۳	۹	اجتہاد
۵۳۳/۳۳	۱۰	شکر و شکایت
۵۳۵/۳۵	۱۱	ذکر و منکر
۵۳۶/۳۶	۱۲	مقامے حرم
۵۳۶/۳۶	۱۳	تقدیر
۵۳۷/۳۷	۱۴	توحید
۵۳۸/۳۸	۱۵	علم اور دین
۵۳۸/۳۸	۱۶	چندی سلمان
۵۳۹/۳۹	۱۷	آزادی شمشیر کے اعلان پر



۵۲۰/۳۰	جسار	۱۸
۵۲۱/۳۱	قوت اور دین	۱۹
۵۲۲/۳۲	فقترو و علولیت	۲۰
۵۲۳/۳۳	اسلام	۲۱
۵۲۳/۳۳	حیاتِ ابدی	۲۲
۵۲۴/۳۴	سلطانی	۲۳
۵۲۵/۳۵	صوفی سے	۲۴
۵۲۶/۳۶	افرنگ زوہ	۲۵
۵۲۷/۳۷	تصوف	۲۶
۵۲۸/۳۸	چندی اسلام	۲۷
۵۲۹/۳۹	غزل (دل نرود دل نہیں ہے اے زندو کرو بارہ)	۲۸
۵۵۰/۵۰	ڈنیا	۲۹
۵۵۰/۵۰	نہار	۳۰
۵۵۱/۵۱	وحی	۳۱

۵۵۱/۵۱	شکت	۳۲
۵۵۲/۵۲	عمتِ رسول	۳۳
۵۵۲/۵۲	ستی کردار	۳۴
۵۵۳/۵۳	قبر	۳۵
۵۵۴/۵۴	فتنہ کی چھپان	۳۶
۵۵۵/۵۵	خلفہ	۳۷
۵۵۶/۵۶	مردانِ حُندا	۳۸
۵۵۶/۵۶	کافرو مومن	۳۹
۵۵۷/۵۷	مہدی برحق	۴۰
۵۵۸/۵۸	مومن	۴۱
۵۵۹/۵۹	محمد علی باب	۴۲
۵۵۹/۵۹	تقدیر	۴۳
۵۶۱/۶۱	اے روحِ محمد ﷺ!	۴۴
۵۶۱/۶۱	مذہبِ اسلام	۴۵

۵۶۲/۴۲	راماست	۴۶
۵۶۳/۴۳	فہتر و راہچی	۴۷
۵۶۴/۴۴	غزل (تیری متبع حیات علم و ہنس کلمہ نثر)	۴۸
۵۶۵/۴۵	تسلیم و رضا	۴۹
۵۶۶/۴۶	شگفتہ توحید	۵۰
۵۶۷/۴۷	اسلام اور آزادی	۵۱
۵۶۸/۴۸	جس و تن	۵۲
۵۶۸/۴۸	لاہور و لراچی	۵۳
۵۶۹/۴۹	نبوت	۵۴
۵۷۰/۵۰	ادم	۵۵
۵۷۰/۵۰	مکہ اور جنیوا	۵۶
۵۷۱/۵۱	ایسے پیرِ حرم	۵۷
۵۷۲/۵۲	مہدی	۵۸
۵۷۳/۵۳	مروسلماں	۵۹

۵۷۴/۷۲	پنجابی مسلمان	۶۰
۵۷۵/۷۵	آزادی	۶۱
۵۷۵/۷۵	اشاعتِ اسلامِ فرنگستان میں	۶۲
۵۷۶/۷۶	لا و آلا	۶۳
۵۷۷/۷۷	اُمراءِ عرب سے	۶۴
۵۷۷/۷۷	احکامِ الہی	۶۵
۵۷۸/۷۸	موت	۶۶
۵۷۹/۷۹	مشم باذن اللہ	۶۷

## تعلیم و تربیت

۵۸۱/۸۱		
۵۸۲/۸۲	مقصود	۱
۵۸۲/۸۲	زمانہ حاضر کا انسان	۲
۵۸۲/۸۲	اقوامِ شرق	۳
۵۸۲/۸۲	آکاجی	۴

۵۸۲/۸۲	۵ نصاب حسین مشرق	۵
۵۸۵/۸۵	۴ منبر بی تہذیب	۴
۵۸۵/۸۵	۷ اسرار پیدا	۷
۵۸۶/۸۶	۸ سلطان ٹیمپو کی وصیت	۸
۵۸۷/۸۷	۹ غزل (نہ میں اے جی نہ ہندی، نہ عراقی و حجازی)	۹
۵۸۸/۸۸	۱۰ بیداری	۱۰
۵۸۸/۸۸	۱۱ خودی کی تربیت	۱۱
۵۸۹/۸۹	۱۲ ازادگی و سکندر	۱۲
۵۸۹/۸۹	۱۳ خودی کی زندگی	۱۳
۵۹۰/۹۰	۱۴ حکومت	۱۴
۵۹۱/۹۱	۱۵ چندی مکتب	۱۵
۵۹۲/۹۲	۱۶ تربیت	۱۶
۵۹۳/۹۳	۱۷ خوب و زشت	۱۷
۵۹۳/۹۳	۱۸ مرکب خودی	۱۸

۵۹۴/۹۳	مہمان عزیز	۱۹
۵۹۴/۹۴	عصبر حاضر	۲۰
۵۹۵/۹۵	طالب علم	۲۱
۵۹۵/۹۵	اتحان	۲۲
۵۹۶/۹۶	مذہب	۲۳
۵۹۶/۹۶	حکیم نطشہ	۲۴
۵۹۶/۹۶	اساتذہ	۲۵
۵۹۸/۹۸	غزل (بٹے کا منزل تصور کا اسی کو سراغ)	۲۶
۵۹۹/۹۹	دین و تعلیم	۲۷
۶۰۰/۱۰۰	جاوید سے	۲۸

۶۰۳/۱۰۳

عورت

۶۰۴/۱۰۴

مرد فرنگ

۶۰۴/۱۰۴

ایک سوال

۶۰۵/۱۰۵	۳	پروردگار
۶۰۵/۱۰۵	۴	حیات
۶۰۶/۱۰۶	۵	عورت
۶۰۶/۱۰۶	۶	آزادی نسواں
۶۰۶/۱۰۶	۷	عورت کی حفاظت
۶۰۸/۱۰۸	۸	عورت اور تعلیم
۶۰۹/۱۰۹	۹	عورت

## ۶۱۱/۱۱۱ ادبیات، فنون لطیفہ

۶۱۲/۱۱۲	۱	دین و دنیا
۶۱۳/۱۱۳	۲	تخلیق
۶۱۴/۱۱۴	۳	جنسوں
۶۱۴/۱۱۴	۴	اپنے شہر سے
۶۱۵/۱۱۵	۵	پیرس کی مسجد

۶۱۵/۱۱۵	ادبیات	۶
۶۱۶/۱۱۶	نگاہ	۷
۶۱۷/۱۱۷	مسجدِ قوت الاسلام	۸
۶۱۸/۱۱۸	تیار	۹
۶۱۹/۱۱۹	شعاعِ اُمید	۱۰
۶۲۰/۱۲۰	اُمید	۱۱
۶۲۱/۱۲۱	نگاہِ شوق	۱۲
۶۲۲/۱۲۲	اہلِ شہرے	۱۳
۶۲۳/۱۲۳	غزل (دریا میں موتی، اے موج بے باک)	۱۴
۶۲۴/۱۲۴	وجود	۱۵
۶۲۵/۱۲۵	سرود	۱۶
۶۲۶/۱۲۶	نسیم و شبنم	۱۷
۶۲۷/۱۲۷	اہرامِ مصر	۱۸
۶۲۸/۱۲۸	مخوفاتِ شہر	۱۹
۶۲۹/۱۲۹		



۶۳۰/۱۳۰	اقبال	۲۰
۶۳۱/۱۳۰	مننون لطیف	۲۱
۶۳۱/۱۳۱	صبحِ حسن	۲۲
۶۳۲/۱۳۲	حنا قانی	۲۳
۶۳۳/۱۳۳	رومی	۲۴
۶۳۳/۱۳۳	جنت	۲۵
۶۳۴/۱۳۴	مرزا بیگل	۲۶
۶۳۵/۱۳۵	جلال جبال	۲۷
۶۳۵/۱۳۵	مصوّر	۲۸
۶۳۶/۱۳۶	سرو و جلال	۲۹
۶۳۷/۱۳۷	سرو و حرام	۳۰
۶۳۸/۱۳۸	نقارہ	۳۱
۶۳۸/۱۳۸	شاعر	۳۲
۶۳۹/۱۳۹	شعرِ عجم	۳۳

۶۴۰/۱۴۰	خبر و دران چند	۳۴
۶۴۱/۱۴۱	مرد بزرگ	۳۵
۶۴۲/۱۴۲	عالم نو	۳۶
۶۴۲/۱۴۲	ایجاب و معانی	۳۷
۶۴۳/۱۴۳	موسیقی	۳۸
۶۴۳/۱۴۳	ذوقِ نطنز	۳۹
۶۴۴/۱۴۴	شعر	۴۰
۶۴۴/۱۴۴	رقص و موسیقی	۴۱
۶۴۵/۱۴۵	ضابط	۴۲
۶۴۵/۱۴۵	رقص	۴۳

## سیاسیاتِ مشرق و مغرب

۶۴۸/۱۴۸	اشتراکیت	۱
۶۴۹/۱۴۹	کارل مارکس کی آواز	۲

۶۴۹/۱۴۹	انتخاب	۳
۶۵۰/۱۵۰	خوشامد	۴
۶۵۰/۱۵۰	مناصب	۵
۶۵۱/۱۵۱	یورپ اور یہود	۶
۶۵۲/۱۵۲	تفہیماتِ اسلامی	۷
۶۵۳/۱۵۳	بلشویک روس	۸
۶۵۳/۱۵۳	آج اور کل	۹
۶۵۳/۱۵۳	شرق	۱۰
۶۵۴/۱۵۴	سیاستِ افغان	۱۱
۶۵۵/۱۵۵	خواجہ بکلی	۱۲
۶۵۵/۱۵۵	عنداسوں کے لیے	۱۳
۶۵۶/۱۵۶	اہلِ مصر	۱۴
۶۵۷/۱۵۷	ابی سینیا	۱۵
۶۵۸/۱۵۸	ابلیس کا فرمان اپنے سیاسی فرزندوں کے نام	۱۶

۶۵۹/۱۵۹	جمعیت اقوام شرق	۱۷
۶۶۰/۱۶۰	سلطانی جاوید	۱۸
۶۶۰/۱۶۰	جمہوریت	۱۹
۶۶۱/۱۶۱	یورپ اور شوریا	۲۰
۶۶۱/۱۶۱	سوئین	۲۱
۶۶۳/۱۶۳	نگہ	۲۲
۶۶۳/۱۶۳	انتداب	۲۳
۶۶۴/۱۶۴	لاوین سیاست	۲۴
۶۶۵/۱۶۵	وام تہذیب	۲۵
۶۶۶/۱۶۶	نصیحت	۲۶
۶۶۷/۱۶۷	ایک بحری قزاق اور سکندر	۲۷
۶۶۸/۱۶۸	جمعیت اقوام	۲۸
۶۶۸/۱۶۸	شام و فلسطین	۲۹
۶۶۹/۱۶۹	سیاسی پیشوا	۳۰

۶۶۹/۱۶۹	تفہیماتِ علامی	۳۱
۶۷۰/۱۷۰	عناصروں کی نسا	۳۲
۶۷۱/۱۷۱	فلسفہ عربی	۳۳
۶۷۲/۱۷۲	مشرق و مغرب	۳۴
۶۷۲/۱۷۲	تفہیماتِ حالیہ	۳۵

## ۶۷۳/۱۷۳ محرابِ گل افغان کے افکار

۶۷۳/۱۷۳	میر کے کستان بے تہ چھوڑ کے جاؤں کس	۱
۶۷۵/۱۷۵	حقیقتِ ازلی ہے رقابتِ اقوام	۲
۶۷۶/۱۷۶	تیری وعائے قضا تو بدل نہیں سکتی	۳
۶۷۶/۱۷۶	کیا چرخِ کج رو، کیا مسر کیا ماہ	۴
۶۷۸/۱۷۸	یہ در سیر، پھیل، یہ غوغائے روارو	۵
۶۷۹/۱۷۹	جو عالمِ ایجاد میں ہے صاحبِ ایجاد	۶
۶۸۰/۱۸۰	رومی بدلے، ہاشمی بدلے، بدلائندستان	۷

- ۶۸۱/۱۸۱ زراغ کست ہے نہایت بد نما ہیں تیرے پر ۸
- ۶۸۲/۱۸۲ عشقِ لطیف میں منہ رو مایہ نہیں شل ہوں ۹
- ۶۸۳/۱۸۳ وہی جواں ہے قبیلے کی آنکھ کا تارا ۱۰
- ۶۸۴/۱۸۴ جس کے پر تو سے منور رہی تیری شب بوش ۱۱
- ۶۸۴/۱۸۴ لادینی و لاطینی کس پیچ میں الجھاٹو! ۱۲
- ۶۸۵/۱۸۵ مجھ کو تو یہ دنیا نظر آتی ہے دلکوں ۱۳
- ۶۸۶/۱۸۶ بے خبر آتب رندانہ عشق ہے بے باہمی ۱۴
- ۶۸۷/۱۸۷ ادم کا ضمیر اس کی حقیقت پہ ہے شاہ ۱۵
- ۶۸۷/۱۸۷ قوموں کے لیے موت ہے مرکز سے جدائی ۱۶
- ۶۸۸/۱۸۸ آگ اس کی پھونک مٹی ہے برناو پیر کو ۱۷
- ۶۸۹/۱۸۹ نیکلت خوب کہا شیر شاہ سُوری نے ۱۸
- ۶۹۰/۱۹۰ نگاہ وہ نہیں جو سرخ وزرد پہچانے ۱۹
- ۶۹۱/۱۹۱ فطرت کے مقاصد کی کرتا ہے گنجبانی ۲۰



علی حضرت نواب محمد اللہ خاں مانروا سے جو پال  
کی خدمت میں

زمانہ با اُمم ایشیا چہ کر دو گند  
کے نہ بود کہ اس دستاں فرو خواند  
تو صاحب نظر می آنچه در ضمیر سیر است  
دل تو بیند و اندیشہ تو می داند  
بگھیر این سہ ماہ بہ سار از من  
کہ گل بدست تو از شاخ تازہ تر ماند

## ناظرین سے

جب تک نہ زندگی کے حقائق پر چوڑھ  
تیرا زُجاج ہونے کے کا حریف نہ  
یہ زور دست و ضربت کا رہی کبھی مقام  
میدانِ جنک میں نہ طلب کر نواسے چنک  
خونِ دل جسک سے ہے طرہ یہ حیات  
فطرت لہو ترنگ ہے عنافل! نہ جل ترنگ





# تمہیں



نہ دُور میں نہ حُرم میں خودی کی بیداری  
کہ خاوراں میں ہے قوموں کی رُوح تریاکی  
اگر نہ سہل چوں تجھ پر زمیں کے ہنگامے  
بُری ہے سستی اندیشہ ہائے افلاکی  
ترمی نجات عنہم مرگ سے نہیں ممکن  
کہ تُو خودی کو سمجھتا ہے پیکرِ خاکی  
زمانہ اپنے حوادث چھپا نہیں سکتا  
ترا حجاب ہے قلب و نظر کی ناپاکی

عطا ہوا جس کا شاہک ایسیا مجھ کو  
کہ میرے شعلے میں ہے سرکشی و بربانی!



تراکنا ہے قہرِ اقبال! مجلسِ آرائی  
اگرچہ تُو ہے مثالِ زمانہ کم پونہ  
جو گوشتار کے ٹوکر تھے اُن عسیروں کو  
ترمی نوانے دیا ذوقِ جذبہ ہائے بلند  
تڑپ رہے ہیں فضا ہائے نیکیوں کے لیے  
وہ پرشکستہ کہ صحنِ سر میں تھے خورند  
ترمی سزا ہے نوائے سحر سے محرومی  
مقامِ شوق و سرورِ وطن سے محرومی

# اسلام اور مسلمان

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

صُبح

یہ سحر جو کبھی فردا ہے کبھی ہے امروز  
نہیں معلوم کہ ہوتی ہے کہاں سے پیدا  
وہ سحر جس سے لرزتا ہے شبستانِ جود  
ہوتی ہے بندۂ موسیٰ کی اذواں سے پیدا

---

\* بھوپال (شیش محل) میں لکھے گئے

## لا الہ الا اللہ

خودی کا سترہ نہاں لا الہ الا اللہ  
خودی ہے تیغ، فساں لا الہ الا اللہ  
یہ دور اپنے براہِ سیم کی تلاش میں ہے  
صنم کدہ ہے جہاں لا الہ الا اللہ  
رکھا ہے تُو نے ستیع عنرور کا سودا  
فریب سُو و زیاں لا الہ الا اللہ  
یہ مال و دولت دنیا، یہ رشتہ و پیوند  
بُتائیں وہم و گمناں لا الہ الا اللہ  
بخر و ہوتی ہے زمان و مکاں کی زُناری  
نہ ہے زمان نہ مکاں لا الہ الا اللہ

یہ نعمتِ فصلِ گل و لالہ کا نہیں پابند  
بہار ہو کہ خیزاں، لا الہ الا اللہ  
اگرچہ بُت ہیں جماعت کی استینوں میں  
مجھے ہے حکمِ اذان، لا الہ الا اللہ

## تن بہ تقدیر

اسی قرآن میں ہے اب ترکِ جہاں کی تسلیم  
جس نے مومن کو بنایا مد و پرویں کا امیر  
تن بہ تقدیر ہے آج اُن کے عمل کا انداز  
تھی نہاں جن کے ارادوں میں خدا کی تقدیر  
تھا جو ناخوب بتدیج و ہی خوب ہوا  
کہ غلامی میں بدل جاتا ہے قوموں کا ضمیر



## معراج

وے ولولہ شوق جے لذت پر طراز  
کر سکتا ہے وہ ذرہ مرہوس کو تاراج  
مشکل نہیں یارانِ حینِ مہر کرباز  
پرسوز اگر چہ نفسِ سینہ درعراج  
ناوک ہے سلمانِ عرف اس کا شہ تیما  
ہے سرسرا پوہ جان نکستہ معراج  
تو معنیِ وا لخبسم نہ سمجھا تو عجب کیا  
تھے تیرا مد و جزر ابھی چاند کا محتاج



# ایک فلسفہ زدہ سیدنا کے نام

تُو اپنی خودی اگر نہ کھوتا  
ہیکل کا صدف لہر سے خالی  
محکم کیسے ہو زندگانی  
اوم کو ثبات کی طلب ہے  
ذنیالی عشا چوبسک اشراق  
میں اصل کا خاص سوساتی  
تو سید ہاشمی کی اولاد  
ہے فلسفہ میرے آب و گل میں  
اقبال اگر چہ بے مُنہ ہے  
شعلہ ہے تیرے بطنوں کا بے سوز  
انجام جنسِ مرد ہے بے حضوری  
افکار کے نغمہ ہاتے بے صوت

زَناری بگساں نہ ہوتا  
ہے اُس کا طلسم سب خیالی  
کس طرح خودی ہو لازمانی  
دستور حیات کی طلب ہے  
سومن کی اواں بیدائسے آفاق  
ابا مرے لاتی و سناتی  
میری لفظِ خال برہمن اُ  
پوشیدہ سے ریشہ ٹائے دل میں  
اس کی رل رل سے بانجبر ہے  
سُن مجھ سے بیکت بدل افزو  
ہے فلسفہ زندگی سے سُوری  
ہیں فوقِ عمل کے واسطے موت



دیں مسکابِ زندگی کی تقویم      دینِ سیر محمد و براءِ سیم  
دل در سخنِ مستندی بند      اے پورِ عشقِ زبوعِ علی چند

چوں دیدۂ راہ میں نداری  
قایدِ تشری بہ از بخاریؑ

## زمین و آسماں

ممکن ہے کہ تُو جس کو سمجھتا ہے بہاراں  
آوروں کی نگاہوں میں وہ موسمِ ہونخراں کا  
ہے سلسلہ احوال کا چرِ لُحْطِ سرِ دگرگوں  
اے ساکبِ رہِ منکر نہ کر سو دوزیاں کا  
شاید کہ زمیں ہے یہ کسی او جہاں کی  
تُو جس کو سمجھتا ہے فلک اپنے جہاں کا!

\* فارسی اشعارِ حکیم خاتنی کی 'شحفۃ العراقرین' سے ہیں

## مسلمان کا زوال

اگرچہ زر بھی جہاں میں ہے قاضی الحجابات  
جو فقر سے ہے ملتیر، تو نگری سے نہیں  
اگر جواں ہوں مری قوم کے جنور و غسیور  
قلندر مری کچھ کم سکندری سے نہیں  
سبب کچھ اور ہے، تو جس کو خود سمجھتا ہے  
زوال بندہ سوسن کا بے زری سے نہیں  
اگر جہاں میں مرا جو پر آشکار ہوا  
قلندر مری سے ہوا ہے، تو نگری سے نہیں

## علم و عشق

علم نے مجھ سے کہا عشق ہے دیوانہ پن  
عشق نے مجھ سے کہا علم ہے تخمین وطن

بند و تھمیں وطن! کرم کتابی نہ بن  
عشق سراپا حضور، علم سراپا حجاب  
عشق کی گرمی سے ہے سرکہ کائنات  
علم مع تمام صفات، عشق تماشا ہے ذات  
عشق سکون و ثبات، عشق حیات و ممات  
علم ہے پیدا سوال، عشق ہے پیناں جواب  
عشق کے ہیں سحرزات سلطنت و فقر و دین  
عشق کے ادنیٰ عن سلام صاحب تاج و نگین  
عشق مکان و مکین، عشق زمان و زمیں  
عشق سراپا یقین، اور یقین فتح باب  
شرع محبت میں ہے عشرت منزل حرام  
شورش طوفان حلال لذت ساحل حرام  
عشق پہ بس حلال، عشق پہ حاصل حرام  
علم ہے ابن الکتاب، عشق ہے اُم الکتاب

## اجتہاد

چند میں حکمت دین کوئی کہاں سے کیجے  
نہ کہیں لذت کروار، نہ افکار عمیق  
حلقہ شوق میں وہ جرات اندیشہ کہاں  
او محکومی تہتید وزوال تحقیق!  
خود بدلتے نہیں قرآن کو بدل دیتے ہیں  
ہوتے کس درجہ فقہیان حرم بے توفیق!  
ان علاموں کا یہ سلب ہے کہ ناقص ہے کتاب  
کہ کھاتی نہیں مومن کو غلامی کے طریق!

## شکر و شکریت

میں بندہ ناداں ہوں مگر شکر ہے تیرا  
رکھتا ہوں نہاں خانہ لاٹھوت ہے پیوند

اک ولولہ تازہ دیا میں نے دلوں کو  
لاہور سے تا خاکِ بخارا و سمرقند  
تاشیر ہے یہ میرے نفس کی کہ خزان میں  
مُرغانِ سخاں مری صحبت میں ہیں خورشید  
لیکن مجھے پیدا کیا اُس دس میں تو نے  
جس دس کے بندے ہیں عنِ اسلامی پُرِضامند!

## ذکر و فکر

یہ ہیں سب ایک ہی سالک کی جستجو کے مقام  
وہ جس کی شان میں آیا ہے 'عظم الاسما'  
مقامِ ذکر، کمالاتِ روحی و عطار  
مقامِ فکر، مقالاتِ بوعلی سینا  
مقامِ فکر ہے پیمائشِ زمان و مکان  
مقامِ ذکر ہے سبحانِ ربّی الاعلیٰ

## ملائے حرم

عجب نہیں کہ خدا تک ترسی رسائی ہو  
ترسی ننگہ سے ہے پوشیدہ آدمی کا مقام  
ترسی نماز میں باقی حلال ہے، نہ جمال  
ترسی اذہاں میں نہیں ہے مری جس کا پیام

## تقدیر

نا اہل کو حاصل ہے کبھی قوت و جبروت  
ہے خوار زمانے میں کبھی جو سہر ذاتی  
شاید کوئی منطق ہو نہماں اس کے عمل میں  
تقدیر نہیں تابع منطق نطن راتی  
ہاں ایک حقیقت ہے کہ معلوم ہے سب کو  
تاریخ اہم جس کو نہیں ہم سے چھپاتی

پہر لخط ہے قوموں کے عمل پر نظر اس کی  
بڑاں صفت تیغ دوپیکر نظر اس کی!

## توحید

زندہ ٹوست تھی جہاں میں یہی توحید کبھی  
آج کیا ہے فقط الٰہ سئلہ علم کلام  
روشن اس ضو سے الرظمت کردار نہ جو  
خو مسلمان سے ہے پوشیدہ مسلمان کا مقام  
میں نے لے لیر سپہ تیری سپہ دلہی ہے  
قل ۛ ہوا اللہ کی ششیرے خالی ہیں نیام  
آہ! اس راز سے اقص ہے نہ تولا، فقیر  
وحدت افکار کی بے وحدت کرا ہے خام  
قوم کیا چیز ہے قوموں کی امامت کیا ہے  
اس کو کیا سمجھیں یہ بیچارے دور کھٹے امام!

## علم اور دین

وہ علم اپنے بٹوں کا ہے آپ ابراہیم  
کیا ہے جس کو خدا نے دل و نطق کا دیم  
زمانہ ایک حیات ایک کائنات بھی ایک  
دلیل کم نطری قصہ جدید و قدیم  
چمن میں تربیتِ غنچہ پر نہیں سکتی  
نہیں ہے قطرہ شبنم اگر شرابِ نسیم  
وہ علم کم بصیری جس میں ہمکنار نہیں  
تجلیاتِ حکیم و مشاہداتِ حکیم!

## چندی مسلمان

خدا و وطن اس کو بتاتے ہیں بڑھمن  
انگریز سمجھتا ہے مسلمان کو کداگر



پنجاب کے اربابِ نبوت کی شہریت  
کہتی ہے کہ یہ مومن پارینہ ہے کافر  
آوازِ حق اٹھتا ہے کب اور کدھر سے  
دسکیں و لگم ماندہ دریں شکش اندر

## ازادی شیر کے اعلان پر

سوچا بھی ہے اے مردِ مسلمان کبھی تو نے  
کیا چیز ہے فولاد کی شیرِ حکمروار  
اُس بیت کا یہ مصرعِ اول ہے کہ جس میں  
پوشیدہ چلے آتے ہیں توحید کے اسرار  
ہے منکر مجھے صبحِ ثانی کی زیادہ  
اللہ کے تجھ کو عطا فقر کی تلوار  
قبضے میں یہ تلوار بھی آجاتے تو مومن  
یا حنّٰلہ جاننا ہے یا حیثِ درگزار

## جہاد

فتویٰ ہے شیخ کا یہ زمانہ مسلم کا ہے  
دُنیا میں اب رہی نہیں تلوار کا رگ  
لیکن جناب شیخ کو معلوم کیا نہیں؟  
مسجد میں اب یہ وعظ ہے بے سود بے اثر  
تیغ و تفتاک دست مسلمان میں ہے کہاں  
جو بھی تو دل میں موت کی لذت سے بے خبر  
کافر کی موت سے بھی لڑتا جو جس کا دل  
کہتا ہے کون اُسے کہ مسلمان کی موت مر  
تعلیم اُس کو چاہیے ترکِ جہاد کی  
دُنیا کو جس کے پنجہ خونیں سے ہو خطر  
باطل کے فال و فر کی حفاظت کے واسطے  
یورپ زرہ میں ڈوب گیا دوشن تا کمر

ہم پوچھتے ہیں شیخ گلینا نواز سے  
مشرق میں جنک شر ہے تو مغرب میں بھی ہے شر  
حق سے اگر غرض ہے تو زیبا ہے کیا یہ بات  
اسلام کا محاسبہ یورپ سے درگزر!

## قوت اور دین

اسکندر و چنگیز کے ہاتھوں سے جہاں میں  
سوار ہوتی حضرت انساں کی قبا چاک  
تاریخ اہم کا یہ پیام اڑلی ہے  
صاحب نظراں ایشہ قوت ہے خطرناک  
اس سیل بک سیر و زمین لیر کے آگے  
عقل و نظر و علم و ہنس نہیں خاشاک  
لاویں جو تو ہے زہر ہلا ہلا سے بھی بڑھ کر  
جو دیں کی حفاظت میں تو ہر زہر کا تریاک

## فقر و ملوکیت

فقر جنگاہ میں بے ساز و یراق آتا ہے  
ضرب کاری ہے اگر سینے میں ہے قلب سلیم  
اس کی بھستی ہوتی ہے بالی و بے مآبی سے  
تازہ ہر عہد میں ہے قصہ فرعون و کلیم  
اب تراؤور بھی آئے کو ہے افسانہ غریب  
کھا گئی رُوح منسنی کو ہوائے زور و سیم  
عشق ہستی نے کیا ضبطِ نفس مجھ پہ حرام  
کہ کرہ غنچے کی کھلتی نہیں بے موج نسیم



## اسلام

روح اسلام کی ہے نورِ خودی نارِ خودی  
زندگانی کے لیے نارِ خودی نور و حضور  
یہی چرچہ کی تقویم، یہی اصل نمود  
گرچہ اس روح کو فطرت نے رکھا ہے ستور  
لفظِ اسلام سے یورپ کو الرکد ہے تو خیر  
دوسرا نام اسی دین کا ہے 'فہرستِ غمخور'

## حیاتِ ابدی

زندگانی سے صدفِ قطرہ نسیاں ہے خودی  
وہ صدف کیا کہ جو قطرے کو لہر کر کے  
ہو اگر خود نگر و خود کر و خود گیسرِ خودی  
یہ بھی ممکن ہے کہ تو موت سے بھی مر نہ سکے

## سُلطانی

کئے خبر کہ ہزاروں مستم رکھتا ہے  
وہ فہم جس میں ہے بے پڑہ روح قرآنی  
خود ہی کو جب نبط سراتی ہے قاہری اپنی  
یہی مستم ہے کہتے ہیں جس کو سلطانہ  
یہی مستم ہے ہوسن کی قوتوں کا عیا  
اسی مستم سے آدم ہے ظل سبحانی  
چیز بر وقہر نہیں ہے یہ عشق ہستی ہے  
کہ جب بر وقہر سے ممکن نہیں جہاں بانی  
کیا گیا ہے غلامی میں بستلا تجھ کو  
کہ تجھ سے ہو نہ سکی فہم کی نگہ بانی

---

❁ ریاض منزل (دولت کدہ سرسرس سوڈ) بھوپال میں لکھے گئے

سُوالِ ماہِ چمکتا تھا جس کا دُعا سچو  
خبرِ بدلی ہے من رنجی نے وہِ سلمانی  
ہوا حریفِ سر و آفتاب تو جس سے  
رہی نہ تیرے ستاروں میں وہ دُرِ خسانی

## صُوفی سے

ترمی نگاہ میں ہے معجزات کی دنیا  
مری نگاہ میں ہے حادثات کی دنیا  
تخیلات کی دنیا غریب ہے لیکن  
غریب تر ہے حیات و ممات کی دنیا  
عجب نہیں کہ بدل دے اسے نگاہِ تری  
بجا رہی ہے تجھے مُمکنات کی دنیا



## آفرنگ زدہ



ترا وجود سراپا تجہتی آفرنگ  
کہ تو وہاں کے عمارت کروں کی ہے تعمیر  
مگر یہ پیکر خالی خودی سے ہے حالی  
فقط نیام ہے تو، زرنکار و بے شیر!



تری نگاہ میں ثابت نہیں خدا کا وجود  
میری نگاہ میں ثابت نہیں وجود ترا  
وجود کیا ہے فقط جوہر خودی کی نمود  
کہ اپنی منکر کہ جوہر ہے بے نمود ترا



## تصوف\*

یہ حکمت غلوئی ، یہ عظیم لاجوتی  
حرم کے درو کا درماں نہیں تو کچھ بھی نہیں  
یہ ذکر نیم شبی ، یہ مراقبے ، یہ سرور  
ترسی خودی کے نگہباں نہیں تو کچھ بھی نہیں  
یہ عیقل جو مہ و پرویں کا کھیلتی ہے شکار  
شریک شورش پہاں نہیں تو کچھ بھی نہیں  
خرد نے کہہ بھی دیا لالہ تو کیا حاصل  
دل و نگاہ مسلمان نہیں تو کچھ بھی نہیں  
عجب نہیں کہ پریشاں ہے گفتگو میری  
فروغ صبح پریشاں نہیں تو کچھ بھی نہیں

---

\* ریاض منزل (دولت کدہ سر اس مسعود) بھوپال میں لکھے گئے

## چندی اسلام

ہے زندہ فقط وحدت افکار سے ملت  
وحدت چو فنا جس سے وہ الہام بھی الحاد  
وحدت کی حفاظت نہیں بے قوت بازو  
آتی نہیں کچھ کام یہاں عقل حاد  
اے مرد خدا! تجھ کو وہ قوت نہیں حاصل  
جا بیٹھ کسی عنار میں اتنا لوگر یاد  
سکینی و محاسمی و نویسی دی جاوے  
جس کا یہ تصوف چو وہ اسلام کر ایجاد  
ملا کو جو ہے چند میں سجدے کی اجازت  
ناداں سمجھتا ہے کہ اسلام ہے آڑا



## غزل

دل مردہ دل نہیں ہے، اسے زندہ کر دو بارہ  
کہ یہی ہے امتوں کے مرضِ کُنن کا چارہ  
ترا بھر پیکوں ہے، یہ سیکوں سے یا فسوں سے؟  
نہ شہنک ہے نہ طوفان، نہ خرابی کنارہ!  
تُو ضمیرِ آسماں سے ابھی آشنا نہیں ہے  
نہیں بے ترار کرتا تجھے غمزہ ستارہ  
ترے نیستیاں میں ڈالا مرے نعمتِ سحر نے  
مری خالک پے سپر میں جو نہاں تھا ال شرارہ  
نظر آتے گا اسی کو یہ جہانِ دوش و فردا  
جسے آگئی سیتسر مری شوخیِ نطنارہ



## وُسیا

مجھ کو بھی نظر آتی ہے یہ بُوقلمونی  
وہ چاند، یہ تارا ہے، وہ پتھر، یہ نگین ہے  
دیتی ہے مری چشم بصیرت بھی یہ فتویٰ  
وہ کوہ، یہ دریا ہے، وہ گردوں، یہ زمیں ہے  
حق بات کو لیکن میں ٹھپا کر نہیں رکھتا  
تُو ہے، تجھے جو کچھ نظر آتا ہے، نہیں ہے!

## نماز

بدل کے بھیس پھر آتے ہیں ہر زمانے میں  
اگرچہ پیر ہے آدم، جو ان ہیں لات و منات  
یہ ایک سجدہ جسے تو کراں سمجھتا ہے  
ہزار سجدے سے دیتا ہے آدمی کو نجات!

## وہمی

عقل بے مایہ امامت کی سزاوار نہیں  
راہبر جو ظن و تخمین تو زبوں کار حیات  
فکر بے نور ترا، جذبِ عمل بے بنیاد  
سخت مشکل ہے کہ روشن ہو شبِ تاری حیات  
خوب و ناخوب غسل کی پورہ وا کیونکر  
گر حیات آپ نہ ہو شارح اسرار حیات!

## شکست

مجاہدانہ حرارت رہی نہ صوفی میں  
بہانہ بے غسل کا بنی شرابِ است

---

\* ریاض منزل (دولت کدہ سر اس سوہ) بھوپال میں لکھے گئے

فقیہ شہر بھی زہانیت پہ ہے مجبور  
کہ معرکے ہیں شریعت کے جناب دست بہت  
گریز شکش زندگی سے، مردوں کی  
اگر شکست نہیں ہے تو اور کیا ہے شکست!

## عقل و دل

ہر خالی و نوری پہ حکومت ہے خرد کی  
باہر نہیں کچھ عقل حسد او کی زور سے  
عالم ہے غلام اس کے جلالِ ازل کا  
اک دل ہے کہ ہر لحظہ الجھتا ہے خرد سے

## مستی کردار

صوفی کی طریقت میں فقط مستی احوال  
ملا کی شریعت میں فقط مستی کُفسار

شاعر کی نوا مڑوہ و افسردہ و بے ذوق  
افکار میں سرتازہ خوابیدہ نہ بیدار  
وہ مردِ مجاہدِ نطنس آتا نہیں مجھ کو  
ہو جس کے رگ و پے میں فقط سستی کروا

## قبر

مرد کا شہستان بھی اُسے کس نہ آیا  
آرام و ستندر کو تیرے خاک نہیں ہے  
خاموشی اس ناک تو ہے قبر میں لیکن  
بے قیامی و پسنائی افلاک نہیں ہے



## قلندر کی پہچان

کتابے زمانے سے یہ درویش جواں مرد  
جاتا ہے جدھر بندہ حق، تو بھی اُدھر جا  
ہنگامے ہیں میرے تری طاقت سے زیادہ  
بچتا ہوا ہنگامہ قلندر سے کزیر جا  
نیں کشتی و ملاح کا محتاج نہ ہوں کا  
چڑھتا ہوا دریا ہے اگر تو تو اتر جا  
توڑا نہیں جاؤ مری تکبیر نے تیرا؟  
ہے تجھ میں نگر جانے کی جرات تو نگر جا

مہر و سہ و انجم کا محاسب ہے قلندر  
ایام کا مرکب نہیں، راکب ہے قلندر





## فلسفہ

افکارِ جوانوں کے خفی ہوں کہ جلی ہوں  
پوشیدہ نہیں مردِ مستند کی نظر سے  
معلوم ہیں مجھ کو ترے احوال کہ میں بھی  
مُدت ہوئی گزراہت اسی راہ گزر سے  
الغنا کے سچوں میں اُبھتے نہیں مانا  
غواص کو مطلب ہے صدقے کہ لہر سے!  
پیدا ہے فقط حلفتہ اربابِ جنوں میں  
وہ عفتل کہ پا جاتی ہے شعلے کو شر سے  
جس معنی سچپیدہ کی تصدیق کرے دل  
قیمت میں بہت بڑھ کے ہے تابد لہر سے  
یا مُردہ ہے یا نثرع کی حالت میں گرفت  
چو فلسفہ لکھنا نہ کیا خونِ جگر سے

## مردانِ حُدا

وہی ہے بندہ حُر جس کی ضرب ہے کاری  
نہ وہ کہ ضرب ہے جس کی تمام عیاری  
ازل سے فطرتِ اصرار میں ہیں پوششِ پوش  
قلندری و قبِ پوشی و گلہ داری  
زمانہ لے کے جسے آفتاب کرتا ہے  
انہی کی خاک میں پوشیدہ ہے وہ چنگاری  
وجود انہی کا طوائفِ بتاں سے ہے ازاد  
یہ تیرے مومن و کافر تمام زنتاری!

## کافر و مومن

کل ساحلِ دریا کپکپا مجھ سے خضر نے  
تُو ڈھونڈ رہا ہے سَمِ افرتک کا تریاق؟

اگ نکتہ مے پاس ہے ششیر کی مانند  
بزنڈہ جھستل زوہ و روشن و براق  
کافر کی یہ چھپان کہ افاق میں کم ہے  
موسن کی یہ چھپان کہ کم اس میں ہیں افاق!

## مہدی برحق

سب اپنے بنائے جتے زنداں میں ہیں مجوس  
خاور کے ثوابت ہوں کہ افرنگ کے سیر  
پیران قلیسا ہوں کہ شیخان جسم ہوں  
نے جدت گرفتار ہے نے جدت کروار  
ہیں ایل سیاست کے وہی لہنہ خم و پیچ  
شاعر اسی افلاس تخیل میں گرفتار  
دنیا کو ہے اس مہدی برحق کی ضرورت  
جو جس کی ہنگہ زلزلہ عالم افکار

## مومنؑ

(دُنیا میں)

ہو حلفتِ یاراں تو بریشم کی طرح نرم  
رزمِ حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن  
افلال سے ہے اس کی حرفیاز کشاکش  
خالی ہے مگر حال سے آزاد ہے مومن  
بچتے نہیں گتہ بگتہ و حمام اس کی نظر میں  
جبریل و سرافیل کا صیاد ہے مومن

جنت میں

کہتے ہیں فرشتے کہ دل آویز ہے مومن  
حُوروں کو شکایت ہے، کلم آویز ہے مومن

✽ بھوپال (شیش محل) میں بکھے گئے

## محمد علی باب

تھی خوب حضورِ عُلّا باب کی تقسیم  
بیچارہ غلط پڑھا تھا اعراب سموت  
اُس کی غلطی پُر عُلّا تھے بُستَم  
بولا، تمہیں معلوم نہیں میرے مقامات  
اب میری امانت کے تصدق میں ہیں آزاد  
محبوس تھے اعراب میں قرآن کے آیات!

## تقدیر

(ابلیس ویزواں)

ابلیس

اے خدا کے کُن فکان! مجھ کو نہ تھا آدم سے بے  
اے! وہ زندانی نزدیک و دور و ویران

حرفِ استکبار تیرے سامنے ممکن نہ تھا  
ہاں مگر تیری شہیت میں نہ تھا میرا سجود

یہ زرداں

کب کھلا تجھ پر یہ راز، انکار سے پہلے کہ بعد؟

ابلیس

بعد اے تیری حبتی سے کھلاستے جو؟

یہ زرداں

(فرشتوں کی طرف دیکھ کر)

پستیِ فطرت نے سکھلائی ہے یہ حجت اے

کھتا ہے تیری شہیت میں نہ تھا میرا سجود

وے رہا ہے اپنی ازادسی کو محبوبی کا نام

ظالم اپنے شعلہ سوزاں کو خود کہتا ہے خود!

(ماخوذ از محی الدین ابن عربیؒ)



## اے رُوحِ مُحَمَّدؐ

شیرازہ ہوا ملتِ مرحوم کا ابر  
اب تو ہی بت، تیرا مسلمان کہہ کر جائے!  
وہ لذتِ آشوب نہیں زبحِ عرب میں  
پوشیدہ جو ہے مجھ میں، و طوفان کہہ کر جائے  
چرچند ہے بے فائدہ و راحلہ و زنا  
اس کوہ و بیاباں سے حدیٰ غی ان کہہ کر جائے  
اس راز کو اب فاش کر اے رُوحِ مُحَمَّدؐ  
آیتِ الہی کا گھسب ان کہہ کر جائے!

## مَدَنیتِ اسلام

بتوں شجھ کو مسلمان کی زندگی لیا ہے  
یہ ہے نہایتِ انیشہ کمالِ جنوں

طلوع ہے صفتِ آفتاب اس کا غروب  
یگانہ اور مثالِ زمانہ گونا گوں!  
نہ اس میں عصرِ رواں کی جیسے بیزاری  
نہ اس میں عکسِ کائن کے فسانہ و افسوں  
حقیقتِ ابدی پر اساس ہے اس کی  
یہ زندگی ہے، نہیں ہے طلسمِ افلاطون!  
عناصرِ اس کے ہیں رُوحِ القدس کا ذوقِ جمال  
عجم کا حسنِ طبیعت، عرب کا سوزِ رُؤں!

## امامت

تُو نے پوچھی ہے امامت کی حقیقت مجھے  
حق تجھے میری طرح صاحبِ اسرار کے  
ہے وہی سیرے زمانے کا امامِ برحق  
جو تجھے حاضر و موجود ہے بیزار کے



موت کے آنے میں تجھ کو دکھا کر رنج و دست  
زندگی تیرے لیے اور بھی ڈھوا کرے  
وے کے احساسِ زیاں یہ انوار کے  
فہتر کی سان چٹھا کر تجھے لہوار کرے  
فِتْنَةُ مَلِكٍ بِمِضْنَاهُ اِمَامَةُ اُسْ كِى  
جو مسلمان کو سلاطین کا پرستار کرنے!

## فقرو راہبی

کچھ اور چیز ہے شاید تری سلمانی  
تری نگاہ میں ہے ایک فہتر و ژہبانی  
سکوں پرستی راہب سے فقر ہے بینار  
فقیر کا ہے سفید ہمیشہ طوفانی  
پسند رُوح و بدن کی ہے و انمو اسع  
کہ ہے نہایت سو من خودی کی عیسانی

وجودِ صیرنی کائنات ہے اُس کا  
اُسے خبر ہے یہ باقی ہے اور وہ فانی  
اُسی سے پوچھ کہ پیشِ نکاح ہے جو کچھ  
جہاں ہے یا کہ فقط رنابِ بو کی طغیانی  
یہ فتر مر و مسلمان نے کھو دیا جب کہ  
رہی نہ دولتِ سلمانی و سلیمانی

## غزل

تیری ستارِ حیاتِ علم و ہنر کا سرور  
میری ستارِ حیاتِ ایک دلِ نامسبور  
معبزۃ اہل منکر، منصفیۃ سچ بیچ  
معبزۃ اہل نوکر، موسیٰ و عمران و طور  
مصالحۃ کہہ دیا میں نے مسلمان تجھ  
تیرے نفس میں نہیں کرمی یومِ انشور

ایک زمانے سے ہے چال کر کہاں مرا  
تو ہے ابھی پوش میں میرے جنوں کا قصوہ!  
فیض نظر کے لیے ضبط سخن چاہیے  
حرف پریشاں نہ کہ اہل نظر کے لہو  
خوار کہاں میں کبھی ہو نہیں سکتی وہ قوم  
عشق ہو جس کا جوڑ فقر ہو جس کا غیو

## تسلیم و رضا

ہر شاخ سے یہ نکتہ پھیلتا ہے پید  
نودوں کو بھی احساس ہے ہناتے فضا کا  
ظلمت کدہ خاک پشاکر نہیں رہتا  
پھر لظن ہے دانے کو جنوں نشوونما کا  
فطرت کے تقاضوں پہ نہ کر راہ عمل بند  
مقصود ہے کچھ اور ہی تسلیم و رضا کا

جُراتِ ہونمو کی توفضاتنگ نہیں ہے  
اے مردِ خدا، ملکِ خدا تنگ نہیں ہے!

## نکستہ توحید

بیاں میں نکستہ توحید آ تو سکتا ہے  
ترے دماغ میں بت خانہ ہو تو کیا کہیے  
وہ رمزِ شوق کہ پوشیدہ لا الہ میں ہے  
طریقِ شیخِ فقیرانہ ہو تو کیا کہیے  
سرورِ جو حق و باطل کی کارزار میں ہے  
ٹو حرب و ضرب سے بیگانہ ہو تو کیا کہیے  
جہاں میں بندہ خُمر کے مشاہدات ہیں کیا  
تری نگاہِ عنالامانہ ہو تو کیا کہیے  
مقامِ فخر ہے کتنا بلند شہی سے  
روشِ کسی کی کدایانہ ہو تو کیا کہیے!

## الہام اور آزادی

ہو بندۂ آزاد اگر صاحبِ الہام  
ہے اس کی نگاہِ فکر و عمل کے لیے ہمیں  
اس کے نفسِ گرم کی تاثیر ہے ایسی  
ہو جاتی ہے خاکِ چینستانِ شہرِ آمیز  
شاہیں کی ادا ہوتی ہے بسل میں نمودار  
کس درجہ بدل جاتے ہیں مرغانِ سحر خیز  
اُس مردِ خود آگاہ و خدا مست کی صحبت  
دیتی ہے لداؤں کو شکوہِ جسم و پرور  
محکوم کے الہام سے اللہ بچانے  
خارت کر اقوم ہے و دُصور تہ چنگیز



## جان و تن

عقل مدت سے ہے اس بیچاک میں الجھی ہوئی  
روح کس جوہر سے خالی تیرہ کس جوہر سے ہے  
میری مشکل ہستی و شور و سرور و درد و داغ  
تیری مشکل مے سے ہے ساغ کئے مسافر سے ہے  
ازب با حرف و معنی، آخت ملا با جان و تن  
جس طرح جنگر قبلا پوشش اپنی خاکستر سے ہے!

## لاہور و کراچی

نظر اللہ پر رکھتا ہے مسلمان غمخیز  
موت کیا شے ہے فقط عالم حسنی کا سفر  
اُن شہیدوں کی دیت اہل کلیسا سے نہ مانگ  
قدر و قیمت میں ہے نگوں جن کا حرم ہے بڑھ کر

اَو، اے مسلمان تجھے کیا نہیں  
حرفِ 'لا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ الْاَحْسَنُ'

## نُبُوْت

میں نہ عارف، نہ مجدد، نہ محدث، نہ فقیہ  
مجھ کو معلوم نہیں کیا ہے نبوت کا مقام  
ہاں، مگر عالمِ اسلام پر رکھتا ہوں نظر  
فاس ہے مجھ پر، مضمیرِ فلک نیلی خام  
عصرِ حاضر کی شبِ تاریں دکھیں میں نے  
حقیقت کہ ہے روشن صفتِ مادِ تمام  
وہ نبوت ہے مسلمان کے لیے برگِ حشیش  
جس نبوت میں نہیں قوت و شوکت کا پیام



## آدم

طاسم نبود و عدم، جس کا نام ہے آدم  
خدا کا راز ہے، رقاور نہیں ہے جس پہ سخن  
زمانہ صبح ازل سے رہا ہے مجھ سفر  
مگر یہ اس کی تک و دو سے ہو سکا نہ کفن  
اگر نہ ہو تجھے اُبھن تو کھول کر کہہ دوں  
وجود حضرت انسان نہ روح ہے نہ بدن!

## مکہ اور جنیوا

اس فور میں اقوام کی صحبت بھی نبوی عام  
پوشیدہ نکاہوں سے رہی حدتِ آدم  
تفہیقِ عقل حکمتِ افرنگ کا مقصود  
اسلام کا معنی صورتِ فقط ملتِ آدم



کٹے نے دیا خاک جنیوا کو یہ سپنام  
جمعیّت اقوام کہ جمعیّت آدم

## اے پیرِ حرم

اے پیرِ حرم! رسم و رہِ خانقہ چھوڑ  
مقصود سمجھ میری نوائے تحسری کا  
اللہ رکھے تیرے جانوں کو سلامت!  
دے ان کو سبقِ خود شکنی، خود نگر می کا  
تو ان کو سکھا خارا شکافی کے طریقے  
مغرب نے سکھایا انھیں فنِ شیشہ کرمی کا  
دل توڑ گئی ان کا جو صدیوں کی غلامی  
دائرہ کوئی سوچ ان کی پریشاں نظری کا  
کہہ جاتا ہوں میں زور جنوں میں تے اسرار  
مجھ کو بھی جملہ دے مری آشفتم سہری کا!

## مہدی

قوموں کی حیات ان کے تختل پہ ہے سو قوف  
یہ ذوق سکھاتا ہے ادب مرغِ چمن کو  
مجدوبِ فرنگی نے بہ اندازِ سنرنگی  
مہدی کے تختل سے کیا زندہ وطن کو  
اے وہ کہ تو مہدی کے تختل سے ہے بیزار  
نو میدانہ کرا چوئے بے مشکین سے ختن کو  
ہو زندہ لہن پوش تو سیت اے سمجھیں  
یا چاک کریں مرادِ ناداں کے لہن کو؟



## مردِ مسلمان

پہر خطہ ہے مومن کی نئی شان، نئی آن  
گفتار میں، کردار میں، اللہ کی بُرہان!  
قتلاری و غمخاری و قدوسی و جبروت  
یہ چار عناصرِ چوں تو بنتا ہے مسلمان  
ہمسایہ چببریلِ امین بندۂ خاکی  
ہے اس کا نشین نہ بخارا نہ بدشان  
یہ راز کسی کو نہیں معلوم کہ مومن  
قاری نظر آتا ہے، حقیقت میں ہے قرآن!  
قدرت کے مقاصد کا حیار اس کے ارادے  
دُنیا میں بھی میزان، قیامت میں بھی میزان  
جس سے جبکہ لالہ میں ٹھنڈک چو وہ شبنم  
دریاؤں کے نزل جس سے ہل جائیں وہ طوفان

فطرت کا سرود اذلی اس کے شب و روز  
اچانک میں کچھا صفت سورۃ رحمن  
بنتے ہیں مری کارگر فنکد میں انجم  
لے اپنے مقدر کے ستارے کو تو پہچان!

## پہنجابی مسلمان

مذہب میں بہت تازہ پسند اس کی طبیعت  
کرے کہیں منزل تو کز تم ہے بہت جلد  
تحقیق کی بازی چو تو شرکت نہیں کرتا  
چو کھیل مُریدی کا تو نہرتا ہے بہت جلد  
تاویل کا پھندا کوئی صیاد لگا دے  
یہ شاخ نشین سے اترتا ہے بہت جلد



## آزادی

ہے کس کی یہ جرات کہ مسلمان کو ٹوکے  
خُریشیت افکار کی نعمت ہے خدا داد  
چاہے تو کرے کعبے کو آتش کدہ پارس  
چاہے تو کرے اس میں فرنگی صنم آباد  
شُرآن کو باز چپ تہ تاویل بن کر  
چاہے تو خوواں تازہ شریعت کرے ایجاب  
ہے مسکت چند میں اک طرف تماش  
اسلام ہے محبوبس، مسلمان ہے آزاد!

## اشاعتِ اسلامِ فرنگستان میں

ضمیر اس مذہبیت کا دیں سے ہے خالی  
فرنگیوں میں اخوت کا ہے نسب پہ قیام

بلند تر نہیں انگریز کی نگاہوں میں  
متبول دین سیھی سے برہمن کا مقام  
اگر متبول کرے دین مصطفیٰ انگریز  
سیاہ روز مسلمان رہے گا پھر بھی غلام

## لا و الّا

فضائے نور میں کرتا نہ شاخ و برگ و برپیدا  
سفر خالی شہستان سے نہ کر سکتا الروانہ  
نہ اس زندگی میں استدلّاء استہما الّا  
پیام موت ہے جب لا جو الّا ہے بیگانہ  
وہ ملت رُوح جس کی لئے آگے بڑھ نہیں سکتی  
یقین جانو جو البرزخ اُس ملت کا پیاناہ



## اُمراءِ عربؓ

کرے یہ کافرِ ہندی بھی جراتِ کُفّار  
اگر نہ جو اُمراءِ عرب کی بے ادبی !  
ہیکتہ پہلے سلجھایا کیا کس امت کو؟  
وصالِ مصطفویؐ، فترتِ ابرقِ بولہوسی !  
نہیں وجودِ حدود و ثغور سے اس کا  
مستندِ عربی سے ہے عالمِ عربی !

## احکامِ الہی

پابندیِ تقدیر کہ پابندیِ احکام !  
یہ مسئلہ مشکل نہیں ہے مروجہ مسند

---

بیتِ بھوپال (شیش محل) میں لکھے گئے

اک آن میں سو بار بدل جاتی ہے تقدیر  
ہے اس کا مقلد ابھی ناخوش ابھی نوزند  
تقدیر کے پاس دنیا تبت جمادات  
مومن فقط احکام الہی کہے پاس

## موت

لحہ میں بھی یہی غیب و حضور رہتا ہے  
اگرچہ زندہ تو دل ناخوب رہتا ہے  
سہو ستارہ، مثال شرارہ یک نفس  
مے خودی کا ابتدا تک سرور رہتا ہے  
فرشتہ موت کا چھوٹا ہے کو بدن تیرا  
ترے وجود کے مرکز سے دور رہتا ہے!





## شمِ باؤنِ اللہ

جہاں الرحیمہ لڑکوں ہے شمسِ باؤنِ اللہ  
وہی زمین، وہی لڑووں ہے شمسِ باؤنِ اللہ  
کیا نوائے امانا الحق کو آتشیں جس نے  
تری رگوں میں وہی نوحوں ہے شمسِ باؤنِ اللہ  
غمیں نہ چولہہ پر اسندہ ہے شعور ترا  
فرنگیوں کا یہ افسوں ہے شمسِ باؤنِ اللہ



سعود (Saud) (پاکستانی)

سینور

نظر و بات صحیح رہا ہے اور درجہ  
جات کی ہے؟ حضور پروردگار اور خود

فلا طول

شاہ وقت پر رہا ہے اور درجہ  
جات ہے بہت بلندی پر شرف خود

حیات وقت پر انصاف کے لئے  
موفق خودی ہے خودی کا کفارہ کا مقصود

# تعلیم و تربیت

مقصود

(سینورا)

نظر حیات پر رکھتا ہے مرد دانش مند  
حیات کیا ہے حضور و سرور و نور و وجود

(فلاطون)

نگاہ موت پر رکھتا ہے مرد دانش مند  
حیات ہے شب تاریک میں شرر کی نمود

حیات و موت نہیں التفات کے لائق  
فقط خودی ہے خودی کی نگاہ کا مقصود

❁ ریاض منزل (دولت گدہ سر سوس سو) بھوپال میں بکتے گئے

## زمانہ حاضر کا انسان

عشق ناپسید و خرد میندوش صورت مار  
عقل کو تابع فرمانِ نطنبر کرنے سکا  
ڈھونڈنے والا ستاروں کی لڑکا چوں کا  
اپنے افکار کی دُنیا میں سحر کرنے سکا  
اپنی حکمت کے حنم و پیچ میں ابھرایا  
آج تک فیصلہ نفع و ضرر کرنے سکا  
جس نے سورج کی شعاعوں کو گرفتار کیا  
زندگی کی شب تاریک سحر کرنے سکا!

## اقوامِ مشرق

نظر آتے نہیں بے پردہ ستاق اُن کو  
انکھ جن کی ہوئی محکومی و مستلید سے کو

زندہ کر سکتی ہے ایران و عرب کو کیونکر  
یہ فرنگی مذہبیت کہ جو ہے خود لب کوڑا

## آگاہی

نظر پہر یہ رکھتا ہے جو ستارہ شناس  
نہیں ہے اپنی خودی کے معتم سے آگاہ  
خودی کو جس نے فلک سے بلند تر دیکھا  
وہی ہے مملکتِ صبح و شام سے آگاہ  
وہی نگاہ کے ناخوب و خوب سے محرم  
وہی ہے دل کے حلال و حرام سے آگاہ

## مصلحین مشرق

میں چوں نو مہدی تیرے ساقیان سامری فن کے  
کہ بزمِ خاوراں میں لے کے آئے ساتھیں خالی

نتی بھلی کہاں اُن بادلوں کے جیب دامن میں  
پُرانی بھلیوں سے بھی ہے جن کی آستیں خالی

## مغربی تہذیب

فسادِ قلبِ نظر ہے فرنگ کی تہذیب  
کہ رُوح اس مدنیّت کی رو سکی نہ عقیف  
رہے نہ رُوح میں پاکیزگی تو ہے ناپید  
ضمیرِ پاک و خیالِ بلند ذوقِ لطیف

## اسرارِ پیدا

اُس قوم کو شمشیر کی حاجت نہیں ہتی  
چو جس کے جانوں کی خودی صورتِ فولاد  
ناچیزِ جہانِ مرد و پروں ترے آگے  
وہ عالمِ مجبور ہے، تو عالمِ آزاد

موجوں کی پیش کیلئے فقط ذوقِ طلب ہے  
پنہاں جو صدف میں ہے وہ دولت ہے خدا دا  
شاہیں کبھی پرواز سے تھک کر نہیں گرتا  
پُر روم ہے اگر تو تو نہیں خطرہ آفت

## سلطانِ ٹینیسی کی وصیت

تُو رہ نور و شوق ہے ہنسزل نہ کر قبول  
لیلیٰ بھی ہم نشیں ہو تو محفل نہ کر قبول  
اے جوئے اب بڑھ کے ہو دریا سے تند تیز  
ساحل تجھے عطا ہو تو ساحل نہ کر قبول  
کھویا نہ جا صنم کدہ کائنات میں  
محفل کداز اگر محفل نہ کر قبول  
ضہج ازل یہ مجھ سے کہا چیریل نے  
جو محفل کا سلام جو وہ دل نہ کر قبول



باطل ذوالی پسند ہے، حق لاشکر کیلئے  
شرکت سیانہ حق و طہاسل نہ کر قبول!

## غزل

نہ میں عجبی نہ پسندی نہ عراقی و حجازی  
کہ خودی سے میں نے سلجھی وہ جاں کے بے نیازی  
تو مری نطنبر میں کافر میں تری نطنبر میں کافر  
ترا دین نفس شماری، مرادیں نفس کہ دازی  
تو بدل گیا تو بہت کر کہ بدل گئی شریعت  
کہ موافق تدرواں نہیں دین شاہبازی  
ترے دشت و در میں مجھ کو وہ جنوں نطنبر آیا  
کہ کھانکے خرد کو رہ و رسم کار سازی  
نہ جدار ہے نوالہ تب تاب زندگی سے  
کہ بلا کی انعم ہے یہ طریق نے نوازی

## بیداری

جس بندۂ حق ہیں کی خودی ہوتی بیدار  
شمشیر کی مانند ہے بزنڈہ و براق  
اس کی نگہ شوخ پہ ہوتی ہے نمودار  
ہر ذرے میں پوشیدہ ہے جو ثوبت اشراق  
اس مرو خدا سے کوئی نسبت نہیں سمجھ کہ  
ثوبندۂ آفاق ہے وہ صاحب آفاق  
سمجھ میں ابھی پیدا نہیں ساحل کی طلب بھی  
وہ پائی فطرت سے ہوا محرم اساق

## خودی کی تربیت

خودی کی پرورش و تربیت یہ ہے موقوف  
کہ شبت خاک میں پیدا ہوا آتش سوز

یسی ہے ستر کھلی ہر اک زمانے میں  
چواتے دشت و شعیب و شبانی شب و روزا

## آزادی منکر

آزادی افکار سے ہے اُن کی تباہی  
رکھتے نہیں جو منکر و تدبیر کا سلیمت  
جو منکر اگر حرام تو آزادی افکار  
انسان کو حیوان بنانے کا طرہیت!

## خودی کی زندگی

خودی جو زندہ تو ہے فہم بھی شناسی  
نہیں ہے سنجر و طُغزل سے کم شکوہ فقیر  
خودی جو زندہ تو دریائے بے کراں پایا  
خودی جو زندہ تو کسار پر نیان و حیر

منہنگ زندہ ہے اپنے محیط میں آزاد  
منہنگ مُردہ کو موجِ سراب بھی زنجیر!

## حکومت\*

ہے مریدوں کو تو حق بات کو ارا لیکن  
شیخ و ملا کو بُری لگتی ہے درویش کی بات  
قوم کے ہاتھ سے جاتا ہے مستاعِ کردار  
بحث میں آتا ہے جب فلسفہ ذات و صفات  
گرچہ اس دیرینہ کا ہے یہ دستورِ قدیم  
کہ نہیں مے کدہ و ساقی و مینا کو شبات  
قسمتِ بادہ مگر حق ہے اُسی ملت کا  
انگلیں جس کے جانوں کو ہے تلخابِ حیات!

---

❖ ریاض منزل (دولت کدہ سر اس سجد) جھوپال میں لکھے گئے

## ہندی مکتب

اقبال! یہاں نام نہ لے عظیم خودی کا  
موزوں نہیں مکتب کے لیے ایسے مقالات  
بہتر ہے کہ بیچارے مولوں کی نظر سے  
پوشیدہ رہیں باز کے احوال و مقامات  
آزاد کی ال ان ہے محکوم کا ال سال  
کس درجہ کراں سیر ہیں محکوم کے اوقات!  
آزاد کا چر لحن، پیام اپتیت  
محکوم کا چر لحن، نئی مرگِ مصافحات  
آزاد کا اندیشہ حقیقت سے منور  
محکوم کا اندیشہ گرفتارِ خرافات  
محکوم کو پیروں کی کرامات کا سوا  
ہے بندہ آزاد خوداں زندہ کرامات

محکوم کے حق میں ہے یہی تربیت اچھی  
موسیقی و صورت کری و علم نباتات!

## تربیت

زندگی کچھ اور شے ہے، علم ہے کچھ اور شے  
زندگی سوزِ جگر ہے، علم ہے سوزِ دماغ  
علم میں دولت بھی ہے، قدرت بھی ہے لذت بھی ہے  
ایک شکل ہے کہ ہاتھ آتا نہیں اپنا سراغ  
اپل دانش عام ہیں، کم یاب ہیں اپلِ نطنز  
کیا تعجب ہے کہ حسالی رو لیا تیرا ایامِ غم!  
شیخِ مکتب کے طریقوں سے کشاد دل کہاں  
کس طرح کبریت کے روشن ہو بجلی کا چراغ!



## خوب زشت

ستارگانِ فضا ہائے نیلکوں کی طرح  
تختیلاست بھی ہیں تِلِ طُلوعِ وغروب  
جہاں خودی کا بھی ہے صاحبِ فرار و شیب  
یہاں بھی ہے کہ آرا ہے خوب سے ناخوب  
نمود جس کی فرارِ خودی سے ہو وہ جسمیل  
جو چو شیب میں پیدا، تیب و نامحبوب!

## مرکبِ خودی

خودی کی موت سے مغرب کا اندرؤں ہے نور  
خودی کی موت سے مشرق ہے بے تلاتے جہاد  
خودی کی موت سے رُوحِ عرب ہے تبتاب  
بدنِ شرق و جسمِ کاف ہے بے عروقِ عطوہ نام

خودی کی موت سے چندی شکستہ بالوں پر  
قفس ہوا ہے سلال اور آشیانہ حرام  
خودی کی موت سے چھپرے ہوا محب  
کہ بیچ کھائے مسلمان کا جانہ احرام

## مہمانِ عزیز

پڑھے افکار سے ان مدر سے والوں کا ضمیر  
خوب نما خوب کی اس نور میں ہے کس کو تمیز  
چاہیے نہ دل کی کوئی منزلِ حلال  
شاید آج بے کہیں سے کوئی مسافرِ عزیز

## عصرِ حاضر

سخت افکار کہاں ڈھونڈنے جائے کوئی  
اس زمانے کی ہوا رکھتی ہے چھپرے کو خام



مدرسہ عہتل کو آزاد تو کرتا ہے مگر  
چھوڑ جاتا ہے خیالات کو بے ربط و نظام  
مردہ، لادینی افکار سے افرنگ میں عشق  
عقل بے ربطی افکار سے مشرق میں غلام!

## طالب علم

خدا تجھے کسی طوفان سے آشنا کرے  
کہ تیرے بھری موجوں میں اضطراب نہیں  
تجھے کتاب سے ممکن نہیں سراغ کہ تو  
کتاب خواں ہے مگر صاحب کتاب نہیں!

## امتحان

کہا پٹا کی ندی نے سنگیوں سے  
فتادگی و سرافلت گئی تری سراج!

ترا یہ حال کہ پامال و درسد ہے تو  
مری یشان کہ دریا بھی ہے مرا محتاج  
جہاں میں تو کسی دیوار سے نہ ٹکرایا  
کے خبر کہ تو ہے سنگ خارو یا کہ رُجاج!

### مدرسہ

عصر حاضر ملک الموت ہے تیرا، جس نے  
قبض کی رُوح تری دے کے تجھے فکرِ معاش  
دل لڑتا ہے طرینا نہ کشاکش سے ترا  
زندگی موتی ہے، کھودتی ہے جب فوقِ خراش  
اُس جنوں سے تجھے تعلیم نے سیکانا کیا  
جو یہ کہتا تھا حیرت سے کہ بہانے نہ تراش  
فیضِ فطرت نے تجھے دیدہ شاہیں بخشا  
جس میں کھ دی ہے غلامی نے نگاہِ خفاش

مدر سے نے تری آنکھوں سے چھپایا جن کو  
ظہوت کوہ و سیاہیاں میں وہ اُسرار ہیں فاش

## حکیم نطشہ

حریف نکتہ توحید چوسکا نہ حکیم  
شکاہ چاہے اسرارِ لالہ کے لیے  
خدا کا سینہ کروں ہے اُس کا فکر بلند  
کنڈ اُس کا تخیل ہے مہر کے لیے  
اگرچہ پاک ہے طہنت میں رہی اُس کی  
ترس رہی ہے مگر لذتِ کنڈ کے لیے

## اساتذہ

مقصود چو اگر تربیتِ لعل بدخشاں  
بے سوہ ہے بھٹکے ہوئے خورشید کا پرتو

وَنیَا ہے روایات کے پھنڈوں میں گرفت  
کیا مدرسہ کیا مدرسے والوں کی تک و دو  
کر سکتے تھے جو اپنے زمانے کی امامت  
وہ کھنڈہ دماغ اپنے زمانے کے ہیں پیرو!

## غزل

مے کا مندرل مقصود کا اسی کو سراغ  
اندھیری شب میں ہے پیتے کی آنکھ جس کا چراغ  
میترا آتی ہے فرصت فقط غلاموں کو  
نہیں ہے بندہ حُر کے لیے جہاں میں سراغ  
فروع معنہ بیان یہ کر رہا ہے تجھے  
تری نطنہ کا گھبنا ہو صاحبِ نازاغ  
وہ بزمِ عیش ہے مہمانِ یک نفس و نفس  
چمکے ہیں مثالِ ستارہ جس کے ایامغ

کیا ہے تجھ کو گت بوں نے کور ذوق اتنا  
صبا سے بھی نہ بلا تجھ کو بوسے گل کا سراغ!

## تعلیم دین و ایم

مجھ کو معلوم ہیں پیرانِ حرم کے انداز  
ہونہ اخلاص تو دعوائے نظر لاف و کراف  
اور یہ اہل کلیسا کا نطنِ تعلیم  
ایک سازش ہے فقط دینِ مروت کے خلاف  
اُس کی گفت و گو میں کومی وطن کو ہی ہے  
قوم جو کہ نہ سکی اپنی خودی سے انصاف  
فطرتِ انوار سے غماض بھی کر لیتی ہے  
کبھی کرتی نہیں ملتے گئے گناہوں کو عاف



## جاوید سے



غارت گردیں ہے یہ زمانہ  
دربار شہنشی سے خوشتر  
لیکن یہ دورِ صحری ہے  
سرچشمہ زندگی پُراختک  
حالی اُن سے پُراہوتاں  
جس گھر کا مگر چرخ ہے تُو  
جوہر میں چولا الہ تو کیا خوف  
شاخ گل پر چمک و لیکن  
وہ بھر ہے آدمی کہ جس کا  
دہستان اگر نہ ہوں آسماں  
”مخالف نشین وقت بازی ست“

ہے اس کی نہاد کا نہ آ  
مردانِ خدا کا استمانہ  
انداز ہیں سب کے جاؤا  
باقی ہے کہاں سے شبانہ  
تھی جن کی نگاہ تازیانہ  
ہے اس کا مذاق عارفانہ  
تعلیم ہو کو فہم غنیانہ  
کر اپنی خودی میں آشیانہ  
پہرے ہے بھر بیکرانہ  
چردانہ ہے صد ہزار دانہ  
وقت نہراست و کار سازی ست



رہ جاتی ہے زندگی میں خامی  
آتی نہیں کام کھنڈہ امی  
شرط اس کے لیے ہے تہ شکن کامی  
غیر تہ کے ہے تہ شکن کامی  
شاہین سے تذرو کی غلامی  
صدانوری و ہزار حسابی  
بس ایک فغان زیر بامی  
میں چشم جہاں میں چوں کرامی  
میراث نہیں لبند نامی  
فرماتے ہیں حضرت نطق نامی

سینے میں اگر نہ ہو دل گرم  
نخنچیر اگر ہو زیر کج چست  
ہے اب حیات اسی جہاں میں  
غیر تہ کے ہے طریقہ حقیقی  
اے جان پد بہنہیں ہے ممکن  
نایاب نہیں متاع لغت  
ہے میری بساط کیا جہاں میں  
اک صدق مقال ہے کہ جس سے  
اللہ کی دین ہے جسے دے  
اپنے نور نطنبر سے کیا خوب

تجائے کہ بزرگ باید تہ بڑ  
فرزند ہی من ہار دست سو





مومن پر گہراں ہیں یہ شبِ روز  
دین و دولت ہستار باریٰ  
ناپید ہے بندۂ عمل مست  
باقی ہے منقطع نفسِ مازی  
ہمت چو اگر تو ڈھونڈ وہ منقر  
جس فقر کی اہل ہے حجازی  
اس فقر سے آدمی میں پیدا  
اللہ کی شان بنے یازی  
گنجشک و حمام کے لیے موت  
ہے اس کا مقام شاہِ باری  
روشن اُس سے حسرت کی انھیں  
بے سرتہ بوعسلی و رازی  
حاصل اُس کا شکوہ محمود  
فطرت میں اگر نہ جو ایازی  
تیری دنیا کا یہ فراسیل  
رکھتا نہیں فوق نے نوازی  
ہے اس کی نگاہِ عالمِ آشوب  
درپردہ تمام کار سازی  
یہ منقر غیور جس نے پایا  
بی تیغ و سناں ہے مردِ غازی

مومن کی اسی میں ہے امیری  
اللہ سے مانگ فقیرِ میری





حورت

## مرد فرنگ

ہزار بار کیوں نے اس کو سنبھلایا  
مگر یہ مسئلہ زن رہا وہیں کا وہیں  
قصور زن کا نہیں ہے کچھ اس خرابی میں  
گواہ اس کی شرافت پہ ہیں مہ و پرویں  
فساد کا ہے منہ نکی معاشرت میں ظہور  
کہ مرد سادہ ہے بیچارہ زن شناس نہیں

## ایک سوال

کوئی پوچھے حکیم یورپ سے  
ہندو یونماں ہیں جس کے حلقہ بگوش

کیا یہی ہے معاشرت کا کمال  
مرد بے کار و زن تھی آغوش!

پرودہ

بہت رنگ بدلے سپہریں نے  
خدا یا یہ دنیا جہاں تھی وہیں ہے  
تفاوت نہ دیکھا زن و شو میں میں نے  
وہ خلوت نشیں ہے، یہ خلوت نشیں ہے  
ابھی تک ہے پرودے میں اولاد آدم  
کسی کی خودی آشکارا نہیں ہے

خلوت

رُسوا کیا اس دور کو خلوت کی چوٹ نے  
روشن ہے نگہ، آسنہ دل ہے مگر

بڑھ جاتا ہے جب ذوقِ نظر اپنی حدوں سے  
چو جاتے ہیں افکار پر اس قدر و ابتر  
آغوشِ صدف جس کے نصیبوں میں نہیں ہے  
وہ قطرہٴ نیساں کبھی بنتا نہیں کوہِ  
خلوت میں خودی ہوتی ہے خود گیر، لیکن  
خلوت نہیں اب دیرِ حرم میں بھی میسر!

## عورت

وجودِ زن سے ہے تصویرِ کائنات میں رنگ  
اسی کے سارے ہے زندگی کا سوزِ دروں  
شرف میں بڑھ کے تریاے شستِ خاک اس کی  
کہ ہر شرف ہے اسی دُرج کا ڈرِ سکونوں  
مکالماتِ فلاطوں نہ لکھ سکی لیکن  
اسی کے شعلے سے ٹوٹا شرارِ افلاطوں

## آزادی نسواں

اس بحث کا کچھ فیصلہ نہیں کر نہیں سکتا  
گو خوب سمجھتا ہوں کہ یہ زہر ہے، وہ قند  
کیا فائدہ کچھ کہہ کے بنوں اور بھی معتوب  
پہلے ہی خفا مجھ سے ہیں تہذیب کے فرزند  
اس راز کو عورت کی بصیرت ہی کرے فاش  
مجبور ہیں ہمدرد ہیں، مردانِ خرد مند  
کیا چیز ہے آتش و قیمت میں زیادہ  
آزادی نسواں کہ زمرہ کا گلوبند

## عورت کی حفاظت

اک زندہ حقیقت مرے سینے میں ہے ستور  
کیا سمجھے گا وہ جس کی رگوں میں ہے لٹوسر

نے پردہ، بتعلیم، نئی چوکہ پرانی  
نسوانیتِ زن کا نگہباز ہے فقط مرد  
جس قوم نے اس زندہ حقیقت کو نہ پایا  
اُس قوم کا نور شدید بہت جلد چوازد

## عورت اور تعلیم

تہذیبِ مغربی ہے اگر مرگِ اُسوت  
ہے حضرتِ انساں کے لیے اس کا ثر موت  
جس علم کی تاثیر سے زن ہوتی ہے نازن  
کہتے ہیں اُسی علم کو اربابِ نظر موت  
بیگانہ رہے ہیں سے الٰہِ مدرسہ زن  
ہے عشق و محبت کے لیے علم و ہنر موت



## عورت

جو ہر مرد عیاں ہوتا ہے بے منتِ غیر  
غیر کے ہاتھ میں ہے جو ہر عورت کی نو  
راز ہے اس کے عینم کا یہی نکتہ شوق  
آتشیں لذتِ تخلیق سے ہے اس کا دج  
کھلتے جاتے ہیں اسی آگ کے اسرارِ حیات  
گرم اسی آگ کے ہے مسرکہ بود و نبود  
میں بھی مظلومی نسواں سے ہوں غم ناک بہت  
نہیں مسکن مگر اس عقدہ مشکل کی نشوونما!







ادبیات

فنون لطیفہ

## دین و مہنر

سرود شعری سیاست، کتاب دین و مہنر  
گنہر ہیں ان کی گرہ میں تمام کیے انہ  
ضمیر بندہ خالی سے ہے نمود ان کی  
بلند تر ہے ستاروں سے ان کا کاشانہ  
اگر خودی کی حفاظت کریں تو عین حیات  
نہ کر سکیں تو سراپا فسوں و افسانہ  
چوٹی ہے زیر فلک اُستوں کی رسوائی  
خودی سے جب اذہب ہوئیں ہوئے ہیں بیگانہ



## تخلیق

جہاں تازہ کی افکار تازہ سے ہے نمود  
کہ سنگ و خشت سے ہوتے نہیں جہاں پیدا  
خودی میں ڈوبنے والوں کے عزم و ہمت نے  
اس آبِ سخن سے کیے بحرِ بے کراں پیدا  
وہی زمانے کی گردش پہ غالب آتا ہے  
جو چرخِ نفس سے کرے عمرِ جاوداں پیدا  
خودی کی موت سے مشرق کی سرزمینوں میں  
جوا نہ کوئی حُدائی کا رازداں پیدا  
ہوا سے شے بُوئے رفاقت آتی ہے  
عجب نہیں ہے کہ ہوں سیے ہم عنان پیدا



## جنوں

زُحْباج کر کی دُکاں شاعریِ مِلائی  
سِتم ہے خوار پھرے دشتِ ویر میں دیوانہ  
کے خبر کہ جنوں میں کمال اور بھی ہیں  
کریں اگر اسے کوہِ و کمر سے بیگانہ  
ہجومِ مدرسہ بھی سازگار ہے اس کو  
کہ اس کے واسطے لازم نہیں ہے ویرانہ

## اپنے شعر سے

ہے جگہ مجھ کو تری لذتِ پیدائی کا  
تُو چُو افاش تو ہیں اب سے اُسرا بھی فاش  
شعلے سے ٹوٹ کے مثلِ شہرِ آوارہ نہ رہ  
گر کسی بیمنہ پر سوز میں خلوت کی تلاش!

## پیرس کی مسجد

مری نگاہ کس اہل سُنہ کو کیا دیکھے  
کہ حق سے یہ حرمِ حنبلی ہے بیگانہ  
حرم نہیں ہے فرقی کوشمہ بازوں نے  
تن حرم میں چھپا دی ہے رُوحِ بُت خانہ  
یہ بُت کد انھی غارت گُٹوں کی ہے تعمیر  
وہ شق ہاتھ سے جن کے ہوا ہے ویرانہ

## ادبیتا

عشق اب پیڑھی عقلِ حنہ دادا دھکے  
ابڑو کو چہ تہ جانناں میں نہ برباد کرے  
گنہہ پیکر میں نئی رُوح کو آباد کرے  
یا کُن رُوح کو تعلق سے آزاد کرے

## نگاہ\*

بہار و قافلہ لالہ ہائے صحرائی  
شبابِ مستی و ذوقِ سرور و عنایتی  
اندھیری است میں چشمکین ستاروں کی  
یہ جبر، یہ فلکِ نیلگوں کی پہنائی  
سفرِ عروسِ قمر کا عساری شبیر  
طلوعِ مسر و سلوکِ پسرینائی  
نگاہ ہو تو بسائے نظارہ کچھ بھی نہیں  
کہہ سکتی نہیں فطرتِ جمال و زیبائی



\* ریاضِ سنبل (دولت کدہ سررا سس سعوا) بھوپال میں نکلنے گئے

## مسجدِ قوتِ اسلام

ہے مرے سینہ بے نور میں اب کیا باقی  
'لا الہ' مردہ و افسردہ و بے ذوق نمود  
حشیمِ فطرت بھی نہ پہچان سکے گی مجھ کو  
کہ ایازمی سے دلگروں ہے مقامِ محسوس  
کیوں سلساں نہ نچل پوتری سنگینی سے  
کہ غلامی سے ہوا مثل زجاج اس کا وجود  
سے تری شان کے شایاں اسی ہوسن کی نماز  
جس کی تکبیر میں پوسر کہ بود و نبود  
اب کہاں سیرے نفس میں وہ حرارت، وہ گداز  
بے تب و تاب دروں سیر صلیوۃ اور درو  
ہے مری باناب اذان میں نہ بندی، نہ شکوہ  
کیا گوارا ہے تجھے ایسے سلساں کا سجود؟

# تیر

تیری خودی سے ہے روشن تراصریم وجود  
حیات کیا ہے، اسی کا سرور و سوز و ثبات  
بلند تر مہ و پرویں سے ہے اسی کا مہم  
اسی کے نور سے پیدا ہیں تیرے ات و صفات  
صریم تیرا، خود غی غی سر کی بہاؤ  
دوبارہ زندہ نہ کر کار و بار لات و منات  
یہی کمال ہے تھیل کا کہ تو نہ رہے  
رہا نہ تو تو نہ سوز خودی نہ ساز حیات





## شعاع اُمید



سُورج نے دیا اپنی شعاعوں کو یہ پیغام  
دُنیا ہے عجب چیز، لہجی صبح لہجی شام  
مُدّت سے تم آوارہ ہو پناہ فضا میں  
بڑھتی ہی چلی جاتی ہے بے مہرِ ایام  
نے ریت کے ذروں چمپکنے میں ہے رات  
نے مثلِ صبا طوفِ گل لالہ میں آرام  
پھر میرے تجسلی لُدّہ دل میں سما جاؤ  
چھوڑو چمنستان و بیابانِ در و بام



افاق کے ہر گوشے سے اٹھتی ہیں شعاعیں  
بچھڑے ہوئے خورشید ہوتی ہیں ہم انخوش  
ال شور ہے مغرب میں اجالا نہیں مسکن  
افرنک شینوں کے دھویں سے سید پوش  
مشرق نہیں گولڈن نطارہ سے محروم  
لیکن صفتِ عالم لاہوت ہے خاموش  
پھر ہم کو اسی سینہ روشن میں چھپالے  
اے مسر جہاں تاب نہ کر ہم کو فراموش



اک شوخ لڑن، شوخ مثال نگہ خور  
آرام سے فارغ، صفت جو ہر سیما  
بولی کہ مجھے رخصت تنویر عطا ہو  
جب تک نہ ہو مشرق کا ہر اک ذرہ جہاں تاب

چھوڑوں گی نہ میں چند کی تاریک فضا کو  
جب تک نہ اٹھیں غاب سے مردانِ گراں غاب  
خاور کی اسی دوں کا یہی خاک ہے مرکز  
اقبال کے اشکوں سے یہی خاک ہے سیراب  
چشمِ ہر پرویں ہے اسی خاک کے روشن  
یہ خاک کہ ہے جس کا خرف یز و در ناب  
اس خاک کے اٹھے ہیں وغواصِ سانی  
جن کے لیے ہر بحر پر آشوب ہے پایاب  
جس سائے کے نسو کی حرارت تھی دلوں میں  
محمل کا وہی سائے ہے بیگانہ مضراب  
بت خانے کے دروازے پہ سوتا ہے برہن  
تقدیر کو روتا ہے مسلمان تہِ محراب  
مشرق سے چوبیہ ناز نہ مغرب سے حذر کہ  
فطرت کا اشارہ ہے کہ ہر شب کو سحر کر!

## امید

مست بلند تو زمانے کا خوب کرتا ہوں  
الگ چہ میں نہ سپاسی ہوں نے امیر خود  
مجھے خبر نہیں یہ شاعری ہے یا لہجہ اور  
عطا ہوا ہے مجھے ذکر و نکر و جذب سرد  
جبیں بندہ حق میں نمود ہے جس کی  
اسی جلال سے بے بریغے یہ وجود  
یہ کافر ی تو نہیں کافر ی سے کم بھی نہیں  
کہ مرد حق جو گرفتار حاضر موجود  
غمیں نہ جو کہ بہت دور ہیں ابھی باقی  
نئے ستاروں سے خالی نہیں سپہر لہو

✽ ریاض سنسزل (دولت کدہ سر اسٹریٹ سمنو) بھوپال میں لکھے گئے

## نگاہ شوق

یہ کائنات چھپاتی نہیں ضمیر اپنا  
کہ ذرے ذرے میں ہے ذوق اشکارائی  
کچھ اور ہی نطنر آتا ہے کار و بار جہاں  
نگاہ شوق اگر ہو شریکِ بیگمائی  
اسی نگاہ سے محکم قوم کے من نرند  
ہوئے جہاں میں سزاوار کار و نمائی  
اسی نگاہ میں ہے متاہری جو تباری  
اسی نگاہ میں ہے دبیری و عرنائی  
اسی نگاہ سے ہر ذرے کو جنوں میرا  
بکھار رہا ہے رہ و رسم و شہتِ پیمائی  
نگاہ شوق میں نر نہیں اگر تجھ کو  
ترا وجود ہے قلب و نطنر کی رسوائی

## اہلِ مہر سے

مہر و مہر و شتری چند نفس کا منسوخ  
عشق سے ہے پائدار تیری خودی کا وجود  
تیرے حرم کا ضمیر اسود و احمر سے پال  
تنگ سے تیرے لیے سُرخ و سفید کی بو  
تیری خودی کا غیا مے ہے کہ ذکر و فکر  
تیری خودی کا حضور عالم شعر و سرود  
روح الکر سے تری رنج غلامی سے نزار  
تیرے مہر کا جہاں دیر و طواف و سجود  
اور الکر بابر اپنی شرافت سے ہو  
تیری سپہ پاس و چین تو ہے ہے اسپہ خونخوار



## غزل

دریا میں موتی، اسے موج بے باک  
ساحل کی سوغاتِ بخارِ خس و خاک  
میرے شرر میں بجلی کے جوہر  
لیکن نیستائیں تیرا ہے نم ناک  
تیرا زمانہ، تاثیر تیری  
ناداں! نہیں یہ تاثیرِ اسلاک  
ایسا جنوں بھی دکھایا ہے میں نے  
جس نے بسے ہیں تھتیر کے چاک  
کاٹل وہی ہے رندی کے فن میں  
ستی ہے جس کی بے منت تاک  
رکھتا ہے اب تک میخناہِ شرق  
وہ نے کہ جس سے روشن ہو اور اک

اہل نطسہ ہیں یورپ سے نوسید  
ان اُمتوں کے باطن نہیں پاک

## وجود

اے کہ ہے زیر فلک ششلی شرتیری نمود  
کون سمجھائے تجھے کیا ہیں مقاماتِ وجود  
گر شہسدر میں نہیں تعمیرِ خودی کا جوہر  
وائے صورتِ گری و شاعری و نامے و سرود  
مکتب و مے کہ ہجرِ درسیں بنونِ بندہ  
بودن آموز کہ ہسم باشی و ہسم خرمی بود

## سرود

ایا کساں سے نالہ نے میں سرورے  
اصل اس کی نے نواز کا دل ہے کہ چوبے



دل کیا ہے اس کی مستی و ثقت کہاں سے ہے  
کیوں اس کی اگ نگاہ اُلٹی ہے تخت کئے  
کیوں اس کی زندگی سے ہے اقوام میں حیات  
کیوں اس کے واروات بدلتے ہیں پے بپے  
کیا بات ہے کہ صاحب دل کی نگاہ میں  
چھتی نہیں ہے سلطنتِ روم و شام و رے  
جس روز دل کی رمز بُنستی سمجھ گیا  
سمجھو تمام مرحلہ ہائے تہنہر ہیں طے

نسیم شبنم  
نسیم

انجم کی فضا تاکہ نہ ہوئی میری رسائی  
کرتی رہی میں پیرہنِ لالہ و گلِ چال

مجبور ہوئی جباتی ہوں میں ترکِ وطن پر  
بے ذوق ہیں بسبل کی نواہے طرب ناک  
دونوں سے کیا ہے تجھے تقدیر نے محرم  
خاکِ چمن اچھی کہ سر پر وہ افلاک!

شبِ نم  
کھینچیں نہ اگر تجھ کو چمن کے خس و خاشاک  
گلشن بھی ہے اک سب سے سر پر وہ افلاک

## اہرامِ مصر

اس و شبِ جگر تاب کی خاشوش فضا میں  
فطرت نے فقط ریت کے ٹیلے کی تعمیر  
اہرام کی عظمت سے نگوں سار میں اسداک  
کس ہاتھ نے کھینچی ابدیت کی تصویر

فطرت کی غلامی سے کرازا اُٹھ کر  
صیاد ہیں مردانِ نئے منہ کہہ پنخیر!

## مخلوقاتِ پھینر

ہے یہ فردوسِ نظر اہلِ نئے منہ کی تعمیر  
فاس ہے چشمِ تاشاہِ نہاں نہ ذلت  
نہ خودی ہے نہ جہانِ سحر و شام کے دور  
زندگانی کی حریف نہ کشاکش سے نجات  
آہ، وہ کافر بے چارہ کہ ہیں اس کے صنم  
عصرِ رفتہ کے وہی ٹوٹے ہوئے لات و منات  
تو ہے میت، یہ نئے منہ تیرے جوازے کا امام  
نظر آتی جسے مرثد کے پستوں میں حیات!



## اقبال

فردوس میں رومی سے یہ کہتا تھا سنائی  
مشرق میں ابھی تک ہے وہی کاسہ وہی آتش  
علاج کی لیسکن یہ روایت ہے کہ آخر  
اک مرڈ سندر نے کیا رازِ خودی فاش!

## فنون لطیفہ

اے اہلِ نطنبر ذوقِ نظرِ خوب سے لیکن  
جوشے کی حقیقت کو نہ دیکھے وہ نطنبر کیا  
مقصودِ نطنبر سوزِ حیاتِ ابدی ہے  
یہ ایک نفسِ یادِ نفسِ مثلِ شرر کیا  
جس سے دلِ دریائے شامِ ظلم نہیں بچتا  
اے قطرِ نیاں، وہ صدف کیا، وہ لہر کیا

شاعر کی نوا جو کہ مغنی کا نفس ہو  
جس کے چمن افسر وہ جو وہ باجوہ کر لیا  
بے مجزہ دنیا میں اُجرتی نہیں قومیں  
جو ضربِ کلیمی نہیں رکھتا وہ ہنر کیا!

## صبحِ چمن

### پھول

شاید تو سمجھتی تھی وطنِ دُور ہے میرا  
اے قاصدِ افلاک! انہیں دُور نہیں ہے

### شبِ نم

چوتے مگر محنتِ پرواز سے روشن  
یہ تیرا گروں سے زمیں دُور نہیں ہے

## صبح

مانندِ صبحِ صحرانگہ استاں میں قدم رکھ  
اے تیرا پا کوہِ شبنم تو نہ ٹوٹے  
ہو کوہِ بیاباں سے ہم اغوش ہو سکیں  
ہاتھوں سے ترے امنِ منلاک نہ چھوٹے!

## خاقانی

وہ صاحبِ شصتہ العرّاقینؑ      اربابِ نطنز کا قزۃ العین  
ہے پر وہ شگافِ اس کا اور اک      پروے ہیں تمام چاک و رچاک  
خاموش ہے عالمِ معانی      کہتے نہیں حرفِ کن ترائی  
پوچھ اس کی خاک اں ہے کیا چیز      ہنکارتہ این اں ہے کیا چیز  
وہ محمدِ عالمِ مکانات      اک بات میں کہہ لیا ہے سوا بت

خوبو بے چہیں جہاں توں بُر  
کابلیس بساندو بوالبشر مُردا

## رومی

غلط نگر ہے تری چشم نیم بازاں تک  
ترا وجود ترے واسطے ہے رازاں تک  
ترانیاں نہیں آشنائے نازاں تک  
کہ ہے قیام سے خالی تری نازاں تک  
گستاخ ہے تیری خودی کا سازاں تک  
کہ تو ہے نعمتہ رومی سے بے نیازاں تک!

## جدت

دیکھے تو زمانے کو اگر اپنی نظر سے  
اسلاک منور ہوں تے نورِ سخن سے  
خورشید کھرے کسبِ ضیاء تیرے شر سے  
ظاہر تری تقدیر چو رہاے شر سے

دریا مُستِ لاطم چوں تری موج کمر سے  
شرمندہ ہو فطرت ترے اعجازِ مہنہ سے  
انگہار کے افکار و تخیل کی گدائی  
کیا تجھ کو نہیں اپنی خودی تک بھی رسائی؟

## میرزا بیدل

ہے حقیقت یا مری چشم غلط ہیں کافسار  
یہ زمین، یہ دشت، یہ کُھسار، یہ چرخ کبود  
کوئی کہتا ہے نہیں ہے کوئی کہتا ہے کہ ہے  
کیا خبر ہے یا نہیں ہے تیری دنیا کا وجود  
میرزا بیدل نے کس خوبی سے کھولی یہ کرو  
اہلِ حکمت پر بہت مشکل رہی جس کی نشو  
”دل اگر میداشت وسعت بے نشان بوداں حین  
رنگِ مے میر و نشست از بسکہ مینا تناب بود“



## جلال و جمال

مرے لیے ہے فقط زورِ حیدری کافی  
ترے نصیبِ سلاطوں کی تیزیِ ادراک  
مری نظر میں یہی ہے جمالِ و زیبائی  
کہ سرِ سجدہ ہیں ٹوٹتے کے سامنے اخلاک  
نہ جو جلال تو خشن جو جمال بے تاثیر  
زرا نفس ہے الغنم سو نہ آتش ناک  
مجھے سزا کے لیے بھی نہیں متبول وہ آگ  
کہ جس کا شعلہ نہ ہو تند و سرکش و بے باک!

### مُصَوِّر

کس درجیاں عام چوٹی مرگِ تنخیل  
چندی بھی سترگی کا مستند عجمی بھی!

مجھ کو تو یہی عیسم ہے کہ اس دور کے بہرہ  
کھو بیٹھے ہیں مشرق کا سرور ازل بھی  
معلوم ہیں اے مرڈوں ستریرے کمالات  
صنعت تجھے آتی ہے پرانی بھی نئی بھی  
فطرت کو دکھایا بھی ہے دیکھا بھی ہے تو نے  
اسی نہ فطرت میں دکھا اپنی خودی بھی!

## سرورِ حلال

کھل تو جاتا ہے نعتی کے ہم زیرے دل  
نہ رہا زندہ و پائندہ تو کیا دل کی نشوونما  
سے ابھی سینہ افلاک میں سپاس دہ نوا  
جس کی گرمی سے پھل جاتے ستاروں کا وجود  
جس کی تاثیر سے آدم ہو غم و خوف کے پاک  
اور پیدا ہو ایازمی سے مستام محمود

مہ و احبم کا حیت کرکہ باقی نہ رہے  
تور ہے اور ترا زمزم سے لا موجود  
جس کو شروع سبجھے ہیں قیاس ان خودی  
منتظر ہے کسی سبب کا ابھی تک وہ سرود

## سرو حرام

نہ میرے ذکر میں ہے صفوفیوں کا سوز و سرور  
نہ میرا منکر ہے سیمانہ ثواب و عذاب  
خدا کرے کہ اے انسان سو مجھے سے  
فقیر شہر کہ مجھے محرم حدیث و کتاب  
اگر تو امیں ہے پوشیدہ موت کا پیغام  
حرام سیری کا ہوں میں نامے چنگ و رباب



## فوارہ

یہ اسبجُو کی روانی، سیکسناری خاک  
مری نگاہ میں ناخوب ہے یہ نطارہ  
اُدھر تہ دیکھ، اُدھر دیکھ اے جوانِ عزیز  
بلند زور دروں سے ہوا ہے فوارہ

## شاعر

مشرق کے نیساں میں ہے محتاجِ نفسِ تے  
شاعرِ تہ کے سینے میں نفس ہے کہ نہیں ہے  
تا شیرِ اسلامی سے خودی جس کی پائی نرم  
اچھی نہیں اس قوم کے حق میں جسی  
شیشے کی ضراحی ہو کہ مٹی کا سُبُجُو  
ششیر کی مانند ہو یہ زمی میں تری

ایسی کوئی ذنیب نہیں افلاک کے نیچے  
جسے کہ ہاتھ آئے جہاں تختِ جسم و کعبہ  
چرچٹنے نیا طور، نئی برقِ تحبلی  
اللہ کرے جسے شوق نہ چوٹے!

## شعرِ محبم

ہے شعرِ محبم کہ چڑب ناکِ اولِ آویز  
اس شکر ہوتی نہیں شیرِ خودی تیز  
اگر وہ اگر اس کی نوا سے ہو گلستاں  
بہتر ہے کہ خاموش ہے مرغِ سخنِ خیز  
وہ ضربِ اگر کوہِ شکن بھی ہو تو کیا ہے  
جس نے تزلزل نہ ہوئی دولتِ پریز  
اقبال یہ ہے حمارہ تراستی کا زمانہ  
از چہرِ باہمیہ نہ نمایند بہرِ پیڑ

## ہنسور ان ہنس

عشق و ہستی کا جن زلفے تخیل ان کا  
ان کے اندیشہ تاریک میں قوموں کے مزار  
موت کی نقش گری ان کے صنم خانوں میں  
زندگی سے ہنسور ان برہمنوں کا بیزار  
چشم آدم سے چھپاتے ہیں مقاماتِ بلند  
کرتے ہیں رُوح کو خوابِ سید، بدن کو بیدار  
ہنس کے شعر صورت کرو افسانہ نویس  
اے بیچاروں کے اعصاب پر عورت ہے سوا



## مرد بزرگ

اُس کی نفرت بھی عمیق، اُس کی محبت بھی عمیق  
قہر بھی اُس کا ہے اللہ کے بندوں پر عشیق  
پرورش پاتا ہے تقدیر کی تاریکی میں  
ہے مگر اُس کی طبیعت کا تقاضا عشیق  
انجمن میں بھی میسر رہی خلوت اُس کو  
شمع محفل کی طرح سب سے جدا، سب کا عشیق  
مثل نور شہید سحرِ فنِ سکر کی تابانی میں  
بات میں سادہ و آرازدہ، معانی میں وقوف  
اُس کا اندازِ نطق اپنے زمانے سے جدا  
اُس کے احوال سے محرم نہیں میرا طریق



## عالم نو

زندہ دل سے نہیں پوشیدہ ضمیرِ تقدیر  
خواب میں دکھتا ہے عالمِ نئی تصویر  
اور جب بانگِ اذان کرتی ہے بیدار اُسے  
کرتا ہے خواب میں دکھائی ہوئی تفسیر  
بدن اس تازہ جہاں کا ہے اُسی کی کفِ خاک  
روح اس تازہ جہاں کی ہے اُسی کی کبیر

## ایجادِ معانی

پہرچند کہ ایجادِ معانی ہے چند ادا  
کوشش سے کہاں مر رہتا ہے اندھا  
خونِ رگِ سدا کی گرمی سے ہے تفسیر  
یہ سنا جیسا لفظ جو کہ تہنِ لبِ سدا



بے محنت پیہم کوئی جوہر نہیں کھلتا  
روشن شہزادیشہ سے ہے خانہ نشیناً

## موسیقی

وہ نغمہ سردیِ خونِ غزلِ سرائی دہلی  
کہ جس کو سن کے تراپہ تانباں نہیں  
نوا لو کرتا ہے موجِ نفس سے زہرِ اود  
وہ نئے نواز کہ جس کا ضمیر پاک نہیں  
پھر میں مشرق و مغرب کے لالہ زاروں میں  
کسی چمن میں لڑیباں لالہ چال نہیں

## ذوقِ نظر

خوئی بلند تھی اس غولِ گرفتِ چینی کی  
کما خریبے نے جلاوے سے دمِ تمیز

ٹھہر ٹھہر کہ بہت دل کشا ہے یہ منظر  
ذرا میں دیکھ تو لوں تاب ناپاکی شمشیر!

## شعر

نیں شر کے اسرار سے محرم نہیں لیکن  
یہ نکتہ ہے تاریخ اُمم جس کی ہے تفصیل  
وہ شعر کہ پیغامِ حیاتِ ابدی ہے  
یا عنبرِ جبریل ہے یا بانگِ سرافیل!

## رقص و موسیقی

شعر سے روشن ہے جانِ جبریلِ اہرن  
رقص و موسیقی سے ہے سوز و سرورِ انجمن  
فاش یوں کرتا ہے اک چینی حکیم اسرارِ فن  
شعر کو یارِ روحِ موسیقی ہے رقص اس کا بدن!

## ضبط

طریقِ اہلِ ذمہ سے گلہ شکوہ زمانے کا  
نہیں ہے زخم کھا کر او کرنا شانِ رویشی  
یہ ننگ تہہ پروانا نے مجھے خلوت میں سمجھایا  
کہ چسپے ضبطِ فغانِ شیریں فغانِ باری ویشی!

## قص

چھوڑو رپے کے لیے رقصِ بن کے سنم پیچ  
روح کے رقص میں ہے ضربِ کلیم اللہی!  
صلہ اس رقص کا ہے سنگنی کام و وہن  
صلہ اس رقص کا درویشی و شاہنشاہی!





# سیاست مشرق و مغرب

## اشتراکیت

قوموں کی روش سے مجھے ہوتا ہے یہ معلوم  
بے سواد نہیں زوس کی یہ کرمی فرستار  
اندیشہ ہوا شوخی افکار پہ مجبور  
فرسودہ طریقوں سے زمانہ ہوا ایسٹرا  
انساں کی ہوس نے جنھیں رکھا تھا چھپا کر  
کھلتے نظر آتے ہیں بتدیج وہ اسرا  
شکران میں ہو غوطہ زن لے مر مر مسلمان  
اللہ کرے تجھ کو عطا جدت کرا  
جو صرف قل العفو نہیں پوشیدہ ہے اب تک  
اس نور میں شاید وہ حقیقت چھوڑو ا



## کارل مارکس کی آواز

یہ علم و حکمت کی فہرہ بازی، یہ بحث و مکرار کی نمائش  
نہیں ہے ذہنی کوا بگو اور اپنے افکار کی نمائش  
تری کتابوں میں اے حکیم معاش رکھا ہی کیا ہے آخر  
خطوطِ حسنہ دار کی نمائش، مرز و کوچ دار کی نمائش  
جہانِ مغرب کے بت کدوں میں کلیسیاؤں میں مہرسوں میں  
ہوس کی خونِ زریاں چھپاتی ہے عتبار کی نمائش

## انقلاب

نہ ایشیا میں نہ یورپ میں سو و سازِ حیات  
خودی کی ہوتے ہے یہ اور وہ ضمیر کی توت  
دلوں میں ولولہٴ انقلاب سے پیدا  
قریب آگئی شاید جہانِ پیر کی توت!

## خوشامد

نہیں کارِ جہاں سے نہیں آگاہ، و سکن  
اربابِ نظر سے نہیں پوشیدہ کوئی راز  
کر تو بھی حکومت کے وزیروں کی خوشامد  
دستورِ نیا، اور نئے دور کا اعجاز  
معلوم نہیں ہے یہ خوشامد کہ حقیقت  
کہہ دے کوئی آلو کو اگر رات کا شہباز

## مناصب

چوہا ہے بندہ مومن فسوفی افرنگ  
اسی سبب سے قلند کی آنکھ ہے نم نال  
ترے بلند مناصب کی خیر سو پیار بیا!  
کہ ان کے واسطے تو نے کیا خودی کو جلاک



مگر یہ بات چھپائے سے چھپ نہیں سکتی  
سمجھ گنتی ہے اسے ہر طبیعت چالاک  
شرکائی حکم غلاموں کو لڑ نہیں سکتے  
خریدتے ہیں منقذ ان کا جو ہر ادراک!

## یورپ اور یہود

یہ عیش فرماؤں یہ حکومت یہ تجارت  
دل سینہ بے نور میں محسوس تہمت  
تاریکے پے افرنک شیشیوں کے ڈھوسے  
یہ واوی امین نہیں شایانِ تحبہ  
ہے نزع کی حالت میں یہ تہذیبِ جانِ مرک  
شاید ہوں کلیسا کے یہودی مُتوالی!



## نفسیاتِ غلامی

شاعر بھی ہیں پیدا، علمِ سما بھی، حکما بھی  
حالی نہیں قوموں کی غلامی کا زمانہ  
مقصد ہے ان اللہ کے بندوں کا مگر ایک  
ہر ایک ہے گو شرح معانی میں سیکانہ  
’بہتر ہے کہ شیروں کو سکھادیں رم آہو  
باقی نہ رہے شیر کی شیرمی کا فسانہ‘  
کرتے ہیں غلاموں کو غلامی یہ پڑھنا  
تاویل مسائل کو بناتے ہیں ہسانہ



## بلشویک روس

روس قضائے الہی کی پر عجیب و غریب  
خبر نہیں کہ ضمیر جہاں میں ہے کیا بات  
ہوتے ہیں کس پر چلیپا کے واسطے مامو  
وہی کہ حفظِ چلیپا کو جانتے تھے نجات  
یہ وحشی دہریتِ روس پر ہوئی نازل  
کہ توڑ ڈال کلیسیائیوں کے لات و منات!

## آج اور کل

وہ کل کے غم ویش کے پچھتے نہیں رکھتا  
جو آج خود اسروز و بکر سوز نہیں ہے  
وہ قوم نہیں لائق ہر سنگامیہ سزا  
جس قوم کی تہذیب میں امروز نہیں ہے!

## مشرق

ہری نواسے گریبانِ لالہ چاک ہوا  
نسیمِ صبحِ چمن کی تلاش میں ہے ابھی  
نہ مصطفیٰ نہ رضا شاہ میں نمود اس کی  
کہ زوہِ شرقِ بدن کی تلاش میں ہے ابھی  
مری خودی بھی سزا کی ہے مستحق لیکن  
زمانہ دارو رسن کی تلاش میں ہے ابھی

## سیاستِ افرنک

تری حرفیے یارِ سیاستِ افرنک  
سگر ہیں اس کے نیجاری فقط امیر و رئیس  
بنایا ایک ہی ملبیس راک سے ٹوٹنے  
بنائے خاک کے اُس نے دو صد ہزار اہلین!

## خوابِ جسکی

دورِ حاضر ہے حقیقت میں وہی عہدِ قدیم  
اہلِ سبب وہ ہیں یا اہلِ سیاست ہیں امام  
اس میں پھیری کی کراہت ہے نہ سیری کا ہے نور  
سیکڑوں صدیوں سے خاکِ عینِ اسلامی کے عوام  
خوابِ جسکی میں کوئی مشکل نہیں رہتی باقی  
پٹختہ ہو جاتے ہیں جب جوئےِ اسلامی میں غلام!

## غلاموں کے لیے

جسکے مشرق و مغرب نے سکھایا ہے مجھے  
ایک نکتہ کہ غلاموں کے لیے ہے کسیر  
دین جو، فلسفہ ہو، مشق جو، سلطان ہو  
ہوتے ہیں ٹختہ عقائد کی بنا پر کسیر

صرف اس قوم کا بے سوز غسل ناز و نوبوں  
ہو گیا نچتہ عقائد سے تھی جس کا ضمیر!

## اہلِ مصر سے

خود ابوالہول نے نیکتہ سکھایا مجھ کو  
وہ ابوالہول کہ ہے صاحبِ سیرِ قدیم  
فجسے جس سے بدل جاتی ہے تہتِ یرم  
ہے وہ قوت کہ صرفیہ اس کی نہیں تسلیم  
ہر زمانے میں دلگوں ہے طبیعت اس کی  
کبھی شمشیر محمد ہے کبھی چوبِ کلیم!



# ابی سینیا

( ۱۸ اگست ۱۹۳۵ء )

یورپ کے لگسوں کو نہیں ہے ابھی خیر  
ہے کتنی زہر ناک ابی سینیا کی لاش  
ہونے کو ہے یہ مُردہ دیرینہ قاش قاش  
تہذیب کا کمال شرافت کا نئے نوال  
غارت گری جہاں میں ہے اقوام کی محاش  
پہر لڑک کو ہے بڑہ معصوم کی تلاش  
اے وائے ابروئے کلیسا کا آسنہ  
رومانے کرو یا سیر بازار پاش پاش  
پیر کلیسا! یہ حقیقت ہے دھراش!



## ابلیس کا فرمان اپنے سیاسی فرزندوں کے نام

لا کر بڑے سمنوں کو سیاست کے بیج میں  
زُتاریوں کو دیر کھن سے نکال دو  
وہ فاقہ کش کہ موت کے ڈر مانہیں فرا  
رُوحِ محمدؐ اس کے بدن سے نکال دو  
فدِ عرب کو دے کے فرنگی تختِ سات  
اسلام کو حجاز وین سے نکال دو  
افغانیوں کی غیرتِ دس کا ہے یہ علاج  
ملا کو اُن کے کوہ و دمن سے نکال دو  
اہلِ حرم سے اُن کی روایاں چھین لو  
اچھو کو مر عن زارِ ختن سے نکال دو

✽ بھوپال (شیش محل) میں رکلتے گئے



اقبال کے نفس سے ہے لالے کی آگ تیز  
ایسے غزل سدا کو چمن سے نکال دو!

## جمعیتِ اقوامِ مشرق

پانی بھی سُختہ ہے پروا بھی ہے سُختہ  
کیا ہو جو نگاہِ فنا کی پیر بدل جائے  
دیکھا ہے ملو کیتِ افرات نے جو خواب  
ممکن ہے کہ اُس خواب کی تعبیر بدل جائے  
طلسمِ ابرن ہو کر عالمِ مشرق کا جنیوا  
شاید کمرۂ ارض کی تختہ پیر بدل جائے!



✽ بھوپال (شیش محل) میں لکھے گئے

## سُلطانی جاوید

غواص تو فطرت نے بنایا ہے مجھے بھی  
لیکن مجھے اعماقِ سیاست سے پرہیز  
فطرت کو گوارا نہیں سُلطانی جاوید  
ہر چند کہ یہ شہدہ بازی ہے دل آویز  
فرہاد کی خارا شکنی زندہ ہے اب تک  
باقی نہیں دنیا میں ملو کیت پڑیا

## جُھمہویت

اس راز کو اک مُردِ فرنگی نے کیا شش  
ہر چند کہ دانا اسے کھولا نہیں کرتے

\* استانِ دل

جُہوریت اک طرز حکومت ہے کہ جس میں  
بندوں کو گنا کرتے ہیں، تو لانا نہیں کرتے!

## یورپ اور سوویا

فرنگیوں کو عطا خاکِ سوویا نے کی  
نبیِ عفت و عنم خواری و کلمِ آزاری  
صدہ فرنگ سے آیا ہے سوویا کے لیے  
مے و قمار و ہجومِ زنانِ بازاری!

## مسوینی \*

(اپنے مشرقی ہونے پر حریفوں سے)

کیا زمانے سے نرالا ہے مسوینی کا جرم!  
جسے جسٹس پٹا ہے معصومانِ یورپ کا مزاج

\* ۲۲ اگست ۱۹۴۵ء بھوپال (شیش محل) میں لکھے گئے

میں بھٹکتا ہوں تو چھلنی کو بڑا لگتا ہے کیوں  
ہیں سبھی تہذیب کے اوزار! تو چھلنی میں جھینج  
میرے سو داسے ملکیت کو ٹھکراتے جو تم  
تم نے کیا توڑے نہیں کمزور قوموں کے بوج  
یہ عجائب شہید کے کس کی ملکیت کے ہیں  
راجدھانی ہے، مگر باقی نہ راجہ ہے نہ راج  
ال سیر چو پنے کی آبیاری میں ہے  
اور تم دنیا کے بخر بھی نہ چھوڑو بے خرچہ!  
تم نے لوٹے بے نوا صحرائینوں کے خیم  
تم نے لوٹی کشت و حقان تم نے لوٹے تخت تاج  
پردہ تہذیب میں غارتگری آدم نشی  
کل روا رکھی تھی تم نے، میں روا رکھتا ہوں آج!



## گ

معلوم کئے ہند کی اقتدار کہ اب تک  
بیچارہ کسی تاج کا تابندہ نہیں ہے  
دہشتاں ہے کسی قبر کا اگلا ہوا مردہ  
بوسیدہ کفن جس کا ابھی زیر زمین ہے  
جاں بھی لڑو غمیر، بدن بھی لڑو غمیر  
افسوس کہ باقی نہ مکان ہے نہ عین ہے  
یورپ کی عنایہ پر رہنا سندھ ہوا تو  
مجھ کو تو رکھ تجھ سے ہے یورپ سے نہیں ہے!

## استدباب

کہاں فرشتہ تہذیب کی ضرورت ہے  
نہیں زمانہ حاضر کو اس میں دشواری

جہاں ستار نہیں زن شکر لباس نہیں  
جہاں حرم بتاتے ہیں غسل سے خواری  
بدن میں گرچہ ہے اک رُوح ناشکیب و عسوق  
ظہیرتہ آبِ وجد سے نہیں ہے بیزاری  
خُور و زریک و پُر دم ہے بچتہ بڑی  
نہیں ہے فیضِ مکاتب کا چشمہ جاری  
نظن و زان و سنرنگی کا ہے یہی مستوی  
وہ سر نہیں مذیت سے ہے ابھی ساری

## لا دین ستیا

جو بات حق ہو وہ مجھ سے چھپی نہیں رہتی  
خدا نے مجھ کو دیا ہے دلِ خسیر و بصیر  
مری نگاہ میں ہے یہ سیاستِ لا دین  
کس نیرا ہر من و ذوں نہاد و مردہ خسیر

ہوتی ہے ترکب کلیسا سے حاکمی آزاد  
فرنگیوں کی سیاست ہے دیوبند زنجیر  
مستغنیہ پر پوتی ہے جب نظر اس کی  
تو ہیں ہر اول شکر کلیسا کے سفیر

## دام تہذیب

اقبال کو شاہ اس کی شرافت میں نہیں ہے  
ہر ملت مظلوم کا یورپ ہے حنیف  
یہ یہ کلیسا کی کرامت ہے کہ اس نے  
بجلی کے چراغوں سے منور کیے افکار  
جلتا ہے کمر شامِ فلسطین میں ہر اول  
تہذیب سے کھلتا نہیں عجمت و شوا  
ترکانِ جفا پیشہ کے پنجے سے نکل کر  
بیچارے ہیں تہذیب کے بھندے میں گرفتار

## نصیحت

اک لڑکھن زنگی نے کہا اپنے پسر سے  
منظر وہ طلب کر کہ تری آنکھ نہ ہو سیر  
بیچارے کے حق میں ہے یہی سب بڑا مسلم  
بڑے پر الرفاش کریں قاعدہ شیر  
سینے میں رہے راز نلوکانہ تو بہت  
کرتے نہیں محکم کو تیغوں کے کبھی زیر  
تعلیم کے تیزاب میں ڈال اس کی خودی کو  
ہو جائے ملامت تو جدھر چاہے اٹھے پسر  
تاشیر میں اکسیر سے بڑھ کر ہے یہ تیزاب  
سونے کا ہمالہ ہو تو مٹی کا ہے اک چھسیر





# ایک کھری قزاق اور سکندر

## سکندر

جہد تیرا تری زنجیر یا شمشیر ہے میری  
کہ تیری رہزنی سے تنگ ہے دریا کی پہنائی!

## قزاق

سکندر! حیف، تو اس کس جوان مڑی سمجھتا ہے  
گو ارا اس طرح کہتے ہیں، چشموں کی رسوائی؟  
ترا پیشے ہے سفاکی، مرا پیشے ہے سفاکی  
کہ ہم تزا قزاق ہیں دونوں تو میدانی، میں دریائی!



## جمعیتِ اقوم

بیچارہ کئی روز سے دم توڑ رہی ہے  
ڈر ہے خبر بد نہ مرے مُنہ سے نکل جائے  
تقتیر تو تبسمِ نظر آتی ہے ویسے کن  
پیرانِ کلیسا کی دعائے یہ ہے کہ ٹل جائے  
ممکن ہے کہ یہ دشتِ پیرلِ افرنگ  
ابلیس کے تعویذ سے کچھ روز سنبھل جائے!

## شامِ فلسطین

رندانِ نیرایس کا یخِ نہ سلامت  
پڑے مے مگرنگ کے پر شہِ حلب کا  
ہے خائفِ فلسطین یہ یہودی کا الحق  
ہیسا یہ برحق نہیں کیوں ایلِ عرب کا

مقصد ہے ملوکیت انگلیس کا کچھ اور  
قصہ نہیں نارنج کا یا شہد و مطلب کا

## سیاسی پیشوا

اُمید کیا ہے سیاست کے پیشواؤں سے  
یہ خاک باز ہیں رکھتے ہیں خاک کے پیوند  
ہمیشہ مور و مگس پر نگاہ ہے ان کی  
جہاں میں ہے صفت عنکبوت ان کی کند  
خوشا وہ قافلہ جس کے امیر کی ہے ستار  
تختِ ملکوئی و جذبہ ہائے بلند!

## نفسیاتِ علامی

سخت باریک ہیں امراضِ اُغم کے اسباب  
کھول کر کہیے تو کرتا ہے بسیار کھتا ہے

دینِ شیری میں غلاموں کے امام اور شیوخ  
دیکھتے ہیں منقطعاً کسلسفہ رُو باہمی  
ہوا اگر قوتِ منعمون کی درپردہ مُرید  
قوم کے حق میں ہے لعنت وہ کلیم اللہی!

## غلاموں کی نماز

(ترکی وفدِ لال احمد لاپھو میں)

کہا مجھ پر ترکی نے مجھ سے بعد نماز  
طویل سجد ہیں کیوں اس قدر تمہارے امام  
وہ سادہ مردِ سجادہ، وہ مومنِ آزاد  
خبر نہ تھی اُسے کیا چیز ہے نمازِ غلام  
ہزار کام ہیں مردانِ حُر کو دُنیا میں  
انھی کے ذوقِ عمل سے ہیں اُمتوں کے نظام

بدنِ عِسلام کا سوزِ عمل سے ہے محروم  
کہ ہے مُرورِ غلاموں کے روز و شب پہ حرام  
طویلِ سجدہ اگر ہیں تو کیسے تجھے  
ورائے سجدہ غریبوں کو اور کیسے کام  
خدا نصیب کرے پسند کے اماموں کو  
وہ سجدہ جس میں ہے ملت کی زندگی کا پیام

## فلسطینی عرب سے

زمانہ اب بھی نہیں جس کے سوز سے فارغ  
میں جانتا ہوں وہ آتش تیرے وجود میں ہے  
تری دوانہ جنیوا میں ہے نہ لندن میں  
فرنگ کی رگ جاں نچب نہ یہود میں ہے  
بُنا ہے میں نے غلامی سے اُمتوں کی نجات  
خودی کی پرورش و لذت نمود میں ہے

## مشرق و مغرب

یہاں مرض کا سبب ہے غلامی و تہمت سید  
وہاں مرض کا سبب ہے نظامِ جمہوری  
نہ مشرق اس کے بڑی ہے نہ مغرب اس کے بڑی  
جہاں میں علم ہے قلب و نطق کی رنجوری

## نفسیاتِ حامی

(اصلاحات)

یہ ہے بے ہنسی صیاد کا پڑہ  
اتنی نہ مرے کام مری تازہ صفیری  
رکھنے لگا مڑھباتے ہوئے پھولِ قفس میں  
شاید کہ اسیروں کو لو ارا ہو اسیری!



# محراب گل افغان انکسار

# محراب گل افغان کے افکار



میرے کستاں! تجھے چھوٹے جاؤں کہاں  
تیری چٹانوں میں ہے میرے آب وجد کی خال  
روز ازل سے ہے تو منزل شہین چرخ  
لالہ گل سے تھی نغمہ نعلیل سے پاک  
تیرے جسم پیچ میں میری بہشت میں  
خال تیری عنبریں آب ترا تا ب تال





باز نہ ہو گا کبھی بندۂ کبکِ حوسم  
جفظِ بدن کے لیے رُوح کو کر دوں ہلاک!  
اے مرے فقرِ غمخور! فیصلہ تیرا ہے کیا  
خلعتِ انگریز یا سپرین چال چال!



حقیقتِ ازلی ہے رقابتِ اقوام  
نگاہِ سیرِ فلک میں نہ میں عزیز نہ تو  
خودی میں ڈوب زمانے سے ناامید نہ ہو  
کہ اس کا زخم ہے در پر وہ ہتھم ہتھم  
رہے گا تو ہی جہاں میں گیانہ ویہکتا  
اُتر گیا جو ترے دل میں لاشِ نیک لڑا





تری دُعا سے قضا تو بدل نہیں سکتی  
مگر ہے اس سے یہ ممکن کہ تُو بدل جائے  
تری خودی میں اگر نعتِ شراب ہو پیدا  
عجب نہیں ہے کہ یہ چار سُو بدل جائے  
وہی شراب، وہی ہاے و چُو رہے باقی  
طریقِ ساقی و رسمِ کدُو بدل جائے  
تری دُعا ہے کہ ہو تیری آرزو پوری  
مری دُعا ہے تری آرزو بدل جائے!



کیا چرخِ کج رو، کیا مہر، کیا ماہ  
سب راہرو ہیں و اماندہ راہ

کڑکا سکندر بجلی کی مانند  
تجھ کو خبر ہے اے مرگِ ناکاہ  
نادر نے ٹوٹی وتلی کی دولت  
اک ضربِ شمشیر، افسانہ کو تہ  
افغان باقی، کُتسار باقی  
اِحکَمُ رِشْدًا اَلْمَلٰئِكَةُ رِشْدًا  
حاجت سے مجبور مردانِ آزاد  
کرتی ہے حاجت شیروں کو روبا  
محرمِ خودی سے جس دم ہوا فقر  
تُو بھی شہنشاہ، میں بھی شہنشاہ!  
قوموں کی تقدیر وہ مردِ درویش  
جس نے نہ ٹھونڈی سلطان کی درگاہ





یہ ندرت یہ کھیل یہ غوغائے روارو  
اس عیش فراواں میں ہے ہر لحظہ غم تو  
وہ علم نہیں زہر ہے آسرا کے حق میں  
جس علم کا حاصل ہے جہاں میں دو کف جو  
ناداں! ادب و فلسفہ کچھ چیز نہیں ہے  
اسباب ہنر کے لیے لازم ہے تک و دو  
فطرت کے تو ایسے قہ غالب سے ہنر مند  
شام آس کی ہے مانند سحر صاحب پر تو  
وہ صہ صاحب فن چاہے تو فن کی برکت سے  
ٹپکے بدن سے شبنم کی طرح ضو!





جو عالم ایجاد میں ہے صاحب ایجاد  
ہر دور میں کرتا ہے طوائف اس کا زمانہ

تقتید سے ناکارہ نہ کر اپنی خودی کو  
کر اس کی حفاظت کہ یہ گوہر ہے یگانہ

اُس قوم کو تجہد کا سینا مبارک!  
ہے جس کے تصور میں فقط بزم شہانہ

لیکن مجھے ڈر ہے کہ یہ آوازہ تجہد  
مشرق میں ہے تفتیدِ فرنگی کا بہنہ





رومی بدلے، شامی بدلے، بدلا چنڈستان  
تو بھی اے فرزندِ کُستار! اپنی خودی پہچان

اپنی خودی پہچان

او غافلِ فہمان!

موسمِ اچھا، پانی و سُر، مٹی بھی زرِ خیز  
جس نے اپنا کھیت نہ سینچا، وہ کیسا دہقان

اپنی خودی پہچان

او غافلِ فہمان!

اُونچی جس کی لہر نہیں ہے، وہ کیسا دریائے  
جس کی ہوا میں تند نہیں ہیں، وہ کیسا طوفان

اپنی خودی پہچان

او غافلِ فہمان!

ڈھونڈ کے اپنی خاک میں جس نے پایا اپنا آپ  
اُس بندے کی دھت نی پر سلطانی قربان

اپنی خودی پہچان

او غافلِ فہمان!

تیری بے علمی نے رکھ لی بے علموں کی لاج  
عالمِ فاضل بیچ رہے ہیں اپنا دین لیماں

اپنی خودی پہچان

او غافلِ فہمان!



زراغ کستا ہے نہایت بد نما ہیں تیرے پر  
شیرک کہتی ہے تجھ کو اور چشمِ بے ہنر  
لیکن اے شہباز! یہ مرغِ خانِ صحرا کے اچھوت  
ہیں فصنائے نیلوں کے پیچ و خم سے خیر

ان کو کیا معلوم اس طائر کے احوال و مقام  
روح ہے جس کی دم پر از ستر تان پلٹنا!



عشقِ طینت میں فرومایہ نہیں مثلِ ہوس  
پہ شہبازے ممکن نہیں پرواز گس  
یوں بھی دستورِ گستا کو بدل سکتے ہیں  
کہ نشینِ چمن دل پر کراں شلِ قفس  
سحرِ اماوہ نہیں منتظرِ بانابِ ریل  
ہے کہاں قافلہ سوج کو پروا ہے جبرسن  
گرچہ مکتب کا جواں زندہ نطنہ آتا ہے  
مردہ ہے مانا کے لایا ہے فرنگی سے نفس  
پرویشِ دل کی اگر نطنہ ہے تجھ کو  
مرد مومن کی نگاہِ سلسلہ انداز ہے بس!





وہی جوان ہے قبیلے کی آنکھ کا تارا  
شبابِ حسین کا ہے بے داغِ خضر بے کاری  
اگر ہو جنگ تو شیرانِ غائب کے بڑھ کر  
اگر چو سلیح تو عرسِ عنزال تا تاری  
عجب نہیں ہے اگر اس کا سوز ہے ہمہ روز  
کہ نیستوں کے لیے بس ایک چنگاری  
خدا نے اس کو دیا ہے شکوہِ سلطانی  
کہ اس کے فقر میں ہے حیدری و کزازی  
نگاہِ کم سے نہ دیکھ اس کی بے گلاہی کو  
یہ بے گلاہ ہے سرمایہ کلمہ داری





جس کے پتوں سے منور تھی سیرِ شب و شمس  
پھر بھی چو سکتا ہے روشن چہ چراغِ خاموش  
مرد بے حسد کرتا ہے زمانے کا کلمہ  
بندہ جس کے لیے شکرِ تقی ہے نوش  
نہیں پسنگا تیرے پیار کے لائق وہ جو اس  
جو ہوا مالہ نزعِ ان سحر سے مدہوش  
مجھ کو ڈر ہے کہ طعنِ لاناہِ طبیعتِ تیری  
اور عیتِ ار ہیں لوریے کے شکر پارہ فرہوش!



لا دینی ولا سینی، بس پیچ میں الجھا تو  
وارو ہے ضعیفوں کا لا غالب، اللہو!

صنیا و معانی کو پورے پکے نمونے ہی  
پکاش ہے فضا لیکن بے نام تمام آہو  
بے اشک سحر کا ہی مقوم خودی شکل  
یہ لالہ پیکانی خوشتر ہے کنار جو  
صنیا ہے کانر کا، نچھپے ہے من کا  
یہ دیر لہن یعنی تختہ زنگ و بو  
اے شیخ، امیروں کو جس کا نکلوادے  
ہے ان کی سازوں سے محرابے بش اربو



مجھ کو تو یہ نہیں نظر آتی ہے دگر کوں  
معلوم نہیں دیکھتی ہے تیری نظر کیا  
ہر سینے میں الٰہ صبح قیامت ہے نمودار  
افسکار جانوں کے ہوئے زیر وزیر کیا

کر سکتی ہے بے حسرت چینی کی تلافی  
اپنے یہ حرم تیری مناجاتِ سحر کیا  
ممكن نہیں تخیلیق خودی حنا نقہوں سے  
اس شعلہ نیم خورہ سے ٹوٹے کا شکر کیا



بے جراتِ بندانہ ہر عشق ہے بے واپسی  
بازو ہے قوی جس کا، وہ عشق بے لاپسی  
جو سختی منزل کو سامانِ حشر سمجھے  
اے وائے تن آسانی! باپید ہے وہ راہی  
وہشت نہ سمجھ اس کو اے مردِ کیمیائی!  
کٹسار کی حسرت ہے تسلیمِ خودِ گاہی  
دُنیا ہے روایاتی عقیقی ہے سنا جاتی  
درباز و عوالمِ را، این است شہنشاہی!



ادم کا ضمیر اس کی حقیقت پہ ہے شاہد  
مشکل نہیں اے سائبانہ بعلم تیری  
فولاد کہاں رہتا ہے شیر کے لائق  
پیدا جو اگر اس کی طبیعت میں حریری  
خود دار نہ ہو فترو تو ہے قہر الہی  
جو صاحبِ غیرت تو ہے تمہیں امیری  
افرنما ز خود بے خبرت کرو و گرنہ  
اے بندہ مومن! تو بشیری تو نذیری!



قوموں کے لیے ہوتے ہیں مرکز سے جدائی  
جو صاحبِ مرکز تو خودی کیا ہے خدائی!

جو فہم نہ ہوا تلخی دوران کا بکھڑا  
اس فہم میں باقی ہے ابھی بونے کدائی  
اس فور میں بھی مردِ حشا کو ہے پتیر  
جو حجبِ زہ پرست کو بنا سکتا ہے رانی  
دور کہ بے روز تو ذوقِ تنہاں یافت  
اے بندۂ مومن تو کجباتی تو کجباتی  
خوشی یا سدا پر وہ شرق سے نکل کر  
پہنا مرے کسار کو بلبو جس نالی



آگ اس کی چھونک دیتی ہے برناو پیر کو  
لاکھوں میں ایک بھی جو الر صاحب یقین  
ہوتا ہے کوہِ وڈشت میں پیدا کجباتی  
وہ مرد جس کا فہم خرف کو کرنے نہیں

تو اپنی سرنوشت اب اپنے قلم سے لکھ  
خالی رکھی ہے حسائے حق نے ترجمی بس  
نیگلوں فضل جسے کہتے ہیں آسماں  
چست ہو کر کشتا تو حقیقت میں کچھ نہیں  
بالائے سر رہا تو ہے نام اس کا آسماں  
زیر پر ایک تو یہی آسماں، زمین!



نیکی تہ خوب کہا شیر شاہ سُوری نے  
کہ امتیازِ قبائل تم ترخواری  
عزیز ہے حسین نامِ وزیری و محمود  
ابھی خلیعتِ افغانیت سے ہیں عاری  
ہزار پارہ ہے کُساہ کی سلماںی  
کہ ہر قبیلہ ہے اپنے بتوں کا زتاری

وہی سرم ہے وہی استبارلات و مننا  
حدا نصیب کرے تجھ کو ضربتِ کاری!



نگاہ وہ نہیں بسخ و زور پوہچانے  
نگاہ وہ ہے کہ محتاجِ مشرہ نہیں  
فرنگ سے بہت آگے ہے منزلِ مومن  
قدم اٹھا بیعتِ ام انتہائے راہ نہیں  
کھلے ہیں سب کے لیے غزوپوں کے مسخانے  
علوم تازہ کی کستیاں نہا نہیں  
اسی سرور میں پوشیدہ موت بھی ہے تری  
ترے بدن میں الرسولِ لا الہ انہیں  
سنیں گے میری صدا خانزادگانِ کبیر؟  
گھیم پوشس ہوں میں صحابہ کلاہ نہیں!





فطرت کے معاصد کی کرتا ہے نہ کھبانی  
یا بندہ صحرائی یا مردِ ہستانی  
دنیا میں محارِب ہے تہذیب فوس کرکا  
ہے اس کی فہتیری میں ساریہ سلطانی  
یہ حسنِ لطافت کیوں وہ قوت و شوکت کیوں  
مبہل چنستانی شہباز بیابانی  
اے شیخِ بہت اچھی کتاب کی فضا، لیکن  
بنتی ہے بیاباں میں نواروقی و سلمانی  
صدیوں میں کہیں پیدا ہوتا ہے عرفیہ اس کا  
تلوار تھے یزیدی میں صہبائے سلمانی





# ارمغانِ حجاز

اُردو

اقبال

۱م = حضور حق  
۲م = حضور بلاق  
۳م = حضور اہل

سرورق ۲م  
سہ ادرت ہے آواز زبرد از فرزند گداز  
نفسم کردہ می آید جبر و باخبر امان  
نہ (فرستگاری)

سرورق ۱م  
محل ~~محل~~  
دوستان را با جانان  
دل او تیر بار کس  
آب غم نشانی  
ببین آشنای غم

سرورق ۳م  
مجموع از رخ کلام عارفانہ  
رخ کلام سیرت عارفانہ  
سیرت لاله گوں از لاله گوں باغ  
بیشترم چشمم دار دانه!

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## فہرست

۷۰/۹	ابلیس کی مجالس شوری	۱
۷۱۳/۲۱	پڑھے بلوچ کی نصیحت بیٹے کو	۲
۷۱۵/۲۳	تصویر و مصوّر	۳
۷۱۷/۲۵	عالم برزخ	۴
۷۲۱/۲۹	مسنزل شہنشاہ	۵
۷۲۲/۳۰	دوزخی کی مناجات	۶
۷۲۳/۳۱	مسعود مرحوم	۷
۷۲۶/۳۳	اوزغیب	۸

## رباعیات

- ۱ بری شاخ اٹل کا پے ٹر کیا ۷۲۹/۳۷
- ۲ فراغت مے اے کارِ جہاں سے ۷۳۰/۳۸
- ۳ دلگلوں عالمِ شام و سحر کر ۷۳۰/۳۸
- ۴ عنبرِ سی میں ہوں محمودِ ایسی ۷۳۱/۳۹
- ۵ حنبر کی تنگ دامانی سے منبریا ۷۳۱/۳۹
- ۶ کہا اقبال نے شیخِ حرم سے ۷۳۲/۴۰
- ۷ کہن ہننگامہ ہائے آرزو سرو ۷۳۲/۴۰
- ۸ حدیثِ بندہٴ مومن دل آویز ۷۳۳/۴۱
- ۹ تمیزِ خار و گل سے آشکارا ۷۳۳/۴۱
- ۱۰ نہ کر ذکرِ منراق و آشنائی ۷۳۴/۴۲
- ۱۱ ترے دریا میں طوفاں کیوں نہیں ہے ۷۳۴/۴۲
- ۱۲ حنبرو دیکھے اگر دل کی نگہ سے ۷۳۵/۴۳
- ۱۳ کبھی دریا سے مثلِ موج ابھر کر ۷۳۵/۴۳

## علازادہ ضعیف لولابی کشمیری کا بیاض

- ۱ پانی ترے چشموں کا تڑپتا جو اسیاب ۷۳۷/۲۵
- ۲ موت ہے اک سخت تر جس کا غلامی ہے نام ۷۳۸/۲۶
- ۳ آج وہ شیر ہے محکوم و مجبور و فہستہ ۷۳۹/۲۷
- ۴ گرم ہو جاتا ہے جب محکوم قوموں کا لہو ۷۳۹/۲۷
- ۵ دُراج کی پرواز میں ہے شوکت شاہیں ۷۴۰/۲۸
- ۶ برندوں کو بھی معلوم ہیں صوفی کے کمالات ۷۴۱/۲۹
- ۷ نکل کر حن نفاہوں سے ادا کر رہم شبیری ۷۴۱/۲۹
- ۸ سبھا لہو کی بوند الرثوا سے تو خیر ۷۴۲/۵۰
- ۹ کھنڈا جب چسپن میں کتب خانہ گل ۷۴۳/۵۱
- ۱۰ ازادگی رک سخت ہے مانند رک سنگ ۷۴۴/۵۲
- ۱۱ تمام عارف و عامی خودی سے بیگانہ ۷۴۵/۵۳
- ۱۲ دگرگوں جہاں ان کے زور و عمل سے ۷۴۶/۵۴

۷۴۷/۵۵	۱۳	نشاں یہی ہے زمانے میں زندہ قوموں کا
۷۴۸/۵۶	۱۴	چہ کا فنراند قمار حیات می بازی
۷۴۹/۵۷	۱۵	ضمیمہ نمبر ۱۱۱ تا جہانہ ضمیر مشرق ہے اہل ہند
۷۵۰/۵۸	۱۶	حاجت نہیں اے خطہ گل شرح و بیاس لی
۷۵۱/۵۹	۱۷	خود آگاہی نے سکھلا دی ہے جس کو تن فراموشی
۷۵۱/۵۹	۱۸	اے عزیزم بلند آور آں سوز جب گراور
۷۵۲/۶۰	۱۹	غریب شہرچوں میں سن تو لے بری فریاد



۷۵۳/۶۱	۱	سر اکبر حیدری
۷۵۳/۶۲	۲	صدر اعظم حیدرآباد دکن کے نام مُحسین احمد
۷۵۳/۶۲	۳	حضرت انساں





# اُردو نظمیں

ابلیس اور مجلسِ کبرئے

ابلیس

- 1۔ غاصر کا پرنا کھیل! یہ دنیا ہے درں! ساکنِ نیا عرشِ اعظم کہ تمناؤں کا خون!
- 2۔ ~~سنا~~ اس کے زبان سے بیجا مان ہے وہ لایا  
جنے اس کا نام رکھا ~~تھا~~ جہاں کاف و زور
- 3۔ کون سا رنگ ہے اسے آتشِ خودی کو سرد  
حکایتوں میں برابلیس کا نیند دروں  
3۔ ~~چشمہ~~ دکھائی از رنگی کو حرکت کا غریب  
یہ ہے تورا ~~اور~~ مجد و بدیر و کس کا خون!
- 4۔ ~~چشمہ~~ ناداروں کا کھلنا استقامتِ تیر کا  
یہ ہے نغمہ کو دیا کہ یہ دلدلا کا خون!
- 6۔ ~~سنا~~ جگہ جگہ جگہ خیریں ہار کا آستان سے بلند  
کون سا رنگ ہے اس کا کفن کو سزوں؟

# ابیس کی مجلسِ شوریٰ

۱۹۳۶ء

## ابیس

عینِ صبر کا پُرانا کھیل، یہ یونینے لوں  
ساکنانِ عیشِ اعظم کی تستِ آؤں کا خون!  
اس کی بربادی پہ کج آمادہ ہے وہ کارساز  
جس نے اس کا نام رکھا تھا جہانِ کافوروں  
میں نے دیکھا ایسا فرغی کو کلوکیت کا خواب  
میں نے توڑا سجدہ ویر و کلیسا کا فسوں

میں نے ناداروں کو سکھلایا سبقِ تقصیر کا  
میں نے منجسم کو دیا ساری کا خون  
کون کر سکتا ہے اس کی آتشیں سوزاں کو سرد  
جس کے ہنگاموں میں ہو اسیے کاسوزوں  
جس کی شاخیں ہوں ہماری آبیاری سے بلند  
کون کر سکتا ہے اس نخلِ کُن کو سوزوں!

## پہلا شیر

اس میں کیا شک ہے کہ محکم ہے یہ اہلیسی نظام  
پنختہ اس سے ہوتے ہوئے غلامی میں عوام  
ہے ازل سے ان سرہیوں کے مقدر میں سجدہ  
ان کی فطرت کا تقاضا ہے ناز بے قیام  
ارز و اول تو پیدا ہو نہیں سکتی کہیں  
ہو کہیں پیدا تو مر جاتی ہے یا رہتی ہے خام

یہ ہماری سچی پیغام کی کراست ہے کہ آج  
صہونی و ملاطفت کی بستہ ہیں ہم  
طبع شرق کے لیے سوزوں ہی افیون تھی  
ورنہ تو الٰہی کے کچھ کم تر نہیں علم کا نام!  
ہے طواف و حج کا سنگسار الہیاتی تو کیا  
گندہ ہوا رہتی مومن کی تیغ بنے پیام  
کس کی نو میدی پہ چھتے ہیں نران جدید؟  
ہے چہا اس دور میں مریضوں پر حرام!

دوسرا شیر

خیر ہے سلطانی جمہور کا غوغا کہ شر  
تو جہاں کے تازہ فتنوں سے نہیں ہے باخبر!

## پہلا مشیر

چوں ہر گھمسی سہری جہاں مینی بتاتی ہے مجھے  
جو ملو کیت کاک پر وہ ہو کیا اُس سے خطر!  
ہم نے خود شاہی کو پہنایا ہے جمہوری لباس  
جب فر ادم ہوا ہے خود شناس خود نگر  
کاروبار شہسزادی کی حقیقت اور ہے  
یہ وجود میسٹراں پر نہیں ہے منحصر  
مجلس ملت ہو یا پرویز کا دربار جو  
ہے وہ سلطانِ غیر کی کھیتی یہ ہو جس کی نظر  
تُو نے کیا دیکھا نہیں مغرب کا جمہوری نظام  
چہرہ روشن، اندروں چینگیز سے تاریک ترا

## تیسرا شیر

روحِ سلطانی ہے باقی تو پھر کیا خطِ سراج  
ہے مگر کیا اس یہودی کی شرارت کا جواب؟  
وہ کلیم ہے تجھ جی، وہ سحر ہے بھلیب  
نیتِ پیغمبروں کی کن درجہ نسل دار و کتاب  
کیا بتاؤں کیا ہے کافر کی نگاہ پر وہ سوز  
مشرق و مغرب کی قوموں کے لیے روزِ حساب!

اس سے بڑھ کر اور کیا چوکا طبیعت کا فساد  
توڑ دی بندوں نے آقاؤں کے خمیوں کی طناب!

## چوتھا شیر

توڑ اس کا روستہ الکرے کے ایوانوں میں دیکھ  
اے سیر کو دکھایا ہم نے پھر سیر کا خواب

کون بحرِ روم کی موجوں سے ہے لپٹا چُوا  
گاہِ بالہ چون صحنِ نوبرِ گاہِ نالہ چون باب

## تیسرا شعر

میں تو اُس کی عاقبتِ بینی کا کچھ قائل نہیں  
جس نے زلفِ نگیں سیات کو کیا یوں بے حجاب

## چنانچہ

(ابلیس کو مخاطب کر کے)

اے ترے سوزِ نفس سے کارِ عالم استوار  
تُو نے جب چاہا کسیا ہر پرہیزگاری کو آشکار  
اب کل تیری حرارت سے جہانِ سوز و سدا  
ابدِ جنت تری تسلیم سے دانائے کا



تجھ سے بڑھ کر فطرت آدم کا وہ مجرم نہیں  
سادہ دل بندوں میں جو شہور ہے پروردگار کا  
کام تھا جن کا فقط تقدیس و تسبیح و طواف  
تیری عنایت سے ابتدا تاکہ زکون و شرمسار  
گرچہ ہیں تیرے مژدیا فرما کے جسے تمام  
اب مجھے ان کی فراست پر نہیں ہے اعتبار  
وہ یہودی فتنہ کز وہ روح مزدک کا بڑا  
قربا سونے کو ہے اس شخصوں سے تاردار  
زایع و شتی ہو رہا ہے ہر شاہین و چرخ  
کتنی سعادت سے بدلتا ہے مزاج روزگار  
چھالنی آشفق ہو کر وسعت افلاک پر  
جس کو نادانی ہے ہم سمجھے تھے اٹشتِ غبا  
فتنہ منہ والی ہیبت کا یہ عالم ہے کہ آج  
کانپتے ہیں کوہِ سار و مرغزار و جوتبا

میرے آقا! وہ جہاں زیر و زبر ہونے کو ہے  
جس جہاں کا ہے فقط تیری سیادت پر مدار

## ابلیس

(اپنے نمبروں سے)

ہے مرے دستِ تصرف میں جہاں گنٹ بو  
کیا زمین، کیا مہر، کیا آسمان، تو بتو  
دیکھ لیں گے اپنی آنکھوں کے تماشا غرب و شرق  
میں نے جب کر ما دیا اقوام پورے کا لہو  
کیا امان سیاست، کیا کلیسا کے شیوخ  
سب کو دیوانہ بنا سکتی ہے میری ایک سُو  
کار کاوشِ شیشہ جو ناواں سمجھتا ہے اسے  
توڑ کر دیکھئے تو اس تہذیب کے جام و جوا

دستِ فطرت نے کیا ہے جن گریبانوں کو چاک  
مزد کی منطق کی سوزن نے نہیں جوتے رفو  
کب ڈرا سکتے ہیں مجھ کو اشتراکی کوچہ لرو  
یہ پریشاں روزگار آشفنیہ غمزہ آشفنیہ  
ہے اگر مجھ کو خطر کوئی تو اُس اُمت سے ہے  
جس کی خاکستریں ہے اب تک شرارِ آرزو  
خالِ خالِ اس قوم میں اب تک نظر آتے ہیں وہ  
کرتے ہیں اشکِ سحر کا ہی سے جو ظالمِ صنم  
جانتا ہے جس پہ روشن باطنِ ایام ہے  
مزدکیتِ فتنہ فرود نہیں، اسلام ہے



جانتا ہوں میں یہ اُمتِ حاملِ قرآن نہیں  
ہے وہی ساری بستی بستی کا وہی

جاننا ہوں میں کہ مشرق کی اندھیری ات میں  
بے یقین ہے پرانِ جسم کی آستیں  
عصرِ حاضر کے تقاضاؤں سے ہے لیکن یہ جو  
ہو نہ جائے اشکارا شرحِ غم یہ کب کہیں  
احذر! امینِ پینہ برے سو بار الحذر  
حافظِ ناموس ن، مرو آتما، مرو آستیں  
سوت کا پیغام ہر نوعِ غلامی کے لیے  
نے کوئی شغفور و خاقان نے فقیرِ ریشیں  
کرتا ہے دولت کو ہر آکو کی سے پال صاف  
شعموں کو مال و دولت کا بناتا ہے اپیں  
اس کے بڑھ کر اور کیا فکر و عمل کا انقلاب  
پاوشا ہوں کی نسین اللہ کی ہے یہ زمین!  
چشمِ عالم سے ہے پوشیدہ آستیں تو خوب  
غینیت ہے کہ خود ہوسن ہے محدود رعیتیں

ہے یہی بہتر البیات میں الجھار ہے  
یہ کتاب اللہ کی تاویلات میں الجھار ہے



توڑ ڈالیں جس کی تکبیریں طلسم شش جہات  
ہونہ روشن اُس خداوند شس کی تاریک رات  
ابن مریم مر گیا یا زندہ جاوید ہے  
ہیں صفات ذات حق حق سے خدا یا عین ذات  
انے والے سے مسیح ناصر ہی مقصود ہے  
یا مجدد جس میں ہوں نہ زندہ مریم کے کھفا  
ہیں کلام اللہ کے الفاظ حادث یا متدیم  
انتہی مرحوم کی ہے کس عقیدے میں نجات  
کیا مسلمان کے لیے کافی نہیں اس دور میں  
یہ البیات کے ترشے ہوئے لات و سنا؟

تم اسے بے گمانہ رکھو عالم کرا سے  
تا بساط زندگی میں اس کے سب نمبرے ہوں تا  
خیر اسی میں ہے قیامت تاکہ ہے ہر خونِ غلام  
چھوڑ کر اوروں کی خاطر یہ جہان بے شتاب  
ہے وہی شعر و تصوف اس کے حق میں خیر  
جو چھپائے اس کی آنکھوں سے تماشائے حیا  
ہر نفس تا جوں اس اُمت کی بیداری نہیں  
حقیقت جس کے ہیں کی اصحاب کا نسبتا  
مست رکھو ذکر و فکرِ ضعیف کا ہی میں اسے  
پنختہ تر کر دو مزاج خانقاہی میں اسے



## بڑھے بلوچ کی نصیحت بیٹے کو

چوتیر بے سیاباں کی ہوا تجھ کو لوارا  
اس وقت سے بہت ہے نہ دلی نہ بخارا  
جس ست میں چاہے صفتِ سیلِ واں پل  
وادی یہ ہساری ہے صوچہ را بھی چارا  
خیرتے بڑھی چسینز جان تاک دو میں  
پہناتی ہے درویش کو تاجِ سارا  
حاصل کسی کامل سے یہ پوشیدہ نہ کر  
کتے ہیں کشتیے کو بناکتے ہیں خارا  
انرا دکے ہاتھوں میں ہے اقوام کی تقدیر  
ہر نہر ہے قریبے کے معتر کا ستارا  
مخوم رہا دولتِ فریاسے وہ خو جس  
کرتا نہیں جو صحبتِ ساحل سے کنار

دیں ہاتھ سے دے کر اگر آزاد ہو وقت  
ہے ایسی تجارت میں سماں کا خسار  
دنیا کو ہے پھر سرکہ زور و بدن پیش  
تہذیب نے پھر اپنے درندوں کو ابھارا  
اللہ کو پامردی مومن پہ بھروسا  
بلیس کو یورپ کی شینوں کا سہارا  
تقتیر اٹھم کیا ہے کوئی کہہ نہیں سکتا  
مومن کی فراست ہو تو کافی ہے اشارا  
احد اص عمل مانا نہ سیاگان لہن سے  
شاہاں چہ عجب کر بنوازند گدرا را!





## تصویر و مصوّر

### تصویر

کس تصویر نے تصویر کر کے  
نمائش ہے مری تیرے شہسب کے  
بس کن کس درد نامنصفی ہے  
کہ تو پوشیدہ ہو میری نطنسے!

### مصوّر

گراں ہے چشم سینا دیدہ وور پر  
جہاں بسینی سے کیا لڑی شہسب پر!  
نطنسے درد و عنسم و سوز و تب و تماہ  
تو اے ناداں، قناعت کز خوب پر

## تصویر

خبر عمتل چہرہ کی ناتوانی  
نظر، دل کی حیثیت جاودانی  
نہیں ہے اس زمانے کی تازہ  
سزاوار حدیث لہن ترانی

## مُصوّر

تو ہے میرے کمال استہزائے  
نہ چو نویں اپنے نقشِ کرے  
مرے دیدار کی ہے ایسی شرط  
کہ تو پنہاں نہ ہو اپنی نظر سے



# عالم برنج

مُردہ اپنی قبر سے

کیا شے ہے کس اموز کا فردا ہے قیامت  
اے میرے شبستان کسں! کیا ہے قیامت؟

## قبر

اے مُردہ صبر! تجھے کیا نہیں معلوم؟  
ہر موت کا پوشیدہ تقاضا ہے قیامت!

مُردہ

جس موت کا پوشیدہ تقاضا ہے قیامت  
اُس موت کے پھٹنے میں گرفتار نہیں ہیں

پھر چند کہ نہیں مردہ صمد لہ و لیکن  
ظلمت کدہ خاک کے بیزار نہیں ہیں  
ہو زوچ پھر اک بار سوار بدن ار  
ایسی ہے قیامت تو خریدار نہیں ہیں

## صدائے غیب

ز نصیب مارو کر ڈوم نے نصیب وام و دو  
ہے فقط محسوم قوموں کے لیے مرگ ابد  
بائے سرائیل ان کو زندہ کر سکتی نہیں  
روح سے تھا زندگی میں بھی تھی جن کا جسد  
مر کے جی ہاٹھنا فقط آزاد مردوں کا ہے کام  
گرچہ ہر ذی روح کی منزل ہے آغوش لحد



ہر نئی تسکیر کو لازم ہے تخریب تمام  
ہے اسی میں شکلات زندگانی کی نشوونما

## زمین

آہ یہ مرگ و ملامت، آہ یہ رزمِ حیات  
ختم بھی ہوگی کبھی کشمکشِ کائنات!  
عقل کو ملتے نہیں اپنے تئوں سے نخبات  
عارفِ عامی تمام بندۂ لات و سناات  
خوار ہوا کس قدر آدمِ بزواہ صمناات  
قلبِ نظر پر کہاں ایسے جہاں کاشات  
کیوں نہیں ہوتی سحرِ حضرتِ انساں کی لات؟



## معزول شہنشاہ

ہو مبارک اس شہنشاہ کو فرجام کو  
جس کی قربانی سے اس لڑکھیت میں فاش  
شاہ ہے بڑھانوی مندر میں اک مٹی کا بت  
جس کو لڑکتے ہیں جب چاہیں سچاری پاش پاش  
ہے یہ شہنشاہ امینز افیوں ہم غلاموں کے لیے  
ساحرا نکلیں! مارا خواجہ دیکھ تراش



## دوزخی کی مناجات

اَس دیر کُن میں ہیں غرض مند چُجباری  
رُنجید بُتوں سے ہوں تو کرتے ہیں خدا یاد  
پوچھا بھی ہے بے سوؤ نمازیں بھی ہیں بے سوؤ  
قسمت ہے عنبر ہوں کی وہی نالہ منبریا  
ہیں گرچہ عین بندی میں عمارات فلک بوس  
شہرِ حقیقت میں ہے ویرانہ آباد  
تیشے کی کوئی گردش تیر تو دیکھے  
سیراب ہے پرویز، چکر نشنہ ہے فرہاد  
عِلم، یہ حکمت، یہ سیاست، یہ تجارت  
جو کچھ ہے وہ ہے منکر نلوکانہ کی احباب  
اللہ! ترا شکر کہ یہ خطہ پُرسوز  
سوڈاں یورپ کی غلامی سے ہے آزاد



## مسعود مرحوم

یہ مہر و مہ، یہ ستارے یہ آسمان کبود  
کسے کہنے خبر کہ یہ عالم عدم ہے یا کہ وجود  
خیالِ حب اوہ و منزلِ فسانہ و افسوں  
کہ زندگی ہے سہرا پارِ حسیل بے مقصود  
رہی نہ آہ، زمانے کے ہاتھ سے باقی  
وہ یادگارِ کمالاتِ احمد و محمود  
زوالِ علم و ہنسِ مرگِ ناکہاں اُس کی  
وہ کارواں کا مستاع لہراں بہا مسعود!  
مجھے زلاتی ہے اہل جہاں کی بیدروی  
فغانِ مرغِ سحرِ خواں کو جانتے ہیں سرو  
نہ کہہ کہ صہبر میں پنہاں ہے چارہٴ غم دوست  
نہ کہہ کہ صہبر محتاتے موت کی ہے لشو

”وے کہ عاشق و صبا بر بود مگر سنگ است  
ز عشق تا به صبوری مزار فرسنگ است“  
(سدی)

نہ مجھ سے پوچھ کہ عمر لہریا کیا ہے  
کے خبر کہ یہ نینک و سیمیا کیا ہے  
ہوا جو خال سے پیدا، وہ خال میں ستور  
مگر غیبتِ صغریٰ ہے یافنا، کیا ہے!  
خبر راہ کو بخشا کیا ہے وق حمال  
خبر دبا نہیں سکتی کہ مدعا کیا ہے  
دل نطنر بھی اسی آبِ گل کے ہیں اعجاز  
نہیں تو حضرت انساں کی انتہا کیا ہے؟  
جس کی رُوح رواں لارا لہ الاھو  
سیخ و سیخ و چلیا، یہ ماہرا کیا ہے!  
قصاصِ خونِ تمش کا مانگے کس سے  
گناہ کار ہے کون اور خون بہا کیا ہے

غم میں مشو کہ بہ بند جہاں گرفتاریم  
ظلم ہا شکند آن دلے کہ ما داریم

خودی ہے زندہ تو ہے موت اک مقام حیات  
کہ عشق موت سے کرتا ہے امتحان ثبات

خودی ہے زندہ تو دریا ہے بے کراں ترا  
ترے فراق میں ٹھنڈے ہے موج نیل و فرا

خودی ہے مُردہ تو مانندِ کاہِ پشیم  
خودی ہے زندہ تو سلطانِ جملہ موجودات

شکاہ ایک شبلی سے ہے اگر محروم  
دو صد ہزارِ شبلی تلافیِ مافات

مستام بندۂ موسن کا ہے ورانے سپہر  
زمین سے تائبہ نثر یا تمام لات و منات

حرمِ ذات ہے اس کا نشینِ ابدی  
ند تیرہ خالِ لحد ہے نہ جلوہ کاہِ صفا

خود آگہاں کہ ازیں خاکداں برون جہند  
طلسم سرو سپہر و ستارہ بشکند

## سوزِ غیب

اتی ہے دم صبح صدا عرش میں سے  
لھویا گیا کس طرح ترا جوہر اوراں!  
کس طرح ہوا کند ترا نشتر تحقیق  
ہوتے نہیں کیوں تجھ سے ستاروں کے جل چال  
تو ظناہر و باطن کی خلافت کا سزاوار  
کیا شعلہ بھی ہوتا ہے غلامِ حسنِ خاشاک  
مہر و مہ و نجم نہیں محکم سے کیوں  
کیوں تیری نگاہوں سے لرزتے نہیں افلاک

اب تک ہے رواں کرچہ لہو تیری رگوں میں  
نے گرمی منسکارا نہ اندیشہ تے بے باک  
روشن تو وہ ہوتی ہے جہاں ہیں نہیں ہوتی  
جس آنکھ کے پردوں میں نہیں ہے نگہ پاک

باقی نہ رہی تیسری وہ آستینہ ضمیری  
اے شہتہ سلطانی و ملالی و پسیری!



۱۲۰  
نسخہ خاندانہ  
مکتبہ اسلامیہ  
کراچی  
۱۹۶۰ء  
نسخہ خاندانہ  
مکتبہ اسلامیہ  
کراچی  
۱۹۶۰ء  
نسخہ خاندانہ  
مکتبہ اسلامیہ  
کراچی  
۱۹۶۰ء

# رُباعِ شَا



مری شاخ اہل کا ہے شرکیا  
ترمی تعتر کی مجھ کو خبر کیا  
کلی گل کی ہے محتاج کشتو آج  
نسیم صبح مندر اپن کر کیا



فراغت دے اُسے کارِ جہاں سے  
کہ چھوٹے نفوس کے امتحاں سے  
ہوا پیری سے شیطان کہندیش  
گناہ تازہ تر لائے کہاں سے!



دگرگوں عالمِ شام و سحر کر  
جانِ خشک و تر زیر و زبر کر  
رہے تیری حسدائی و اغ سے پاک  
مے بے ذوق سجدوں سے حذر کر





عسیری میں ہوں محسوسِ عسیری  
کہ نغیتِ منہ سے میری فحش تیری  
حذرِ انس و فریویشی سے جس نے  
مسلمان کو کھاوی ستر تیری!



خرد کی تنگ دامنی سے منیراؤ  
تجلی کی منیراوانی سے منیراؤ  
گوارا ہے اسے نطشِ اربعہ غیر  
نگہ کی ناما سمانی سے منیراؤ!



کہا اقبال نے شیخ حرم سے  
تہ محراب مسجد سویا کون  
بند مسجد کی دیواروں سے آئی  
فرنگی بت کہے میں کھو گیا کون؟



کہن پنگام مائے آرزو سرد  
کہ ہے مرد مسلمان کا لہو سرد  
بتوں کو میسر لادینی مبارک  
کہ ہے آج ایشیا لندھو سرد



حدیثِ بندِ مومن دل آویز  
جگر پر خون، نفس روشن نکہ تیز  
میٹھر ہو کے دیدار اُس کا  
کہ ہے وہ رونقِ محسنِ کلمِ امیر



تمیزِ حنا رو گل سے اشکارا  
نصیمِ نسیم کی روشنی سی  
حفاظتِ پھول کی نمکُن نہیں ہے  
اگر کانٹے میں ہو خوتے حریری



نہ کر ذکرِ فسراق و آشنائی  
کہ اصل زندگی ہے خود نمائی  
نہ دریا کا زیاں ہے نہ نہر کا  
دلِ دریا سے گویا سر کی جُدائی



ترے دیا میں طوفان کیوں نہیں ہے  
خود ہی سیرِ سماں کیوں نہیں ہے  
عیشے شکوہ تہمتِ یریزداں  
تو خود تہمتِ یریزداں کیوں نہیں ہے؟



حسرو دیکھے اگر دل کنی گئے  
جہاں روشن ہے نورِ لالہ سے  
فقط الگ کر دوشِ شام و سحر ہے  
اگر دیکھیں نیروغِ مہر سے



کبھی دریا سے مثلِ موجِ آبِ بحر  
کبھی دریا کے سینے میں اتر کر  
کبھی دریا کے حال سے لڑ کر  
مستام اپنی خودی کا فاش تر کر!

خود رکھنے اور دل کی آواز سے  
جہاں رہنا ہے تو یہ لالہ سے  
فقط ~~کے~~ اس عظیم اور شام کو  
آہ دیکھتے ہو  
م ۳۳  
سے نکل کر  
کبھی کبھی ہے  
کبھی کبھی دنیا ہے  
تمام اپنی خود گاما کا

# ملا زادہ یوسف لولائی شہری کا بیان



پانی ترے چشموں کا ٹپتا ہوا سیلاب  
مرغانِ ستیری فضاؤں میں ہیں بیستاب

اے وادیِ لولاب!

گر صاحبِ سنگام نہ ہو نہ خبرِ محراب  
دیں بند مومن کے لیے موتیے یا خوب

اے وادیِ لولاب!

ہیں سازِ پوٹوٹ نواٹے جب گرسوز  
ڈھیلے ہوں اگر تار تو بیکار ہے مضراب

اے وادیِ لولاب!

ملا کی نظر نور فراسے کے چہ حال  
بے سوز ہے مہینہ نہ رخصت کی مے ناب  
اے وادی لولاب  
بیدار چوں دل جس کی فغانِ سحری سے  
اس قوم میں مدت سے وہ درویش کے نیاب  
اے وادی لولاب



موت ہے اک سخت تر جس کا غلامی ہے نام  
سکر و فنِ خواہگی کا شس سمجھت اعلام  
شرع ملو کمانہ میں جدت احکام دیکھ  
صُور کا غوغا سلالِ حشر کی لذت حرام  
اے کہ غلامی سے ہے رُوحِ تری مُضَحَل  
سینہ بے سوز میں ڈھونڈ خودی کا مقام





آج وہ شیریں محکوم و مجبور و فقیر  
کل جسے اہل نظر لیتے تھے ایرانِ شیر  
سینہ اسلاکے اٹھتی ہے وہ نوناک  
مرد حق ہوتا ہے جب مر عویس سلطانِ امیر  
کہہ رہا ہے داستانِ بید رویِ ایام کی  
کوہ کے دامن میں دغہِ حسن نہ وہ حقانِ پیر  
آہ! یہ قوم نجیب و چرب دست و تر و باغ  
ہے کہاں روزِ مکافات اے خدائے دیکر؟



گرم ہو جاتا ہے جب محکوم قوموں کا لو  
تھر تھر اتا ہے جہاں چارنوے و زنبو

پاک ہوتا ہے وطن تو تمہیں سے انساں کا ضمیر  
کہتا ہے ہر راہ کو روشن چسپانے ارزو  
وہ پُرانے چاک جن کو عقل ہی سکتی نہیں  
عشق سیتا ہے انہیں بے سون مارِ زفو  
ضربتِ سیم سے ہو جانے بغر پاش پاش  
حاکمیت کا تخت سنبھالو اسیند



وزج کی پرواز میں ہے شوکتِ شاہیں  
حیت میں ہے صیادِ شاہیں ہے کو درج  
ہر قوم کے انکار میں پیدا ہے طلسم  
مشرق میں ہے فرائے قیامت کی بودج  
فطرت کے تقاضوں سے ہوا حشرِ مجیب  
وہ مروہ کہتے باغِ فرسائل کا محتاج



زندوں کو بھی علوم ہیں صوفی کے کمالات  
ہر چند کہ مشہور نہیں ان کے کرامات  
خود کبیری و خود دار می گل بانگ 'اننا الحق'  
آزاد ہو سالک تو ہیں یہ اس کے مقامات  
معلوم ہو سالک تو یہی اس کا پیرا دست  
خود مردہ و خود مرگ و خود مرگ مصابجات!



نسل کرحم نقا چوں ادا کریم شتیری  
کہ گفت خافتا ہی ہے فقط اندہ و دگیری  
ترے میں ادب سے آرہی ہے بوجہ پاسبانی  
یہی ہے مرنے والی امتوں کا عالم پیری

شیاطین ملکوت کی آنکھوں میں پے وہ جاو  
کہ خود پنچھیکر دل میں چو پیدا ذوق پنچھیری  
چہ بے پروا لذت مند از نو اے سب حکاہن  
کہ برداں شوروستی از یہ پیمان کشمیری



سبب الہو کی بوند اگر تو اسے تو حسیر  
دل آدمی کا ہے نقطہ ال جذبہ بند  
گرو شمس و ستارہ کی ہے نالوار اسے  
دل آپ اپنے شام و صبح کا ہے نقش بند  
جس خال کے ضمیر میں ہے استیشن چند  
ممکن نہیں کہ سر ہو وہ خال ارجمند





کھلا جب چین میں کتب خانہ کھل  
نہ کام آیا ملا کو علم کتابی  
مناست شکن تھی ہوا رہے بہاراں  
غزل خواں ہوا پیر لہ اندرابی  
کہ سالہ استخسیر پیرین نے  
کہ اسرارِ حباں کی ہوں میں بے حجابی  
سمجھتا ہے جو موت خوابِ حلو  
نہاں اس کی تعمیر میں ہے خرابی  
نہیں زندگی سلسلہ روز و شب کا  
نہیں زندگی سستی و نیم خوابی  
حیات است در تیشِ خود پیدین  
خوش اس دم کہ این گستاخِ بازاریابی

اگر زاتش دل شہارے بگیری  
تو ان کرد زیر منک آفتابی



ازاد کی رگ سختیے مانند رگ سنگ  
محمکوم کی رگ نرم ہے مانند رگ تاک  
محمکوم کا دل مردہ و افسردہ نوید  
ازاد کا دل زندہ و پرسوز و طرب نامک  
ازاد کی دولت دل روشن، نفس کرم  
محمکوم کا سرمایہ فقط دیدہ نم نامک  
محمکوم ہے بیگانہ اخلاص و مروت  
چرچند کہ منطق کی دلیلوں میں ہے چالاک  
ممکن نہیں محکوم ہو ازاد کا ہمدوش  
وہ بندہ افلاک ہے، یہ جو جبہ افلاک



تمام عارفانے عامی خودی سے بیگانہ  
کوئی بتائے یہ مسجد ہے یا کہ میخانہ  
یہ راز ہم سے چھپایا ہے میر واعظ نے  
کہ خود جسم ہے چہ سراغ حرم کا پروانہ  
طلسم بے خبری، کافری دین اری  
حدیث شیخ و بزرگ حسن فون افسانہ  
نصیبِ خطبہ ہو یارب وہ بندہ درویش  
کہ جس کے فقر میں انداز ہوں کلینہ  
چھپے رہیں گے زمانے لی آنکھ سے کب تک  
گھر ہیں اب دل کے تمام یک دانہ





دگرگوں جہاں اُن کے زورِ عمل سے  
بڑے معرکے زندہ قوموں نے مارے  
منہجیم کی تقویم منسردا ہے باطل  
گرے آسماں سے پُرانے ستارے  
ضمیر جہاں اس قدر آتشیں ہے  
کہ دریا کی موجوں سے ٹوٹے ستارے  
زمین کو فراغت نہیں زلزلوں سے  
نمایاں ہیں فطرت کے باریک اشارے  
ہمالہ کے چشمے اُبلتے ہیں کب تک  
خضر سوچتا ہے ولرے کے کنارے







نشاں یہی ہے زمانے میں زندہ قوموں کا  
کہ صبح و شام بدلتی ہیں ان کی تقدیریں  
کہاں صدق و مروّت کے زندگی ان کی  
معاف کرتی ہے فطرت بھی ان کی تقصیریں  
قلندرانہ ادائیں، سکندرانہ جلال  
یہ آستیں ہیں جہاں میں برہنہ شیریں  
خودی سے مرد خود آگاہ کا جمال و جلال  
کہ یہ کتاب ہے باقی تمام تفسیریں  
شکوہ عیسا کا سنکر نہیں ہوں میں لیکن  
قبول حق ہیں فقط مرد جس کی جبریں  
حکیم میری نواؤں کا راز کیا جانے  
ورائے عقل ہیں ایل جسٹوں کی تدبیریں



چہ کا نراناہ قمار حیات می بازی  
کہ بازمانہ بسازی بخود نمی سازی  
دگر بگرد سر ہاے سرم نمی بسیم  
دل جبینید و نگاہ غمزالی و رازی  
بحکم منقی اعطیتم کہ فطرت ازلیت  
بدین صحوہ حرام است کار شبازی  
ہماں فقیر ازل گفت جبرہ شاہین ا  
با سہماں لزوی بازیں نہ پردازی  
منم کہ توبہ نہ کردم ز مناش لونی ہا  
ز بیم این کہ بسطان کنند عمازی  
بدست مانہ سرفند زبہ کارا ایت  
دعا بگو فقیراں بزل شیرازی



ضمیر مغرب کے تاجرانہ ضمیر مشرق ہے ایسا نہ  
وہاں دکھ لوں ہے لفظ لفظ، یہاں بدلتا نہیں زمانہ  
کنارہ دریا حضرت نے مجھ سے کہا بہ اندازِ محبت  
سکندری ہو، سکندری ہو یہ سب طریقے ہیں ساحر  
حرف اپنا سمجھ رہے ہیں مجھے خدا یا جانِ نقاہی  
انھیں یہ ڈر ہے کہ میرے نالوں سے شوق نہ ہو سنگ آستانہ  
غلام قوموں کے علم و سفاکی ہے یہی مہر اشکابا  
زمین اگر تنگ ہے تو چھائے فضا کے لرزوں سے بے کرانہ  
خبر نہیں کیا ہے نام اس کا، خدا فریبی کہ خود فریبی  
عمل سے فارغ ہو اسماں بنا کے تقدیر کا ہنسا

مری اسیری پشیمان گل نے یہ کہے کہ صیاد کو زلایا  
کہ ایسے پرسوز نغمہ خواں کا گراں نہ تھا مجھ کو پشیمان



حاجت نہیں اے خطہ گل شرح نہیں کی  
تصویر ہمسائے دل پرخوں کی ہے لالہ  
تقدیر ہے اک نام کفایت عمل کا  
دیتے ہیں یہ سینا م خدایان ہمالہ  
سرمایہ کی جو اول میں ہے غریاں بدن اس کا  
دیتا ہے ہنس جس کا ایسے موم کو دوشالہ  
اتحاد نہ رلہ دولت دنیا سے وفا کی  
زم اس کی طبیعت میں ہے مانند غزالہ





خود آگاہی نے سکھلا دی ہے جس کو تن فراموشی  
حرام آئی ہے اُس کو محراب پر زہ پوشی



اں عزم بلند اور اں سوزِ جگر اور  
شیرِ پدِ خواہی بازو سے پدِ اور





غریب شہر ہوں میں بسن تو لے مری فریاد  
کہ تیرے سینے میں بھیجوں قیامتیں آباد  
مری نوائے غم کو دے ہے تیرے عزیز  
جہاں میں غم نہیں دولتِ دل ناسخ  
گھڑے مجھ کو زمانے کی کور زوقی سے  
سمجھتا ہے مری محنت کو محنتِ فریاد  
”صدائے تیشہ کہ برسنگ میں خور و کراہت  
خبر بلیس کہ آواز تیشہ و جگر است“

\* صدائے تیشہ الخ۔ یہ شعر مرزا جانجناں منگلستان علیہ الرحمۃ کے

مشہور بیاضِ حشریہ جاہر میں ہے

# سرگرم حیدری صدرِ انجم حیدر آباد کن کے نام

یومِ اقبال کے موقع پر توشیحاً حضورِ نظام کی طرف سے جو صاحبِ عظم  
کے ماتحت ہے ایک نازیہ کا چیک بطور ضمنی موصول ہوئے پر

تھایہ اللہ کا منرمان کہ شکوہ پرویز  
دوست لندرو کہ ہیں اس میں ملو کا نہ صحفا  
مجھے منرمایا کہ لے اور شہنشاہی کہ  
حسن تدبیر سے دے آئی وفائی کو شہت  
نیں تو اس بار امانت کو اٹھاتا سر دوش  
کا ہم درویش میں ہر تلخ ہے مانند بیت  
غیرتِ نفست رگر کر نہ سکی اس کو قبول  
جب کہا اس نے ہے میری خدائی کی زکا!



## حُ سین احمد

عجم ہنوز نداند روزِ دین، ورنہ  
زدیو بند حسین احمد! ایں چہ بواجبی است  
سرود بر سرِ منبر کہ ملت از وطن است  
چہ بے خبر ز مقامِ محمدِ عربی است  
بصطفتی برساں خویش را کہ دین ہمہ دوست  
اگر بہ او نرسیدی تمام بولہبی است

## حضرت انس

جہاں میں دانش و نیش کی ہے کس وجہ ازانی  
کوئی شے چھپ نہیں سکتی کہ عالم ہے نورانی  
کوئی دیکھے تو ہے باریک فطرت کا حجاب اتنا  
نمایاں ہیں فرشتوں کے تبسم ہاتے پنہانی



یہ دنیا دعوتِ دیدار ہے منہ زبدا آدم کو  
کہ چہرے تو رکھنا گیا ہے ذوقِ عیالی  
یہی منہ زبدا آدم ہے کہ جس کے اشکِ نمین سے  
کیا ہے حضرتِ نبواں نے زریاؤںِ حطونانی  
فنا کے ہو گیا خبرِ خیالِ کس کا شہین ہے  
غرضِ نجس سے ہے کس کے شبستاں کی گنجبانی  
اگر مقصودِ کل میں ہوں تو مجھ سے ماورا کیا ہے  
مرے ہنگامہ ہائے نوبہ نو کی انتہا کیا ہے؟



